بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم الایمان: 18

عقیدۂ ایمان
کی اہمیت وضرورت

(جدید ایڈیشن)

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ

اضافہ جدیدہ

مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی

باہتمام

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

ناشر

عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی (انڈیا)

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ عقیدۂ ایمان کی اہمیت وضرورت (جدید ایڈیشن)

مصنف:۔ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی رحمۃ اللہ علیہ

اضافۂ جدیدہ:۔ مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی

باہتمام:۔ عبداللہ صدیقی (ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)
09966992308, 09391399079

سنہ طباعت:۔ ۲۰۱۷ء مطابق ۱۴۳۸ھ

تعداد اشاعت:۔

کمپیوٹر کتابت:۔ النور گرافکس، حیدرآباد، تلنگانہ۔ 9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو دیوبند، یوپی، انڈیا۔
09997177817, 09760704598

☆☆ ملنے کے پتے ☆☆

(تمام دینی مدارس کے لئے یہ کتاب مفت دی جائے گی)

انشاء اللہ اس کتاب کا ہندی اور تلگو میں بھی ترجمہ کیا جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ایمان مفصل کو سمجھانے کا طریقہ

یٰـۤاَیُّھَـا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡ بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَ الۡکِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَـلٰـی رَسُـوۡلِـہٖ وَ الۡکِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَـنۡ یَّـکۡـفُرۡ بِاللّٰہِ وَ مَـلٰٓـئِـکَتِـہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَـلَّ ضَـلٰلًا بَعِیۡدًا ۝ اِنَّ الَّـذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡ ثُمَّ اٰمَنُوۡ ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرً لَّمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَھُمۡ وَلَا لِیَھۡدِیَھُمۡ سَبِیۡلًا ۝ (سورۃ النساء:۱۳۷)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر، اُس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسُول پر اتاری اور اُس کتاب پر جو اُس نے پہلے اتاری اور جو اللہ، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں، اُس کے رسولوں اور روز آخرت کا انکار کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا، بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر کُفر میں بڑھتے گئے، اللہ نہ اُن کی مغفرت فرمانے والا ہے اور نہ اُن کو راہ دکھانے والا ہے۔

حدیث جبرئیل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سوال کیا کہ ''ایمان کیا ہے''؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں اور یوم آخرت کو حق جانو' اور حق مانو' اور ہر خیر وشر کی تقدیر کو بھی حق جانو اور حق مانو۔ (صحیح بخاری ومسلم بروایۃ حضرت ابو ہریرہؓ)

کائنات کی تمام چیزوں میں سب سے قیمتی چیز ایمان ہے

کائنات کی تمام چیزوں میں سب سے قیمتی چیز ایمان ہے، یہ نعمت اسی کو حاصل ہوتی ہے جو حق کے لئے تڑپتا ہے، بے چین رہتا ہے، جس کی فطرت سلیم ہو، جو اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہے اور جس میں اسلام سے نفرت، ہٹ دھرمی، تعصب، بغض وعداوت نہ ہو،

جو اپنی عقل وشعور کا صحیح استعمال کرے، جو باپ دادا کی اندھی تقلید اور جاہلانہ طریقوں سے نفرت کرے ایسے انسانوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اُس پر رحم کرنا چاہتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، جس کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ کمال ایمان تک پہنچتا ہے۔

جو انسان حق سے نفرت کرتا ہے جو نفس کا ساتھ دیتا ہے اور ضمیر کے خلاف چلتا ہے، باپ دادا کی اندھی تقلید میں چلنا پسند کرتا ہے، جو ضد اور ہٹ دھرمی کرتا ہو، اسلام اور پیغمبر سے تعصب، جلن وحسد، بغض وعداوت رکھتا ہو، اچھائی سے نفرت اور برائی سے محبت کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو ایمان سے محروم رکھتا ہے۔

ایمان زبردستی کسی انسان کے ساتھ چمٹ کر نہیں رہتا!

ایمان کوئی ایسی نعمت نہیں جو انسان نہ چاہے تب بھی وہ انسان کے ساتھ چپک کر نہیں رہتا، انسان اگر اس کی قدر کرے اپنے اندر اُسے بڑھانے کی فکر کرے تو یہ انسان کو ملتا رہتا ہے، اگر وہ اس کی قدر نہ کرے، اپنے اندر اُسے بڑھانے کی تڑپ وفکر پیدا نہ کرے تو یہ چھین لیا جاتا ہے یا کمزور ہوجاتا ہے، بہت سے لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی ایمان لاکر ایمان سے یا تو منحرف ہوگئے یا منافق بن گئے، مسیلمہ کذاب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لاکر مصالحت کا جھوٹا دعویٰ کرکے کافر بن گیا اور اس کا ساتھ دینے والے مسلمان بھی ایمان سے محروم ہوگئے۔

جس طرح ماں اپنے بچہ کو سونے کی حالت میں وقت ہوجانے کے باوجود جاگ جانے اور رونے پر دودھ پلاتی ہے، بالکل اسی طرح ہم کو ایمان حاصل کرنے اور اس کو بڑھانے کے لئے تڑپ اور فکر پیدا کرنی ہوگی، اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم سے ہم کو رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اور وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی پسند اور چاہت سے مسلمان بن کر بتلائیں، ہم کو اللہ تعالیٰ نے مسلم ماحول، ایمان سے قریب، قرآن سے قریب، رسول اللہ ﷺ سے قریب پیدا فرمایا، ہم پیدائشی طور پر شعوری اور حقیقی ایمان والے نہیں ہیں، ہم کو

ایمان سمجھنا ہے، اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرنا ہے، رسول اللہ ﷺ کی رسالت سے واقف ہونا ہے، قرآن کی ہدایات کو سمجھنا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ بیان کردہ آیات میں یہ تاکید کر رہا ہے کہ ''اے ایمان والو! ایمان لاؤ''، یعنی اے وہ لوگو جو مسلم ماحول میں پیدا ہوئے، جو مسلم ماں باپ کے گھرانوں میں پیدا ہوئے، جو دکھاوے کے لئے ایمان لائے، جو دوسرے مذاہب سے اسلام میں داخل ہوئے یعنی جو زبان سے کلمہ پڑھ کر ایمان کا دعویٰ کئے، زبان سے ایمان کے الفاظ ادا کئے ہیں وہ لوگ اللہ کو پہچان کر دل سے حقیقی اور شعوری ایمان والے بنیں، سمجھ کر ایمان لائیں، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل کر کے ایمان لائیں، رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو جان کر ایمان لائیں، صرف زبان سے ایمان کے کلمات ادا کر لینے سے ایمان والے نہیں بن جاتے، یا ایمان کے کلمات رٹ لینے سے ایمان دل میں نہیں اُتر جاتا، ایمان کوئی ایسا عقیدہ نہیں جس کا رسمی طور پر زبان سے اظہار کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے، اس کی تمام شرطوں اور احکامات کو سمجھنا ہوگا۔

ایمان کی اہمیت کو ذہن میں رکھئے

اللہ تعالیٰ نے سورۂ عصر میں قسم کھا کر اس چیز کی تعلیم دی کہ دنیا کے سارے انسان گھاٹے اور خسارے میں ہیں، انسانوں کی گذرتی ہوئی زندگی گواہ ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان لایا اور عمل صالح اختیار کیا اور حق کی وصیت کی اور اس پر صبر کیا، حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دنیا میں ایک بھی کلمہ گو باقی نہیں رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس وقت قیامت برپا کر دیں گے اور اس دنیا کو ختم کر دیں گے، گویا ایمان اس کائنات کی روح اور جان ہے، جب اس میں ایک بھی ایمان والا نہ ہوگا، یہ کائنات گویا مردہ قرار پائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کو ختم کر دیں گے، بالکل اسی طرح جن انسانوں میں ایمان نہ ہوگا وہ چلتی پھرتی زندہ لاشوں کی مانند ہیں اور جو انسان حقیقی ایمان والے ہیں وہی حقیقت میں زندہ اور سرسبز وشاداب انسان ہیں، اس لئے ہمیں اپنے اندر حقیقی اور شعوری ایمان پیدا

کرنے اور بنانے کی سخت اور زبردست محنت کرنی ہوگی، ورنہ ہم مردہ انسانوں میں شمار کئے جائیں گے، یا اپاہج اور معذور انسانوں کی طرح زندہ انسان بنے رہیں گے۔

سورۂ عصر میں آخر اللہ نے قسم کھا کر کس چیز کی تاکید کی ہے؟

ذرا غور کیجئے اللہ نے سورۂ عصر میں قسم کھا کر سارے کے سارے انسان گھاٹے و خسارے میں ہیں بیان کیا ہے، اس کی آخر وجہ کیا ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ عام انسانوں کے ذہن میں یہ تصور ہوتا ہے کہ دنیا کی کامیابی و راحت کے لئے دولت جمع کرنا، دولت کمانا، بینک بیالنس کا اضافہ کرنا، بنگلے اور کوٹھیاں بنانا، بڑی بڑی تجارتیں کرنا، دنیا کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونا، ڈاکٹر، انجینئر اور سائنس دان بننا اور حکومت کے عہدوں اور اقتدار پر قبضہ کرنا، گھروں میں سامانِ عیش جمع کرنا اور عمدہ لباس، عمدہ غذائیں، کثیر اولاد کا ملنا، دنیا کی چمک دمک، تیز رفتار عمدہ سواریاں حاصل کرنا کامیابی اور راحت وسکون کے ذرائع ہیں، انہی چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے وہ دن رات خوب محنت ومشقت کرتے اور اپنی اولاد کی بھی دنیا چمکانے کے لئے اعلیٰ تعلیم وڈگریاں دلانے، حرام، دھوکہ دہی اور ناجائز طریقوں سے مال حاصل کر کے ان کی دنیا بنانا چاہتے ہیں اور خود عیش کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی غلط تصور کی وجہ سے اس سورۃ میں قسم کھا کر تاکید کے ساتھ یہ بات بیان کر رہا ہے کہ سارے کے سارے ایسے انسان مکمل گھاٹے اور خسارے میں ہیں اور ان کی تیزی سے گذرنے والی عمریں ان کی اس حالت پر گواہ ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، عمل صالح اختیار کئے اور حق پر جمے رہ کر حق کی وصیت کی اور حق پر جمے رہنے میں آزمائشوں پر صبر کیا وہی کامیاب ہونے والے ہیں، گویا اس سورۃ میں انسانوں کی کامیابی اور ناکامی کے معیار اور دنیا میں زندگی گذارنے کا طریقہ سمجھایا گیا، غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ انسان ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے کے بجائے دنیا کی زندگی میں شرک کو پھیلانے، کفریہ

نظریات کو عام کرنے، منافقانہ مزاج کی تبلیغ میں لگا ہوا ہے، فسق وفجور میں اللہ کی عبادت نماز سے دوری، بے پردگی، بے حیاء لباس، حرام مال، شادی کے نام پر انسانوں کے گھروں کو لوٹنا، جوے خانے، شراب خانے، زنا کے اڈّے چلانے، بے ایمانی، جھوٹ، دھوکہ بازی، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، لوگوں کے گھروں، دُکان اور زمینوں پر ناجائز قبضے، بدعات وخرافات، سنتوں سے دوری، یہود ونصاریٰ کا کلچر، سود اور رشوت حلال کرلینا، جان بوجھ کر قرآن مجید، رسول اللہ ﷺ کے احکام اور طریقوں کے خلاف چلنا جیسے بداعمالیوں میں مبتلا ہیں، ایسے تمام کے تمام لوگ اس سورۃ کی روشنی میں گھاٹے اور خسارے میں زندگی گذار رہے ہیں، اللہ نے اس سورۃ کے ذریعہ ایسے تمام انسانوں کو صحیح ایمان لانے اور ایمان کے تقاضے عمل سے پورا کرنے کی تاکید کے لئے قسم کھا کر بیان کیا ہے، تاکہ وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوجائیں۔

انسان کی یہ سب سے بڑی کمزوری ہے کہ جو نعمت اس کو وراثت میں ملتی ہے اس کی وہ قدر نہیں کرتا، مثلاً والد کی جائیداد میں ملی دولت کو فضول خرچی، لاپرواہی اور عیاشی میں اُڑا دیتا ہے مگر خود اپنے پیسوں سے معمولی رومال خریدے تو اُس کی قدر اور حفاظت کرتا ہے، یہی حال ایمان کا ہے، اگر انسان کو باپ دادا کے ذریعہ نسلی، خاندانی اور تقلیدی طور پر ایمان ملے تو وہ اس ایمان کی اہمیت وقدر نہیں کرتا، اس کے برعکس جو لوگ اپنی عقل وشعور سے سمجھ کر ایمان قبول کرتے ہیں اور اسلام میں داخل ہوتے ہیں وہ اسلام کی قدر و حفاظت کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، اس لئے انسان اگر ایمان کو عقل وذہن سے سمجھے گا تو پھر اس پر جان مال لُٹانے کے لئے تیار رہے گا اور اس کی حفاظت کے لئے بڑے بڑے مجاہدے کرے گا، جو چیز دل سے مانی جاتی ہے اس کا اظہار وہ جسم کے اعضاء سے کرتا ہے، موجودہ زمانہ میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ماں باپ اور استاد بچوں کو ایمان کی تفصیل سمجھائے بغیر صرف قانونی اور لسانی یعنی زبانی ایمان کے الفاظ یاد دلا دیتے ہیں اور اولاد قلبی وحقیقی ایمان سے محروم نظر آرہی ہے، اللہ کی معرفت سے ایمان ملتا ہے اور

معرفت عقل کا استعمال کرنے سے ملتی ہے، معرفت کے بعد انسان کی کیفیت بدل جاتی ہے، جس طرح دنیا میں پولیس کی معرفت سے انسان پولیس کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھتا، ہر سانپ زہریلا نہیں ہوتا، مگر وہ سانپ کے بچے کو بھی ہاتھ نہیں لگاتا، لیکن اللہ کی اطاعت ایسی نہیں کرتا، دنیا کے افسر، سیٹھ اور آقا کا تو ہر لمحہ غلام بنا رہنے کی کوشش کرتا ہے، مگر اللہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نماز روزے کی حد تک غلامی کرتا ہے اور باقی زندگی کے تمام شعبوں میں نافرمانی کرتا ہے، جسم کی غذاء زمین سے نکلنے والی غذائیں اور ہوا پانی ہے، روح کی غذاء معرفت الٰہی ہے، جس طرح جسم کو غذاء نہ دینے سے وہ بیمار ہوجاتا ہے، کمزور ہوکر مرجاتا ہے، اسی طرح روح کو معرفتِ الٰہی نہ ملے تو روح کمزور اور بیمار ہوکر مردہ بن جاتی ہے، انسان اخلاقِ رذیلہ اور بداعمالیوں کا شکار ہوجاتا ہے، جب روح کمزور ہوجاتی ہے تو انسان ایمان بنانے اور آخرت کی فکر کرنے کے بجائے دنیا بنانے کی فکر میں لگ جاتا ہے، اس کی ساری محنتیں ومشقتیں اور قوتیں صرف دنیا بنانے پر خرچ ہوتی ہیں، موجودہ زمانہ میں مسلمان اپنی اولاد میں سب سے پہلے ایمان پیدا کرنے کی تعلیم دینے کے بجائے غیر مسلموں کی طرح ان کی صرف دنیا کی فکر کررہے ہیں، یہ کیفیت بتلاتی ہے کہ وہ خود اور اپنی اولاد کو گھاٹے اور خسارے کی طرف لے کر چل رہے ہیں اور دنیا میں شرکیہ عقائد واعمال اختیار کرکے منافق اور فاسق وفاجر اولاد کے پودے لگا کر خسرانِ مبین میں مبتلا ہیں، اگر وہ انسانی تاریخ پر غور کریں گے تو انسانوں میں ایمان کے انکار اور دوری سے نمرود، ہامان اور فرعون جیسے لوگ حکومت رکھ کر ناکام ہوگئے، قارون دولت رکھ کر ناکام ہوگیا، عاد وثمود بہترین ہنر اور طاقت رکھ کر ناکام ہوگئے، ابوجہل، ابولہب، عتبہ وشیبہ سردارِ قوم رہ کر ناکام ہوگئے، ان کے برعکس، حضرت بلال حبشی، حضرت سلمان فارسی، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم جیسے بے سہارا اور غلام لوگ ایمان رکھ کر کامیاب ہوگئے۔

ہم لوگ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة میں دنیا کے حسنات کیا ہیں؟ اس کو

ذہن میں رکھ کر اللہ سے دعاء مانگیں، دنیا کے حسنات میں دولت کا ملنا، عہدہ وکرسی کا ملنا، سامانِ عیش کا ملنا، عمدہ غذائیں اور لباس کا ملنا، کثرت سے اولاد کا ملنا، یہ وہ تمام چیزیں دنیا کے نافرمان چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں، مشرکوں، کافروں، منافقوں، فاسقوں اور فاجروں ایمان سے محروم انسانوں سبھی کو ملتی ہیں، حقیقی مؤمن کے لئے دنیا کے حسنات ایمان کا ملنا اور نیک اور صالح اولاد کا ملنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے اور قرآن مجید پر ایمان رکھنے، تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے، پردہ اختیار کرنے، حلال رزق کے ملنے، اللہ کی نافرمانیوں سے دور رہنے، یہود ونصاریٰ کے کلچر سے بچنے وغیرہ کا نام حسناتِ دنیا ہے، اگر یہ تمام چیزیں ایمان اور عمل صالح کے بغیر ملے تو وہ گھاٹے اور خسارے والی چیزیں ہیں، مگر اکثر مسلمان اس دعاء کے ذریعہ حسنات سے صرف دنیا مانگتے ہیں، حسنات سے ایمان، اسلام، احسان اور تقویٰ وپرہیزگاری نہیں مانگتے جو کہ دنیا وآخرت کی کامیابی کا اصل ذریعہ ہیں۔

اپنی اولاد کو مسلمان بنانا ہوگا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان پیدائشی طور پر حقیقی مسلمان بن کر پیدا نہیں ہوتا، اس کو باشعور مسلمان بنانا ماں باپ اور استاد کا کام ہے، جس طرح پرندے سے پرندہ، بکری سے بکری، درخت سے درخت پیدا ہوتا ہے اسی طرح انسان سے انسان پیدا ہوتا ہے، انسان کے بچے کو باقاعدہ مسلمان بنانا پڑتا ہے، ورنہ وہ مشرک، کافر، منافق اور فاسق وفاجر بن جاتا ہے، خود بخود باشعور مسلمان نہیں بنتا، یہی وجہ ہے کہ بہت سے بچے غیر مسلموں کے ماحول میں پیدا ہوکر شعور آنے کے بعد علم حاصل کر کے مسلمان بنتے ہیں، اسی طرح مسلم ماحول میں پیدا ہونے والے بچے کو علم دینے کے بعد وہ اللہ کی پہچان کے ساتھ حقیقی مسلمان بن سکتا ہے۔

جس طرح ڈاکٹر کا بیٹا ڈاکٹر کے گھر میں پیدا ہوجانے سے ڈاکٹر نہیں بن جاتا، بلکہ

اُسے باقاعدہ بھرپور جدوجہد کے ساتھ پڑھ کر ڈگری حاصل کرنا پڑتا ہے، کئی سال اسکول اور کالج میں تعلیم حاصل کرنا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر ڈاکٹر بنتا ہے، بغیر علم حاصل کئے صرف ڈاکٹر کا لباس پہننے سے آلہ گلے میں ڈال لینے یا نام رکھ لینے سے کوئی ڈاکٹر نہیں بن جاتا، لوگ اس کو ڈاکٹر نہیں کہتے۔

شمالی ہند کے ایک بزرگ نے اپنے مریدوں کو سمجھانے کے لئے ایک ٹین کے ڈبے پر ماروتی لکھ دیا، لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ بزرگ نے کہا: یہ ماروتی کار ہے، اس پر لوگوں نے کہا: اس میں وہ اوصاف اور خصوصیات نہیں جو ماروتی کار میں ہوتی ہیں، یہ تو ایک معمولی ٹین کا ڈبہ ہے، اس پر ماروتی کار نام لکھنے سے یہ ماروتی کار نہیں بن جاتا، بزرگ نے ان لوگوں سے پوچھا: پھر تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں، بزرگ نے کہا: صرف ڈبّے کی طرح اپنے باڈی کا نام مسلمان جیسا رکھ لینے اور مسلمان جیسا حلیہ اختیار کر لینے اور لباس پہن لینے، حکومتی دفاتر کے رجسٹرس میں مسلمان کے خانہ میں اپنا نام درج کرا دینے سے کیا تم مسلمان ہو گئے؟ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی نہیں، تم صرف کلمہ زبان سے پڑھنا جانتے ہو، مگر مسلم جیسے صفات سے خالی ہو۔

بالکل اسی طرح اگر ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیم میں سب سے پہلے اللہ کی پہچان نہ دے کر دینی تعلیم دیں گے، کلمہ، نماز، دعائیں اور چند سورتیں رٹا دینے یا وضو، غسل، نماز روزہ کے مسائل یاد دلانے سے کیا ہمارا بچہ ایمان والا بن جائے گا؟

رسول اللہ ﷺ کے بعد اب کوئی پیغمبر آنے والا نہیں، اللہ نے ہم کو رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ بنا کر رکھا ہے، اب رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم دنیا کے دوسرے انسانوں کے لئے استاد اور ڈاکٹر کی حیثیت سے رکھے گئے ہیں، اگر ہم ڈاکٹر اور استاد ہوتے ہوئے اللہ کی معرفت ہی نہ رکھیں اور ایمان کی حقیقت ہی کو نہ سمجھیں تو دنیا کے انسانوں کو ایمان کیسے سمجھائیں گے؟ صرف چند الفاظ رٹا دینے سے ایمان نہیں آجاتا، جس طرح جسمانی ڈاکٹر بننے والے بچے کو مردہ لاش کو چیر کر جسم کا نظام سمجھایا جاتا ہے اسی طرح ہمیں ایمان کے تمام اجزاء کو تفصیل کے

ساتھ کھول کھول کر سمجھانا پڑے گا، تب ہی ہمیں ایمان کی کچھ حقیقت سمجھ میں آئے گی۔

موجودہ زمانہ میں زیادہ تر مسلمان ایمان کو سمجھے بغیر عبادات کی مشق کر کے اسلام کی پابندی کر رہے ہیں، جب تک ایمان صحیح نہیں ہوگا اور جب تک ایمان میں شعور پیدا نہیں ہوگا ہمارا کلمہ صحیح نہیں ہوتا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسری عبادات اور اعمال قبولیت کا درجہ نہیں پاسکتے۔

شیخ جمال الدین افغانی ایک بزرگ تھے، ایک مرتبہ مقام شقر سے تین سو میل دور مشرق کی جانب مقام آق سو کی طرف جلاوطنی کی حالت میں سفر کر رہے تھے، دورانِ سفر تاتاری شہزادہ تغلق تیمور خان شکار کے لئے آیا تھا، اس کی نگاہ ان کے خیمہ پر پڑی، اس نے حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے پیش کیا جائے، دورانِ گفتگو اس نے پوچھا کہ میرا یہ کتا جو شکار کے لئے اس کے ساتھ تھا کہا: اوبڈّھے! بتا کہ تو اس کتے سے اچھا ہے یا یہ کتا تجھ سے اچھا ہے؟ شیخ نے نہایت ہی صبر و نرمی سے جواب دیا کہ: اگر مجھ میں ایمان ہے تو میں اچھا ہوں، ورنہ کتا مجھ سے اچھا ہے، شہزادے کے دل پر اس جواب کا بہت اثر ہوا، فوراً اکیلے میں بلا کر پوچھا، وہ کیا شئے ہے جو انسان کو کتے سے بہتر بناتی ہے؟ شیخ نے کہا: اسلام کے مطابق اللہ پر ایمان لانا اور اسلام کے طریقے پر زندگی گذارنا، پھر تفصیل سمجھائی، شیخ کی باتیں سن کر شہزادہ رونے لگا اور کہا کہ ابھی میرے اختیارات محدود ہیں، جب میں تخت پر بیٹھوں اس وقت میرے پاس آکر ضرور ایمان کی دعوت دینا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ضرور ایمان لاؤں گا۔

ایمان مفصل کو اس طرح سمجھانے کے بعد یاد دلایئے!

مسلمان عقیدۂ ایمان کو بغیر سمجھے ایمان مفصل کے عنوان پر یاد کر لیتے ہیں، اس کی کوئی سمجھ حاصل نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ زندگی بھر بے شعوری والا ایمان رکھتے ہیں، اسلام کی بنیاد اصل عقیدۂ ایمان ہی ہے، اِسی پر سارا اسلام ٹھہرا ہوا ہے، اگر اِسی کی سمجھ بوجھ حاصل نہیں کی گئی تو سارے اسلام کی سمجھ بے شعور ہو جائے گی، اس لئے ہم خود بھی اور

اپنے بچوں کو بھی ایمان مفصل یاد دلانے سے پہلے اس کی سمجھ بوجھ اچھی طرح حاصل کریں اور سمجھائیں، انشاء اللہ پھر ہمارے اسلام میں جان پیدا ہوگی اور ہم اسلام پر مضبوطی کے ساتھ جم سکیں گے اور پختہ ومضبوط مسلمان بن سکیں گے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ایمان لانے کی تاکید کی ہے۔

انسان کی زندگی کے سات اسٹیشن ہیں

انسان دنیا میں مختلف اسٹیشنوں سے گذرتا ہوا آرہا ہے اور پھر یہاں سے مختلف اسٹیشنوں سے گذر کر آخرت میں چلا جائے گا.انسانی زندگی کا پہلا اسٹیشن عہدِالست ہے، دوسرا اسٹیشن باپ دادا(نسل در نسل)،تیسرا اسٹیشن ماں کا پیٹ، چوتھا اسٹیشن دنیا، پانچواں اسٹیشن قبر کا گڑھا(عالم برزخ)، چھٹواں اسٹیشن میدان حشر، ساتواں اسٹیشن جنت یا دوزخ ہے؛ جواس کی اصل منزل ہوگی۔

(۱)عالم الست (عہدالست یاعالم ارواح) (۲)نسل درنسل (باپ کی ریڑھ کی ہڈی)

(۳)ماں کا پیٹ (۴) دنیا (۵)عالم برزخ

(۶)میدان حشر (۷)جنت یا دوزخ

ان تمام اسٹیشنوں میں صرف دنیا ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر ایمان لانے اور عمل کا مطالبہ کیا گیا، کسی دوسرے اسٹیشن پر ایمان لانے کا نہ مطالبہ ہے اور نہ وہاں ایمان ہی قبول کیا جائے گا۔

دُنیا کی زندگی میں ایمان لانے کا مطالبہ کیوں ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر دنیا ہی کی زندگی میں ایمان لانے کا مطالبہ کیوں ہے؟ دنیا سے ہٹ کر دوسرے اسٹیشنوں پر ایمان لانے کا مطالبہ کیوں نہیں اور وہاں ایمان کیوں قبول نہیں کیا جائے گا؟

اس لئے کہ دنیا کے علاوہ انسانی زندگی کے جتنے اسٹیشن ہیں وہ نہ دارالاسباب ہیں اورنہ وہاں امتحان لیا جارہا ہے دنیا ہی کو اللہ تعالیٰ نے دارالاسباب بنایا اور یہاں امتحان لیا جارہا ہے،اس لئے دنیا ہی ایمان وعمل کے امتحان اورآزمائش کی جگہ ہے۔

دنیا کے علاوہ انسانی زندگی کے جتنے اسٹیشن ہیں وہ نہ دارالاسباب ہیں اورنہ وہاں امتحان لیا جارہا ہے،اسی لئے دنیا ہی ایمان کے امتحان وآزمائش کی جگہ ہے۔

دنیا کے علاوہ دوسرے اسٹیشن دارالاسباب نہیں!

☆ عالم الست میں اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو جمع کیا اوروہاں اُن سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا سوال کیا اورتعلیم دی کے میں تم سب کو دنیا میں بھیج رہا ہوں ،وہاں مجھے بغیر دیکھے مان کرآنا اورمیری محبت کے ساتھ اطاعت وغلامی کرنا ،وہاں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو بغیر ماں باپ کے جمع کیا گیا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں داخل کردیا گیا ،وہاں نو مہینے تک نہ کسی انسان کو ماں کے پیٹ میں رہنا پڑا اورنہ بچپن جوانی سے گذرنا پڑا، وہاں پر اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے محض اپنی قدرت سے نکالا اور پھر اپنی قدرت سے حضرت آدمؑ کی پشت میں داخل کردیا ،ذراغور کیجئے ساری انسانیت کیسے حضرت آدمؑ کی پشت میں آسکتی ہے ،یہ صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال تھا۔

☆ اسی طرح انسان حضرت آدم علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا باپ درباپ ،نسل درنسل ماں کے پیٹ میں آتا ہے،اس کا یہ منتقل ہونا بھی بغیر اسباب کے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہوتا ہوا چلا آرہا ہے۔

☆ پھر ماں کے پیٹ میں بغیر کسی سانچے کے اور بغیر اسباب کے اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء بناتا ہے، ماں کا پیٹ بھی تقریباًاس کے لئے دارالاسباب نہیں، وہاں وہ بغیر آلہ اور سانچے کے تیار ہوتا ہے،اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔

☆ انسان دنیا سے انتقال کرتا ہے تو میدان حشر قائم ہونے تک عالم برزخ میں رہتا

ہے، عالم برزخ میں بھی وہ بغیر اسباب کے رہتا ہے، اس کے پہلے دروازے قبر میں بغیر اسباب کے اس کو چند سکنڈوں میں سوال جواب دینے پڑتے ہیں اور وہاں سے اس کی جزا اور سزا شروع ہوجاتی ہے، مثلاً قبر اس کو دبائے گی، جنت و دوزخ اس کو بتلائے جائیں گے، وہاں انسان ایمان قبول کرے یا ایمان کا اعلان کرے تو اس کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔

☆ پھر قیامت قائم ہوتے ہی اس کو بغیر ماں باپ یعنی بغیر اسباب کے قبر سے اٹھایا جائے گا اور عالم برزخ سے میدان حشر میں لایا جائے گا، جبکہ وہ دنیا میں بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں ہوتا، میدان حشر بھی بغیر اسباب کی جگہ ہے، وہاں تمام کام بغیر اسباب کے ہوں گے، قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا دن ہوگا، سب لوگ پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔

☆ پھر میدان حشر سے ہوتا ہوا پل صراط پر سے گذر کر جنت یا دوزخ میں چلا جائے گا، جنت اور دوزخ بھی دارالاسباب نہیں، وہاں کے تمام کام بغیر اسباب کے ہوں گے، مثلاً دوزخی کو سزا دی جائے گی، اس کا سارا جسم جل کر کوئلہ ہوجائے گا، اب اس کو نیا جسم دینے کے لئے پھر سے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا نہیں پڑے گا، زبان کاٹی جائے گی، خود کشی کرنے والے خودکشی کرتے رہیں گے، دنیا میں انسان جل جائے تو مرجاتا ہے، وہاں جلنے کے باوجود موت نہیں آئے گی، خود بخود نئی کھال جسم پر چڑھتی جائے گی، دوزخ میں بار بار اور مسلسل جلنے کے باوجود موت نہیں آئے گی، اسی طرح دوزخ میں بھوک اور پیاس سے بے چین ہونے کے باوجود موت نہیں آئے گی، دوزخی کے سر کو کچلا جائے گا اور زبان کاٹی جائے گی پھر بھی موت نہیں آئے گی۔

☆ اسی طرح جنت میں غذاؤں کی تیاری کے لئے تیل، گھی، آگ، مسالے وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی، بغیر پکائے بغیر آگ جلائے بہترین غذائیں صرف جنتی کی خواہش اور خیال پر اللہ تعالیٰ اس کے سامنے آنے کا انتظام کردے گا، دنیا میں انسان غذائیں کھاتا ہے تو بول براز کرتا ہے مگر وہاں بول براز اور گندگی نہیں ہوگی، پسینہ سے غذائیں ہضم ہوجائیں گی، پسینہ میں خوشبو ہوگی، جنتی پرندوں کو کھانا چاہے گا تو وہاں شکار کرنے اور ذبح

کرنے کی ضرورت ہی نہیں، پرندہ خود بخود تل بُھن کر سامنے تیار ہوکر اس کی ڈِش میں آجائے گا، جنتی کوئی پھل کھانا چاہے گا تو اُسے پھل توڑنے کے لئے درخت پر چڑھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی، ڈالیاں خود بخود اللہ تعالیٰ کے حکم سے جھک کر جنتی کے سامنے آجائیں گی، غرض جنت اور دوزخ بھی دارالاسباب نہیں ہیں، جنت تو ایمان والوں ہی کا ٹھکانہ ہوگا، وہاں ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آخرت کی زندگی میں ایمان لانے کا مطالبہ کیوں نہیں؟

قبر، حشر، جنت، دوزخ یعنی آخرت میں انسانوں اور جنوں سے ایمان لانے کا نہ مطالبہ کیا جائے گا اور نہ وہاں ایمان لانے کو قبول ہی کیا جائے گا، اس لئے کہ آخرت کے تمام مقامات پر انسان اور جن بغیر اسباب کے سب کچھ ہوتا ہوا دیکھیں گے، ان کو سب کچھ مطلق خدا کی قدرت سے ہوتا ہوا نظر آئے گا، نہ وہاں کوئی خدا کا انکار کرے گا اور نہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا، اس کے برعکس مشرکین اپنے معبودوں کو بُرا بھلا کہیں گے اور خدا کے علاوہ کسی کو خدا نہیں مانیں گے، اس لئے وہاں پر ایمان لانے کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا، ہر کوئی صرف خدا ہی کو مانے گا، ویسے جنت میں تو وہی لوگ جائیں گے جو دنیا میں بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ کو پہچان کر ایمان لائے اور اسلام پر زندگی گذاری۔

آخرت چونکہ دارالاسباب نہیں اور آخرت میں اسباب کی کوئی حقیقت واہمیت ہی نہیں، وہاں اسباب کا دخل نہیں، وہاں انسان اور جن بغیر اسباب کے سب کچھ محض خدا کی قدرت سے ہوتا ہوا دیکھیں گے اور انسان اور جن کی نگاہیں اسباب پر نہیں جائیں گی، صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے کمالات کو بغیر کسی اسباب کے ہوتے ہوئے دیکھیں گے؛ اس لئے وہاں پر ایمان لانے کا مطالبہ بھی عقلمندی کی دلیل نہیں۔

صرف دنیا ہی میں ایمان لانے کا مطالبہ ہے

دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے بالکل برعکس ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی کو نظر نہیں آتا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر غیب پر ایمان لانے کی شرط ہے، یہاں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو بہت سارے اسباب سے ظاہر کرتا ہے اور مخلوقات کی ضرورتوں کو اسباب سے پوری کرتا ہے، مثلاً چاند، سورج سے روشنی، گرمی اور دن ورات کا نظام رکھا، بادلوں سے پانی کے برسنے کا انتظام کیا، پانی کے ذریعہ تمام جانداروں کو زندگی عطا فرماتا ہے، زمین کو غلہ اناج ترکاریاں اُگانے کا ذریعہ بنایا، درختوں اور پودوں کو پھل پھلاری میوے اور دوسری چیزوں کے نکلنے کا ذریعہ بنایا، جانوروں کو دودھ، انڈے اور گوشت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا، دواؤں سے بیماریوں کو دور کرنے، غذا سے بھوک کو مٹانے کا انتظام کیا، نوکری، دکان، تجارت کو پلنے کا ذریعہ بنایا، غرض اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دراصل دارالاسباب بنا کر انسان اور جن کو اُن کے درمیان رکھا ہے اور دنیا کو ان کے امتحان اور آزمائش کی جگہ بنا کر ایمان لانے اور اطاعت کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

سورج، چاند، ستارے، سیارے، زمین، آسمان، ہوا، پانی، دریا، سمندر ندی، نالے، ابر، جنگلات، پودے، درخت، برسات، جانور، پہاڑ، آگ، سونا، چاندی اور دوسری دھاتیں وغیرہ

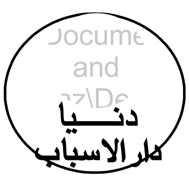

دُکان، مکان، نوکری، تجارت، زراعت، دولت، جائیداد، عہدہ، کرسی، بیماریاں، دوائیں، ڈاکٹر، دواخانے، موت، حیات، عورت ومرد، نر ومادہ، سواریاں، ماں باپ، اولاد، شوہر وغیرہ

دنیا میں انسان کو بغیر سورج کے روشنی اور گرمی نہیں ملتی، بغیر ہوا کے وہ سانس نہیں لے سکتا، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے بغیر ہوا کے آسمانوں میں زندہ ہیں، بغیر غذاؤں کے انسان زندہ نہیں رہ سکتا، بغیر زراعت کے وہ اناج حاصل نہیں کرسکتا، یہ تمام چیزیں اس کو اسباب سے ملتی ہوئی نظر آتی ہیں، چنانچہ اب انسان کا یہ امتحان ہے کہ وہ اسباب کے درمیان میں رہ کر اسباب سے نفع ونقصان حاصل کر کے اور اپنی مختلف ضرورتیں اسباب سے پوری کر کے آیا وہ اپنی نظر اللہ تعالیٰ پر رکھتا ہے یا اسباب پر؟ آیا وہ

اسباب کو اصل سمجھتا ہے یا اللہ تعالیٰ کو؟ پیغمبروں کے ذریعہ انسانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ دنیا کی اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے اسباب کے درمیان رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کو اصل مانے اور اُسی سے اپنا تعلق قائم کرے اور اُسی کی محبت میں زندگی گذارے اور بغیر دیکھے اس سے ڈرے اور اُسی کی اطاعت وغلامی کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مالک ومعبود مانے، اُسی پر نگاہ رکھے، اُسی کو نفع ونقصان دینے والا اور ضرورتوں کو پورا کرنے والا مانے، اِسی لئے انسان وجن سے دنیا کی اس زندگی میں ایمان لانے کی شرط رکھی گئی ہے اور اِسی میں ان کی آخرت کی کامیابی چھپی ہوئی ہے اور یہ تعلیم دی گئی کے جو انسان اسباب کے درمیان میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو مانے، اسباب کو اصل نہ سمجھے وہ ایمان والا ہوگا، اور جو اسباب کے درمیان میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر سے نگاہ ہٹا کر اسباب کو اصل سمجھے اور اسباب سے بھی نفع ونقصان کا عقیدہ رکھے وہ غیر ایمان والا کہلائے گا؛ مگر عجیب بات ہے کہ دنیا کے وہ انسان جو ایمان سے دور ہیں سورج، چاند، زمین، درخت، جانور کے علاوہ دُکان، نوکری، ڈاکٹر، عہدہ، کرسی، ماں باپ، شوہر اور اولاد سے بننے اور بگڑنے کا یقین رکھتے ہیں، اس کے برعکس وہ مسلمان جو شعوری ایمان نہیں رکھتے وہ سورج، چاند، زمین، درخت اور جانوروں کی تو پرستش نہیں کرتے؛ مگر ایمان کی کمزوری کی وجہ سے کلمہ پڑھ کر بھی دُکان، نوکری، دوا، ڈاکٹر، عہدہ، کرسی، ماں باپ، شوہر اور اولاد سے بننے بگڑنے کا یقین رکھتے ہیں اور ان کو بھی اصل سمجھتے ہیں۔

☆ اگر دنیا دارالاسباب نہ ہوتی اور دنیا کے تمام کاروبار بغیر اسباب کے مطلق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتے رہتے تو یہاں پر بھی ایمان لانے کا مطالبہ نہ ہوتا، یعنی بغیر سورج کے دن رات بنتے، بغیر ہوا کے جاندار زندہ رہتے، بغیر پانی کے سب کچھ ہوتا، بغیر درختوں اور جانوروں کے غذائیں ملتیں، انسان بغیر ماں باپ کے پیدا ہوجاتے، بغیر نوکری اور تجارت کے پلتے، بغیر ڈاکٹر اور دواؤں کے اچھے ہوجاتے تو انسان خدا کے علاوہ کسی کو بھی خدا کے ساتھ شریک نہ کرتا، صرف خدا ہی کو مانتا، مگر چونکہ اسباب کے پیچھے وہ

خدا کی قدرت کونہیں دیکھتا؛ اس لئے اسباب سے دھوکہ کھا کر خدا کو مانتے ہوئے اسباب کوبھی خدا جیسا سمجھتا اور اسباب سے بھی بننے بگڑنے کا عقیدہ قائم کر لیتا ہے۔

دنیاہی جنت ودوزخ کمانے کی جگہ ہے!

دنیا کی اس امتحان والی زندگی میں انسانوں اور جنوں کو پوری آزادی واختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو ایمان قبول کریں یا چاہیں تو قبول نہ کریں، ان پر زور زبردستی نہیں کی جائے گی اور دنیا کی زندگی ختم ہونے تک ایمان والوں اور غیر ایمان والوں کو دنیا کی تمام نعمتیں ملتی رہیں گی اور حق چھپا ہوا رہے گا، وہ یا تو اپنی مرضی اور خوشی سے ایمان قبول کر سکتے ہیں یا پھر غیر ایمان والے بنے رہ سکتے ہیں، دنیا ہی میں جنت اور دوزخ کے بازار ہیں، یہیں پر جنت و دوزخ کا سامان ملتا ہے؛ مگر شرط یہ ہے کہ وہ خدا کو، فرشتوں کو، قبر کے حالات کو، میدان حشر کو، پل صراط کو، جنت اور دوزخ کو دیکھے بغیر ایمان لائیں، اسے ایمان بالغیب کہا گیا، اسی ایمان پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔

دنیاایمان والوں اورغیر ایمان والوں کے لئے امتحان کی جگہ ہے

دنیا میں دو گروپ ہو گئے ہیں، ایک ایمان والوں کی جماعت دوسرے غیر ایمان والوں کی جماعت، مگر دونوں کی فطرت صحیح رکھی گئی، دونوں کو عقل، فہم، ضمیر، علم، سمجھانے والے سب کچھ انتظام کیا گیا، یوں سمجھئے کہ ایک کو اندھیرے والے ماحول میں رکھا گیا دوسرے کو اجالے والے ماحول میں، اب اجالے والے (ایمان والوں) کا امتحان یہ ہے کہ وہ خود اجالے میں چلیں اور اندھیرے والوں کو اجالے کی طرف دعوت دیتے رہیں، اگر انہوں نے یہ کام کیا تو وہ کامیاب ہو جائیں گے۔

☆ اندھیرے والوں پر یہ امتحان ہے کہ جب ان کو اجالے کی طرف آنے کی دعوت دی جائے یا ان کو اجالا نظر آئے تو وہ اندھیرے والے ماحول کو چھوڑ کر اجالے کی طرف فوراً

آ جائیں، اس کے لئے اگر ان کی عمر سو سال کی ہو، ان کو ۹۹؍سال گیارہ مہینے، ۲۹؍دن اور گیارہ گھنٹوں کا وقت دیا گیا، اگر وہ مرنے سے پہلے سکرات شروع ہونے سے پہلے بھی ایمان قبول کرلیں تو ان کے پچھلے سارہ گناہ معاف کردئے جائیں گے، چنانچہ فرعون جب اس پر آخرت کے حالات کھل چکے تھے ایمان قبول کرنے کا اعلان کیا تو اس کے ایمان کو نہیں مانا گیا، میدان حشر میں کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ سے دوبارہ پھر دنیا میں بھیجنے کی درخواست کریں گے کہ وہ ایمان لاکر واپس آئیں گے تو ان کے اس مطالبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا، اس لئے ایمان قبول کرنے نہ کرنے کا موقع صرف دنیا ہی میں رکھا گیا ہے، پھر دوبارہ یہ موقع کسی بھی انسان کو حاصل نہیں ہوگا، آخرت میں سب کچھ دیکھنے کے بعد ایمان قبول کرنا کوئی کمال نہیں، وہاں تو فرشتے نظر آئیں گے، حشر کا میدان اور اس کے حالات نظر آئیں گے، جنت ودوزخ کے انعامات وعذابات نظر آئیں گے، وہاں ایمان لانا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، وہاں انکار کا یا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا، انسان وہاں پر ایک بار پھر دنیا میں بھیجنے کی درخواست کرے گا جو قبول نہیں کی جائے گی۔

دنیا میں انسانوں کی گمراہی

☆ دنیا میں بہت سے انسان خدا کے نظر نہ آنے پر خدا کا انکار کرتے ہیں اور کائنات کا سارا نظام خود بخود چلنے کا تصور رکھتے ہیں، یہ لوگ کافر کہلاتے ہیں۔

☆ بہت سے لوگ باپ دادا کی تقلید میں خدا کو مانتے تو ضرور ہیں مگر پہچان نہیں رکھتے اور خدا کے ساتھ ساتھ کائنات کی دوسری چیزوں میں بھی خدا جیسی صفات مانتے ہیں اور ہر چیز کے علاحدہ علاحدہ خدا مانتے ہیں، ان کی مورتیاں بنا کر ان کی بھی پرستش کرتے ہیں، یہ لوگ مشرک کہلاتے ہیں۔

☆ بہت سے مسلمان پیدائشی طور پر مسلم ماں باپ کے پیٹ میں پیدا ہوتے ہیں مگر ایمان کی تعلیم صحیح طور سے حاصل نہیں کرتے، جس کی وجہ سے وہ تقلیدی، خاندانی، قانونی،

فقہی اور بے شعوری والا ایمان رکھتے ہیں، پیغمبر، ولیوں اور بزرگوں میں خدا کی صفات مانتے اور غیر مسلوں کی طرح ان سے بھی بننے بگڑنے کا تصور رکھتے اوران سے مدد مانگتے، منتیں مانگتے اوران کے نام کے چڑھاوے چڑھاتے اوراسباب سے بننے بگڑنے کا بھی یقین رکھتے ہیں، اسلام نے ایمان والوں کوصحابہ جیسا خالص ایمان لانے کی تعلیم دی ہے اور خالص ایمان پر اعمال کی قبولیت اورنجات کا دارومدار رکھا۔

دنیا میں ایمان کے ساتھ ساتھ عمل کا مطالبہ کیوں ہے؟

جب ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں تو قرآن مجید میں بار بار ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کا مطالبہ ہے، صرف ایمان کا مطالبہ نہیں، آخر ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کا مطالبہ کیوں کیا جارہا ہے؟ یہ بھی بڑا دلچسپ سوال ہے اس کو بھی سمجھنا ضروری ہے، قرآن مجید انسانوں کوایمان کی دعوت دے کر اعمال صالحہ اختیار کرنے کی تاکید کررہا ہے، یعنی اسلام پر زندگی گذرانے کا مطالبہ کرر ہا ہے، یعنی ایمان لاؤ اور اسلام پر زندگی گذارو۔

حضرت محمد ﷺ کی لائی ہوئی تمام تعلیمات کو بغیر کسی شک وشبہ کے دل سے مان لینا، یقین کر لینا اور تصدیق کرنا ایمان کہلاتا ہے اور ایمان قبول کر لینے کے بعد اپنے آپ کو اپنی مرضی، خوشی ورضامندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردینا اسلام ہے، یعنی من چاہی زندگی چھوڑ کر اپنی مرضی، خوشی اور محبت کے ساتھ رب چاہی زندگی اختیار کرنا اسلام ہے، نافرمانی کا اختیار رکھنے کے باوجود خوشی خوشی فرمانبرداری اختیار کرنا اسلام ہے۔

دنیا

ایمان لاؤ — عمل اختیار کرو (اسلام پر زندگی گذارو)

ایمان، اسلام اوراحسان کیا ہے؟

اللہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کوانسانی شکل میں بھیج کر اس کی تعلیم دی۔

☆ ایمان سے مراد اللہ پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، پیغمبروں پر، آخرت پر اور تقدیر پر ایمان لانا، اسی کا نام ایمان ہے، اسی کا نام دین ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ تک بھیجا گیا۔

☆ اسلام سے مراد کلمۂ شہادت، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج یعنی دین پر عمل کرنے ان اعمال کو ادا کرنے طہارت، وضو، غسل، پردہ، حرام وحلال اور حقوق کی ادائیگی یعنی تمام شریعت اسلام ہے۔

☆ احسان سے مراد عبادت واطاعت ایسی کرنا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اللہ تم کو دیکھ رہا ہے، اگر یہ تصور نہیں کر سکتے تو یہ تصور رکھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ایمان + اسلام = احسان

صحیح ایمان + صحیح اسلام = احسان (حسن، خوبصورتی، کمال)

خالص ایمان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے تو وہ ایمان اور اسلام کا حسن، کمال اور خوبصورتی احسان ہے، یہاں احسان دراصل حسن و خوبی اور کمال کے لئے استعمال ہوا ہے، یہ ہماری زبان اردو کا احسان نہیں ہے۔

دنیا کے تمام کاموں میں قدر اسی کی کی جاتی ہے جو اپنے کام میں حسن، خوبصورتی اور کمال رکھتا ہو، مثلاً ایک ڈاکٹر عمدہ علاج، نرم مزاج اور میٹھی گفتگو، مریض پر پوری توجہ اور صحیح تشخیص کرنے والا ہو، سب لوگ اسی کو پسند کرتے ہیں، گھنٹوں اس کے دواخانے میں انتظار کرتے ہیں، ایک میستری، بڑھئی بہترین کاریگر ہو اور دیانت دار ہو اور واجبی مزدوری لیتا ہو تو ہر کوئی ان کو پسند کرتا ہے، انہی کی تلاش میں رہتا ہے، غرض ہر شعبہ میں حسن، کمال اور خوبی ہو تو قدر کی جاتی ہے، اسی طرح ہماری عبدیت میں بھی کمال ہو۔

اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت وبندگی ایسی کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہیں کر سکتے تو سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے، (بخاری، مسلم) یہ ایمان اور اسلام حسن، کمال اور خوبی ہے جو احسان کہلائے گا۔

انسان جس طرح عدالت میں کسی جج کے سامنے ٹھہرتا ہے تو اپنے آپ کو پوری طرح اسی کی طرف متوجہ رکھتا ہے، حاضر دماغی سے اس کی پوری بات سنتا ہے، غافل بن کر یا غائب دماغ بن کر نہیں ٹھہرتا، بے رخی نہیں کرتا، اس وقت اپنے کسی دوسرے آدمی سے بھی بات نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی طرف سے توجہ ہٹاتا ہے، نام پکارنے پر دوڑا دوڑا حاضر ہو جاتا ہے۔

یہی حال نماز کے وقت یا دوسرے کاموں میں اللہ کی عبدیت و بندگی کرتے وقت ہونا چاہئے، ہر کام میں ہر حال میں اللہ کے سامنے ہونے اور اللہ کے دیکھنے کا تصور ہونا چاہئے، دنیا کے جج، بادشاہ اور حکمرانوں کا ادب واحترام کیا جاتا ہے اور پوری توجہ سے ان کی بات سنی جاتی ہے، مگر حالت نماز میں حاض دماغی اور پوری توجہ کے ساتھ اللہ کے سامنے ٹھہرنے کا تصور کیوں نہیں کیا جاتا؟ اللہ سے غفلت اور اللہ کے سامنے ٹھہر کر غائب دماغی کیسی؟ جسم کو تو نماز میں حاضر رکھا جاتا ہے مگر دل و دماغ غائب رہتا ہے، اگر غائب دماغی کے ساتھ نماز ادا کی جائے تو یہ نماز کا حسن، کمال اور خوبی نہیں، یہ نماز میں احسان نہیں، نماز کا کمال، حسن وخوبی یہ ہے کہ اذان کے ساتھ ہی گھر سے پورے خشوع وخضوع کے ساتھ مسجد کی طرف نماز کے ارادے سے وضو کر کے نکلو، عمدہ لباس، خوشبو لگا کر، زبان سے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے مسجد جاؤ، یہ نہیں کہ ظاہر میں تو سب کچھ ٹھیک کر لیا مگر دل و دماغ پورا نماز سے باہر دنیا کے کاروبار میں لگا دیا تو یہ نماز کا حسن، خوبی اور کمال نہیں، ذرا سوچو! اگر انسان کسی سے ملاقات کے لئے جائے اور اس کے سامنے ٹھہر کر دل و دماغ کسی دوسری طرف متوجہ رکھے اور غائب دماغی سے ملاقات کرے تو یہ بے دلی، بے توجہی کی ملاقات ہوگی، جسم موجود رہے گا دماغ غائب ہوگا، ملنے والا تو کہے گا کہ: بھائی! آپ کی آنکھیں اور کان تو میری طرف ہیں مگر دل و دماغ دوسری طرف، یہ مجھ سے ملاقات کا طریقہ نہیں، نماز کا حسن تو یہ ہے کہ نماز میں عبدیت و بندگی کا کمال پیدا کیا جائے، یہ نہیں کہ نماز میں آ کر صف میں شریک تو ہو گئے، نہ قراءت کی طرف دھیان، نہ تکبیرات و تسبیحات کا احساس، بس مجبوری، بیزاری، لاپرواہی، بے دلی، ہلتے جلتے ٹھرے رہیں، یہ

نماز کا حسن اور کمال نہیں۔

اسی طرح زندگی کے دوسرے تمام کاموں میں ہر کام اللہ کے لئے، اللہ کو راضی کرنے، اللہ کے حکموں کو پورا کرنے، اللہ کے دیکھنے، سمیع وبصیر کا تصور رکھ کر کرتے رہنا اسلام وایمان کا احسان وکمال ہے، ورنہ ایمان واسلام میں حسن وخوبی اور کمال باقی نہیں رہے گا اور انسان احسان کے درجہ سے دور ہو جائے گا۔

ایمان بھی صحیح اور اسلام بھی صحیح ہو تو یہ احسان ہے!

اس کو ایک مثال سے سمجھو بریانی تیار کرنے کے لئے چاول، گوشت، مسالہ، دہی، لیمو، نمک وغیرہ چاہئے، اب اگر سب چیزیں برابر ہونے کے باوجود چاول آٹا بن جائے یا چاول خوشبودار ہو اور نمک زیادہ ہو جائے، گوشت جل جائے یا سالن میں نمک نہ ہو یا ترکاری جل جائے تو بریانی اور سالن کا حسن وخوبی اور مزا باقی نہیں رہتا، بریانی اور سالن میں حسن و خوبی اور مزا اسی وقت برقرار رہ سکتا ہے جب سب چیزیں برابر برابر حساب سے ہوں۔

بالکل اسی طرح ایمان صحیح ہو اور اعمال رسول اللہ ﷺ کی نقل میں ہوں، اللہ کے سمیع وبصیر ہونے کا احساس رکھ کر اعمال کئے جائیں تو احسان ہیں، ورنہ اللہ کی اطاعت وبندگی میں حسن وخوبی اور کمال باقی نہیں رہتا، اللہ حسن والے ہیں، کمال والے ہیں، خوبصورتی والے ہیں، خوبیوں والے ہیں، انہوں نے کائنات کی ہر چیز میں حسن وخوبصورتی اور کمال رکھا ہے، اس لئے بندے سے بھی حسن، خوبصورتی اور کمال والا ایمان واسلام یعنی مضبوط ایمان والے رسول اللہ ﷺ کی مکمل نقل والے اعمال چاہتے ہیں۔

اگر ایمان صحیح ہے مگر عمل اسلام کے خلاف ہے تو وہ بھی احسان نہیں، مثلاً ایمان صحیح اور پختہ ہے، مگر اعمال میں رسول اللہ ﷺ کی نقل نہیں ہے، اخلاق درست نہیں ہیں، بے پردگی وبے حیائی ہے، دھوکہ بازی اور جھوٹ ہے، جوڑے کی رقمیں اور غیر اسلامی لین دین ہے تو یہ احسان والا ایمان واسلام نہیں بلکہ بدصورتی ہے، اس کے برعکس اگر ایمان

میں گڑبڑ ہے، مگر اعمال میں رسول اللہ ﷺ کی نقل ہے، اخلاق درست ہیں، پردہ کر رہے ہیں، رشوت اور سود نہیں لے رہے ہیں، جھوٹ نہیں بول رہے ہیں، پورے دھیان اور حاضر دماغی کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہیں تو یہ بھی احسان نہیں ہے۔

☆ ایمان واسلام کا احسان یہ ہے کہ صحیح ایمان کے ساتھ جب عورتیں یا مرد سامنے آجائیں تو اللہ کے سمیع وبصیر ہونے کے خیال سے اپنی آنکھوں، کانوں کو گھورنے اور ان سے لطف لینے سے بچانا یہ تقویٰ کا حسن ہے، کمال ہے، اسی کو احسان کہیں گے۔

☆ کسی کے گالی دینے اور غصہ آنے پر زبان سے فحش بات نہ نکلے، یہ ایمان واسلام پر چلنے والے تقویٰ کا حسن وکمال ہے۔

☆ کاروبار میں جھوٹ بولنے سے زیادہ فائدہ ہونے کا احساس ہو اور جھوٹ نہ بولو، سچ سے تجارت کرنے پر کم منافعہ ملے تو کاروبار میں سچ بول کر مال کا نقص بتا کر اللہ کے سمیع وبصیر ہونے کے احساس سے تقویٰ اختیار کرنا یہ حسن وکمال کی بات اور احسان ہے۔

☆ نوکری میں رشوت لینے کا موقع ہو پھر بھی اللہ کے سمیع وبصیر ہونے کے احساس اور حکم پر رشوت نہ لے کر کم آمدنی میں زندگی گذارنا اور اہل وعیال کو حلال کھلانا یہ ایمان و اسلام کا حسن اور احسان ہے۔

بے پردہ پھرنے کو جی چاہتا ہو اور بے پردگی کے حالات ہوں، پھر بھی اللہ کے سمیع وبصیر ہونے کے احساس سے اپنے آپ کو پردہ میں رکھنا، یہ پردہ کا حسن وکمال ہے جو احسان کہلائے گا۔

ایمان اور اسلام کے ربط اور تعلق کو سمجھئے

دنیا کی تمام چیزوں میں دو حصے ہوتے ہیں ایک بنیاد Base اور دوسرا عمارت و اسٹرکچر، ان کے بغیر کوئی چیز اپنا وجود صحیح نہیں رکھتی، مثلاً:

(ا) روح کے ساتھ جسم:۔ روح ہے تو جسم کا وجود رہتا ہے اور روح نکل جائے تو وہ

مردہ لاش ہوتی ہے۔

(۲) بنیاد کے ساتھ اسٹرکچر:۔ دنیا کی تمام چیزوں، مکانات، بلڈنگوں میں بنیاد کے ساتھ اس کا اسٹرکچر ٹھہرا ہوا ہوتا ہے، بنیاد نہ ہو تو اسٹرکچر ٹھہر نہیں سکتا، اس میں تڑخ اور دراڈ پڑ جاتی ہیں۔

(۳) جڑوں کے ساتھ پتے ڈالیاں پھل پھول:۔ دنیا کے تمام درخت اور پودوں میں جڑوں کا ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر پتے، ڈالیاں، پھل پھول نہیں آتے، اسی طرح ایمان ہو تو اعمال کا ہونا ضروری ہے، اس کو اس طرح سمجھئے کہ روح، بنیاد اور جڑ دراصل ایمان کی مانند ہیں اور اسٹرکچر، جسم، پتے، ڈالیاں اور پھل پھول دراصل اسلام کی طرح ہیں، یعنی روح سے مراد ایمان اور ڈھانچہ سے مراد نظام شریعت ہے، اگر ہم قرآن مجید کی تعلیمات کو تقسیم کریں گے تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہوں گی، ایک **Base** یعنی بنیاد اور دوسرا اسٹرکچر وعمارت، یعنی حصہ اول ایمان، دوسرا حصہ اسلام (عمل) شریعت، اس کو اس طرح سمجھئے کہ ایمان کی زمین پر چار پلّر ہیں: نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اور ان پلّروں پر شریعت کی چھت ہے، جس کی وجہ سے مکمل مکان نظر آتا ہے۔

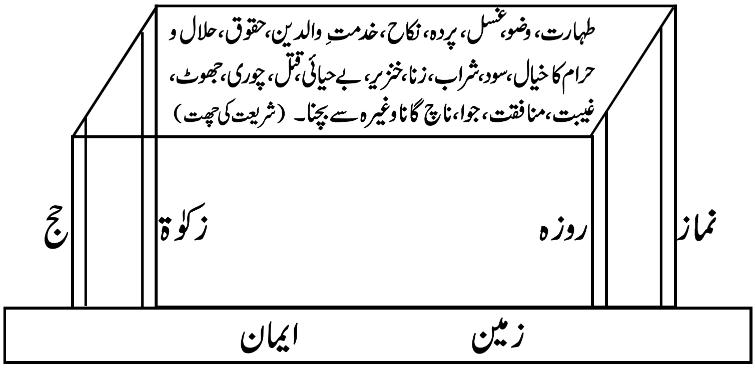

گھر مکمل بنے تو حسن، خوبصورتی اور کمال نظر آتا ہے، صرف پلروں اور بنیاد سے گھر نظر نہیں آتا جب تک کہ شریعت کی پابندی واہتمام نہ کریں۔

ایمان اور اسلام کی حقیقت

ایمان دراصل امن سے ہے، امن کے معنیٰ اطمینان، سکون، چین، بے خوفی کے ہیں، اور اسلام دراصل سلامتی یعنی حفاظت وعافیت سے ہے۔

اس تشریح سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن انسانوں کی جو تربیت کرتا ہے اور جو زندگی سکھاتا ہے وہ امن وسلامتی، اطمینان، سکون، چین، عافیت اور بے خوفی کی زندگی ہے۔

ایمان — دنیا — اسلام

امن، اطمینان، سکون، چین، بے خوفی — سلامتی، حفاظت، عافیت

فارمولہ:۔ ایمان + اسلام= امن +سکون + سلامتی۔

اگر ہم غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ایمان اور اسلام دونوں الفاظ کے مفہوم میں کوئی خاص فرق نہیں ہے؛ مگر کیا بات ہے کہ قرآن مجید ایک ہی مفہوم کے دوالفاظ کو علاحدہ علاحدہ استعمال کر کے جگہ جگہ ایمان کے ساتھ ساتھ عمل یعنی اسلام پر زندگی گذارنے کا مطالبہ کرتا ہے؟ آخران دونوں الفاظ کوایک ساتھ استعمال کرنے کی وجہ کیا ہے؟ آخران دونوں الفاظ کو بار بار ایک ساتھ استعمال کیوں کیا جارہا ہے؟

انسانی زندگی کی دوحالتیں ہیں

دنیا کی تمام گاڑیوں میں ایک سامنے کا بریک ہوتا دوسرا پیچھے کا بریک، اور گاڑی کو پیچھے کے بریک سے کنٹرول کر کے سامنے کا بریک لگایا جاتا ہے، بالکل اسی طرح انسانی زندگی کی بھی دوحالتیں ہیں: ایک اندرونی حالت Internal position دوسری بیرونی حالت یعنی External position، یعنی ایک ظاہری حالت، دوسری باطنی حالت، ایمان کا تعلق انسان کے اندرون سے ہے اور اسلام کا تعلق انسان کے بیرون سے ہے۔

☆ ایمان کی وجہ سے انسان کے خیالات ،فکر، اور عقیدہ درست ہوتے ہیں، اور اسلام کی وجہ سے اعمال واخلاق وکردار درست ہوتے ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

دنیا

ایمان سے — اسلام سے

(فکر،خیالات،عقیدہ) — (اعمال،اخلاق وکردار)

ایمان اور اسلام دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں!

جس طرح جسم کے ساتھ روح اور روح کے ساتھ جسم، جس طرح پتے ڈالیاں پھل پھول کے ساتھ جڑیں اور جڑوں کے ساتھ پتے ڈالیاں پھل پھول اور جس طرح بنیاد کے ساتھ اسٹرکچراور اسٹرکچر کے ساتھ بنیاد ہوتی ہے، اگر بنیاد ہو اس پر اسٹرکچر تعمیر نہ کیا جائے تو وہ بنیاد نظر نہیں آتی، اور اگر بنیاد نہ ہو اور اسٹرکچر تعمیر کیا جائے تو وہ زیادہ دیر قائم نہیں رہتا، جیسے جسم ہو روح نہ ہو تو جسم مردہ نظر آتا ہے اور اگر روح ہو جسم نہ ہو تو روح نظر نہیں آتی، اس کو اچھی طرح ہم درختوں اور پودوں کی مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔

جس طرح پودے کی جڑیں نکلتے ہی ڈالیاں، پتے نکلنا شروع ہوجاتے ہیں اور جتنے زیادہ پتے، ڈالیاں نکلتی جاتی ہیں اتنا ہی وہ ہوا، روشنی اور گرمی کو جذب کر کے جڑوں تک پہنچاتی ہیں اور جڑیں اس ہوا اور گرمی کو لے کر زمین میں پھیلتی جاتی ہیں اور جتنی زیادہ جڑیں پھیلتی اور مضبوط ہوتی جاتی ہیں اتنا ہی زیادہ پتے، ڈالیاں، پھول اور پھل نکلتے جاتے ہیں اور درخت پھیلتا اور مضبوط سے مضبوط ہوتا جاتا ہے، گویا دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم اور ملزوم ہیں، پتے، ڈالیاں، پھل، پھول کو باقی اور تندرست رہنے کے لئے جڑوں کا سہارا چاہیئے اور جڑوں کو مضبوط ہونے کے لئے پتے و ڈالیوں کی مدد چاہیئے، پتے، ڈالیاں اوپر سے طاقت نیچے بھیجتی ہیں تو جڑیں مضبوط ہوتی جاتی ہیں اور پھر جڑیں نیچے سے اوپر طاقت بھیجتی ہیں تو

پتے، ڈالیاں پھیلنا شروع ہوجاتے ہیں، بس اسی طرح ایمان سے اعمال ہیں اور اعمال سے ایمان ہے، جیسے ہی اندرونی حالت ٹھیک ہوتی ہے یعنی دل میں ایمان کی جڑیں پیدا ہوتی ہیں تو فوراً جسم کے باہر اعضاء سے اعمال صالحہ یعنی اسلام نکلنا شروع ہوجاتا ہے اور جسم کے اعضاء سے جیسے ہی اسلام (اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری) نکلے گی ایمان تازہ اور مضبوط ہوتا جائے گا اور ایمان کی جڑیں دل میں پھیلتی اور مضبوط ہوتی جائیں گی۔

Structure اسلام Part:2

\TREES\can-stock-photo_csp137...j not found.

(3).JPG not found.

جھوٹ ناچ گانا قتل
چوری
غیبت جوا
شراب
حج سود
روزہ حقوق
نماز
غسل وضو زکوٰۃ
طہارت

ایمان
Part:1
Base

اللہ فرشتے کتاب پیغمبر آخرت تقدیر

بغیر جڑوں والا درخت
پتے، پھولوں، پھلوں سے محروم

جس طرح ڈاکٹر زخم کو سکھانے کے لئے **Antibiotic** گولیاں جسم کے اندر جراثیم کو مارنے اور کنٹرول کرنے دیتا ہے اور باہر مرہم پٹی سے صاف صفائی کرتا ہے تو زخم سوکھ جاتا ہے، صرف باہر صاف صفائی اور مرہم پٹی سے اندر زخم نہیں سوکھتا اور کنٹرول نہیں ہوتا، اسی طرح اندر گولیاں کھلانے اور باہر صاف صفائی نہ کریں تو پانی، مکھیاں، گرد اور جراثیم سے زخم ٹھیک نہیں ہوتا، اس لئے اندر خون میں بھی اور باہر دونوں میں جراثیم کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، علاج کا یہی طریقہ لازم وملزوم ہے، بالکل اسی طرح اندر ایمان سے فکر، خیالات اور عقیدہ کو درست کیا جارہا ہے اور باہر اسلام سے اخلاق اور اعمال کو درست کیا جارہا ہے۔

اخلاق واعمال کودرست کرنے کے لئے ایمان دیا جائے!

رسول اللہ ﷺ کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے عرب کی حالت بہت خراب تھی، ہر قسم کی برائیوں میں وہ گرفتار تھے، شراب، زنا، جوا، چوری، قتل، برہنہ طواف، ذرا ذرا سی باتوں پر سالوں جنگ، لوٹ مار، انسانوں کو غلام بنالینا، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا، کثرت سے بتوں کی پوجا کرنا، پھر وہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کہتے تھے، خانۂ کعبہ کو بتوں سے بھر دیا تھا، اللہ نے جب رسول اللہ ﷺ کو پیغمبر بنایا تو آپ پر سب سے پہلے جو آیات نازل فرمائیں: **اِقْـرَأْ بِـاسْـمِ رَبِّكَ الَّـذِیْ خَلَقَ o خَـلَـقَ الْـإِنسَـانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ o** یعنی یہ تعلیم دی گئی کہ اپنی قوم کو اللہ کے نام سے اللہ کی پہچان کے ساتھ پڑھنے کی تعلیم دو، اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ یہاں اصلاحِ معاشرہ کر کے ان کو ایمان کی دعوت دینے کے بجائے ان کی برائیوں کو دور کرنے کے لئے ان کو اللہ کی پہچان کے ساتھ تعلیم دو، جب ان میں اللہ کی پہچان آئے گی تو خود بخود ساری برائیاں ختم ہو جائیں گی۔

انسان کو جتنی زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان ہوگی اتنی ہی اس کی سیرت میں نکھار آئے گا اور جتنا زیادہ وہ اللہ کی پہچان سے دور رہے گا اتنا ہی اخلاق رذیلہ اور بدعملی کا شکار ہو جائے گا، اس لئے رسول اللہ ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی کہ اس معاشرہ میں اللہ کی پہچان کے ساتھ تعلیم دو، ان میں اصلاح معاشرہ کرنا فائدہ مند نہیں۔

☆ ہم یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ جب کوئی مشین، نقص والا مال نکالتی ہے تو کوئی بھی عقلمند صنعت کار مال کو درست کرنے کی فکر نہیں کرتا، بلکہ مشین کی خرابی کو درست کرتا ہے، مال کو درست کرنے سے مشین کی خرابی دور نہیں ہوتی، مگر ہم موجود زمانہ میں فقہی، قانونی، نسلی، تقلیدی اور بے شعوری ایمان والوں کو ایمان میں طاقت وجان پیدا کئے بغیر ان کو

شعوری اور حقیقی ایمان دئے بغیر اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کی تاکید کی جاتی ہے اور صحابہؓ جیسے مجاہدے کرنے کی تعلیم دیتے ہیں اور پوری دنیا میں جگہ جگہ اصلاح معاشرہ پر کام ہوتا ہے، اندر ایمان بڑھانے اور طاقتور کئے بغیر بیرون کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں، جس کی وجہ سے ہماری محنتیں کامیاب نہیں ہورہی ہیں۔

بے شک مسلمان بچے مسلم ماں باپ کے پیٹ میں پیدا ہورہے ہیں، مگر وہ پیدائشی باشعور مسلمان نہیں، انہیں ایمان کی سرسری نہیں تفصیلی تعلیم دینا ہوگا، ان کو دین ویسے ہی سمجھانا ہوگا جیسے غیر ایمان والوں کو سمجھایا جاتا ہے، موجودہ زمانہ میں ایمان پیدا کئے بغیر اللہ کی پہچان کرائے بغیر بنیاد کو مضبوط کئے بغیر اعمال واخلاق کی تعلیم دی جارہی ہے۔

ہماری ناقص طریقۂ تربیت کی وجہ سے اکثر مسلمان عیسائیت قبول کررہے ہیں، کوئی تو دہریئے بن رہے ہیں، اور اکثر مسلمان ہوتے ہوئے اسلامی کلچر چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے کلچر کو پسند کررہے ہیں، بہت سی مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ تعلقات پیدا کرکے زنا میں گرفتار ہیں اور بہت سی غیر مسلموں سے شادیاں کررہی ہیں، بہت سے قادیانی بنے ہوئے ہیں اور کثیر تعداد شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار ہے، اس کی بڑی وجہ ایمان کی شعوری تعلیم دینے کے بجائے سرسری اور قانونی تعلیم دے کر مسائل کی تعلیم دی جارہی ہے، وہ اللہ کی پہچان کے بغیر اسلام پر زندگی گذار رہے ہیں، پوری دنیا میں تقاریر اور وعظ اعمال اور مسائل پر ہوتے ہیں، تقریباً پورا لٹریچر مسائل اور اعمال یعنی حصۂ دوم پر لکھا گیا ہے، اور زیادہ تر ظاہر کو سجایا جارہا ہے، مسائل کو سمجھانے والے علماء تیار کئے جارہے ہیں، معرفتِ الٰہی سمجھانے والوں کی بڑی کمی ہے۔

ایمان کو سلامت اور باقی رکھنے کے لئے اعمال دئے گئے!

اگر ہم غور کریں گے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ انسان کے ایمان کو تازہ باقی اور سلامت رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی ورزش اور ایکسر

سائز عطا فرمایا ہے، ورنہ زندگی میں شعور کے آتے ہی ایک بار ایمان کا اعلان واقرار کروا دیا جا سکتا تھا، مگر دن رات اعمال صالحہ کی ورزش اور پریکٹس کروا کر اللہ تعالیٰ انسان کے ایمان کو مرتے دم تک سلامت، باقی اور زندہ رکھنا چاہتا ہے تاکہ ہر دم ہر گھڑی انسان کا ایمان تازہ رہے اور اُس کا خاتمہ ایمان پر ہو، جتنی زیادہ یہ ورزش کی جائے گی ایمان اتنا ہی زندہ، سلامت اور باقی رہے گا اور اعمال صالحہ سے دوری پر ایمان کمزور اور بجھنا شروع ہو جاتا ہے، جس طرح جسمانی ورزش وا یکسا سائز نہ کرنے پر جسم نا کارہ ومعذور بنتا چلا جاتا ہے، حدیث میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ جب انسان گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ دھبے پڑنا شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے، اگر وہ انسان توبہ نہ کرے تو اس میں عمل صالح کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، گویا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے، وہ حق کو نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ حق کو سمجھ سکتا ہے اور نہ حق کو پہچان سکتا ہے، اس کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔

طہارت، وضو، غسل، اذان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، پردہ، صبر، صدقہ وخیرات، ذکر الٰہی، تلاوت کرنے سے انسان کا عقیدہ ایمان بار بار تازہ ہوتا رہتا ہے، اس کو قوت ملتی رہتی ہے، زنا کرنے، شراب پینے، چوری کرنے، جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی کرنے، امانت میں خیانت کرنے سے ایمان نکل جاتا یا کمزور ہو جاتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس امانت میں خیانت ہو اس کا کوئی ایمان نہیں اور جس کے پاس وعدہ کی پابندی نہ ہو اس کا کوئی دین نہیں، جو پڑوسی کو ستائے یا بڑوں کا ادب واحترام نہ کرے یا چھوٹوں پر شفقت ومحبت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

چنانچہ نماز جنازہ میں ایمان والے اسی چیز کی دُعا بھی کرتے ہیں: **اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَن تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.** اے اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا چاہے زندہ رکھ اسلام پر اور تو ہم میں سے جس کو موت دینا چاہے خاتمہ کر ایمان پر، مطلب کیا ہوا کہ اگر اسلام پر زندگی گذرے گی تو ایمان تازہ،

سلامت اور باقی رہے گا، جس کی وجہ سے انشاء اللہ خاتمہ ایمان پر ہوگا، گویا ایمان صرف اعمال صالحہ ہی سے زندہ اور معتبر رہتا ہے، جس طرح علم پڑھنے پڑھانے اور بحث کرنے سے باقی وسلامت رہتا ہے، اگر انسان پڑھنے پڑھانے سے دور ہوجائے تو علم بجھ جاتا ہے، انسان جب نماز کو بار بار پانچ وقت ادا کرتا ہے تو اُس کے ایمان کو جلاء ملتی ہے اور ایمان تازہ ہوتا جاتا ہے، نماز کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز ہے۔

اسی طرح روزہ، حج، زکوۃ، پردہ، ذکر، نکاح، وضو، غسل، طہارت، حرام سے بچنا وغیرہ سے ایمان کو طاقت ملتی ہے اس تشریح سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے کہ ایمان سے اسلام ہے اور اسلام سے ایمان دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم اور ملزوم ہیں، ایمان سے اعمال کرنے کی طاقت وقوت پیدا ہوتی ہے اور اعمال سے ایمان کو جلاء ملتی ہے اور ایمان سلامت و باقی رہتا ہے، یا اس کو یوں سمجھئے کہ اعمال دراصل ایمان کا حاصل ' پروڈکشن اور مواد ہیں' اعمال دراصل ایمان کا عکس اور سایہ ہیں، برف ہے اگر اس میں ٹھنڈک نہیں تو وہ برف برف نہیں فوٹو ہے، آگ ہے اس میں گرمی اور جلانے کی صلاحیت نہیں تو وہ آگ آگ نہیں فوٹو ہے۔ اسی طرح ایمان ہے تو اس کا اثر اعمال صالحہ کی شکل میں ظاہر ہوگا اور اگر اعمال صالحہ نہیں نکل رہے ہیں تو اس کے معنی ہیں کہ ایمان حقیقت میں جڑ نہیں پکڑا، اعمال ایمان کا تھرمامیٹر ہے، اعمال بتلائیں گے کہ اس انسان کا ایمان کتنا ہے؟ اپنے ایمان کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنے فیصد ایمان آپ میں ہے۔

ایمان کے تقاضے پورا کرنے سے ایمان زندہ رہتا ہے

اس کو آسانی سے یوں سمجھئے کہ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کر کے ان کے زندہ رہنے کے لئے کچھ تقاضے مقرر کئے ہیں، اگر ان تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے تو وہ چیز مردہ اور بے جان ہوجاتی ہے، مثلاً جسم کو زندہ رہنے کے لئے غذاء چاہئے، اب جسم بھوک کے ذریعہ غذاء کا مطالبہ کرتا ہے، گویا بھوک تقاضہ ہے غذاء کا، اگر انسان غذاء نہ کھائے تو جسم کمزور ہوجاتا

ہے، اسی طرح پیاس تقاضہ ہے پانی کا، اگر انسان پانی نہ پیئے تو کمزور ہوجاتا اور مرجاتا ہے، اسی طرح تھکان دور کرنا تقاضہ ہے نیند کا، پیداوار اُگانا تقاضا ہے زراعت کا، روپیہ پیسہ کمانا تقاضہ ہے نوکری یا تجارت کا۔

اسی طرح اللہ نے ایمان کے بھی تقاضے رکھے ہیں، نماز پڑھنا تقاضا ہے ایمان کا، روزہ رکھنا تقاضہ ہے ایمان کا، حج اور زکوٰۃ ادا کرنا تقاضہ ہے ایمان کا، پردہ کرنا، وضو کرنا، غسل کرنا، شراب نہ پینا، سود نہ کھانا، قتل نہ کرنا، چوری نہ کرنا، غیبت نہ کرنا، جھوٹ نہ بولنا اور زنا نہ کرنا یہ سب تقاضے ہیں ایمان کے، اگر انسان ان تقاضوں کو پورا کرتا رہے گا تو اس کا ایمان ہر لمحہ تازہ اور زندہ وسلامت رہے گا، ورنہ وہ آہستہ آہستہ کمزور پڑ کر مردہ ہوجائے گا، اس لئے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے سے ایمان زندہ رہتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہمیں اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

دُنیا کے دیگر مذاہب صرف ظاہری سدھار کی تعلیم دیتے ہیں

عمل انسان کے مجاہدے کا نام ہے، انسان کے اندر ایمان جتنا طاقتور ہوگا عمل کرنے کا مجاہدہ بھی اتنا ہی طاقتور ہوگا، بغیر ایمان کے انسان عمل صالح کا مجاہدہ اور جدو جہد نہیں کرسکتا، اگر کسی چھوٹے بچے کو 50 رکیلو وزنی چیز اٹھانے کی ترغیب دی جائے تو وہ نہیں اٹھا سکتا، اس میں طاقت پیدا ہونے کے بعد وہ وزن اٹھا سکتا ہے، دنیا کے دوسرے مذاہب میں انسانوں کو درست کرنے کا یہ فارمولہ ہی نہیں، وہ صرف بیرون و ظاہر کو سدھارنے کی تعلیم دیتے ہیں، ان کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے۔

اسلام کے سوا دوسرے تمام مذاہب اندرون کو سدرھانے کی کوئی تعلیم ہی نہیں دیتے، وہ اندر کے خیالات، فکر، عقیدہ کو درست کئے بغیر زیادہ تر اعمال واخلاق کو سدھارنے کے لئے صرف بیرون پر محنت کرتے ہیں، چنانچہ نماز کو چھوڑ کر باقی تمام اخلاقی اعمال مثلاً روزہ رکھنا' خیر خیرات کرنا' غریبوں کی مدد کرنا' چوری نہ کرنا' جھوٹ نہ

بولنا، شراب نہ پینا، ماں باپ کا ادب واحترام اور خدمت کرنا، پردہ کرنا، (راجپوتوں میں اور نن، سسٹر بھی پردہ جیسا لباس اختیار کرتی ہیں) زِنا نہ کرنا، انصاف کرنا، سچ بولنا یہ تمام تعلیم دیتے ہیں مگر اندرون کی اصلاح کئے بغیر، اُن کے پاس اندرون کی اصلاح کا انتظام ہی نہیں یا پھر ناقص اور گمراہ طریقہ کار ہے یہی وجہ ہے کہ وہ عمدہ اخلاق پر جم نہیں سکتے اور نہ اخلاق حسنہ اختیار کر سکتے ہیں۔

مگر اسلام اپنے ماننے والوں کے اندرون کو پہلے ایمان کے ذریعہ درست کرتا ہے تا کہ ان کے خیالات، فکر، عقیدہ درست ہو جائیں جس کی وجہ سے بیرون پر قابو پانا آسان ہو جاتا ہے اور اندرون کی اصلاح کر کے عقیدہ وفکر کی ایک زبردست قوت مہیا کرتا ہے، گویا اندرون پیچھے کا بریک ہے اور بیرون سامنے کا بریک ہے، جس سے انسان اپنے جسم کو گناہوں سے بچا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں چلا سکتا ہے، چنانچہ دوسری قوموں کے پاس اندرونی قوت ہی نہیں وہ بغیر اندرونی قوت کے بیرون کو سدھارنا چاہتے ہیں، یہ اسلام ہی کی خصوصیت ہے وہ اندرون درست کر کے بیرون کو کنٹرول کرتا ہے کسی بھی انسان کی اصلاح کرنا ہو تو یہی طریقہ اختیار کیا جائے، تمام پیغمبروں نے اپنے اپنے معاشرہ میں اندرون کو سدھارنے کے لئے ایمان کی دعوت دی پھر اطاعت کا طریقہ سکھایا۔

موجودہ زمانہ میں مسلمان بچوں کو بھی ایمان کی سرسری تعلیم مل رہی ہے جس سے ان میں کوئی شعور بیدار نہیں ہو رہا ہے اور بہت بڑی تعداد ایمان سے کمزور ہو گئی ہے۔

☆ ایک انسان شراب جیسی ناپاک اور گندی چیز پیتا ہے تو اس کی رفتار اور گفتار میں فرق آجاتا ہے، شراب کا اثر اس کے جسم کے رونگٹے رونگٹے سے ظاہر ہوتا ہے، کسی برتن کے پانی میں کچھ رنگ ڈالا جائے تو پانی کا قطرہ قطرہ اس رنگ کے اثر کو قبول کرتا ہے، آخر کیا بات ہے کہ ہم کلمہ طیبہ کے ذریعہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس پاک کلمہ کا اثر ہمارے جسم کے رونگٹے رونگٹے پر کیوں نہیں ہو رہا ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جس طرح شربت کے پانی میں شکر ڈالنے کے بعد اگر شکر شربت میں گھل مل نہ جائے تو

شربت شکر کا مزہ ظاہر نہیں کرتا، پھیکا ہی پھیکا رہتا ہے، اسی طرح ایمان کے الفاظ اگر صرف زبان سے رٹ لئے جائیں اور دل میں اُتارے نہ جائیں اور ایمان کی سمجھ حاصل نہ کی جائے تو اس ایمان کے اثرات جسم سے ظاہر نہیں ہوتے، جس طرح ہزار بتّی کے بلب میں وولٹیج کم آئے تو وہ روشنی پوری نہیں دے سکتا، جس طرح گُڑیا کی بیاٹری میں سیل کمزور ہوں تو وہ حرکت نہیں کرسکتی، یہی حال ایمان کا ہے۔

ایمان قبول کرنے کے لئے عقیدہ کیوں رکھا گیا؟

اسلام انسانوں کو ایمان قبول کرنے کے لئے با قاعدہ ایک عقیدہ دیتا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایمان قبول کرنے کے لئے ایمانی عقیدہ کیوں دیا گیا؟ آخر عقیدہ کی ضرورت کیوں ہے؟ یہ بھی بڑا اہم اور عمدہ سوال ہے اگر انسانوں سے ایمان قبول کرنے کے لئے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ وہ اسباب کے درمیان رہکر صرف اللہ تعالیٰ کو مان لیں تو ایمان والے بن جائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کا انکار کروگے تو غیر ایمان والے رہوگے، صرف اللہ تعالیٰ کو ماننے سے کیا ہوتا؟ اس کو تو ہم آگے سمجھائیں گے یہاں صرف اتنا جان لیجئے کہ صرف اللہ کو مان لینے اور اس پر ایمان لانے سے اِنسان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضیات ومنشاء کے مطابق نہ رہتی اور اس پر اللہ کی اطاعت کا رنگ نہ چڑھتا؛ بلکہ اِسلام عقیدہ ایمان دے کر انسان کی زندگی پر اللہ کی اطاعت کا رنگ چڑھانا چاہتا ہے اور انسان کی زندگی کو ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں موڑنا چاہتا ہے دنیا میں بعض لوگ شرک نہیں کرتے اور وہ ایک اور اکیلے خدا کا عقیدہ کسی نہ کسی طرح رکھتے ہیں مگر عقیدۂ ایمان کے دوسرے حصوں پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے اُن کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نہ کوئی رنگ نظر آتا ہے اور نہ وہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گذارتے ہیں وہ اللہ کو ایک اور اکیلا ماننے کے باوجود من چاہی زندگی گزارتے اور اپنی مرضی سے خاص قسم کی حالت اختیار کرکے اللہ کی عبادت کا تصوّر قائم کرتے اور جی کے

طریقے پر خدا کو یاد کرتے اور عقلی رہنمائی میں نیکی اور بدی کا تصوّر قائم کر لیتے ہیں، مثلاً عقلی اعتبار سے وہ جس کام کو اچھا سمجھتے اس کو نیک اور جس کو بُرا سمجھتے اس کو بُرا تصوّر کرتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام سے پہلے بت پرستی اور شرک نہیں کرتے تھے، مگر اللہ کا رنگ بھی ان پر نہیں چڑھا ہوا تھا، پورا عقیدۂ ایمان ہی انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتا اور اس کا بندہ بنائے رکھتا اور اس میں تقویٰ پیدا کرتا ہے۔

عقیدہ ہی پر انسانی زندگی کے بننے اور بگڑنے کا دارومدار ہے

انسان کی زندگی کے بننے اور بگڑنے کا پورا دارومدار عقیدہ ہی پر ہے، صحیح اور صحتمند عقیدہ سے صالح اعمال، غلط اور فاسد عقیدہ سے غلط اعمال نکلتے ہیں جیسا عقیدہ ہوگا عمل بھی ویسا ہی ہوگا، اچھے عقیدہ سے اچھے اعمال، بُرے عقیدے سے بُرے اعمال ہی نکلیں گے، جیسے بلڈنگ کے ٹھہرنے، درخت کے کھڑے ہونے کا دارومدار، بنیاد اور جڑوں پر ہوتا ہے، بنیاد اچھی ہو تو بلڈنگ مضبوطی سے ٹھہر سکتی ہے؛ ورنہ اس میں تڑخ اور دراڑیں پڑ جاتی ہیں، جڑیں صحتمند ہوں تو پھول اور پھل اچھے، خوشبودار اور مزیدار آتے ہیں، کیونکہ یہی کائنات کی چیزوں کی فطرت ہے، دنیا دارالاسباب ہے جو چیز بوئیں گے وہی پائیں گے، آم کے درخت سے آم، جام کے درخت سے جام، نیم کے درخت سے نیم اور املی کے درخت سے املی کا پودا اور پھل نکلتے ہیں کیونکہ یہی فطرت ہے اسی طرح اچھے عقائد سے اچھے اعمال اور غلط عقائد سے غلط اعمال ہی نکلتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ نیم کے درخت سے آم نکلیں اور املی کے درخت سے سیب نکلیں، بالکل اِسی طرح غلط عقائد سے اچھے اعمال اور اچھے عقائد سے غلط اعمال نہیں نکلیں گے البتہ اگر عقیدہ کمزور ہو جائے یا عقیدہ میں شعور نہ ہو تو غلط اعمال بھی نکل سکتے ہیں، جس طرح آم، جام، انار کے درختوں کی جڑوں میں بیماری آجائے تو پھلوں میں کیڑ پیدا ہو جاتا ہے اور پھولوں اور پتوں میں کیڑ آجاتا ہے۔

عقیدہ ہی سے جذبات وخیالات بنتے ہیں!

☆ صحیح عقیدے سے | نل کا صاف وشفاف میٹھا پانی | صحیح اور اچھے خیالات

☆ گندے اور غلط عقیدے سے | ڈرینج کا گندا ناپاک پانی | غلط اور بُرے خیالات

صحیح ایمانی عقیدے سے .... اعمال صالحہ (جنتی اعمال)

شرکیہ اور کفر والے عقیدے سے .... شرکیہ اور کفریہ اعمال (دوزخی اعمال)

☆ صحیح اور غلط ملے جلے عقیدے سے | گندہ اور صاف پانی | اچھے اور بُرے خیالات

انسان کے تمام اعمال جذبات وخیالات کے تابع ہوتے ہیں

انسان جتنے بھی کام کرتا ہے جذبات وخیالات کے تحت کرتا ہے جو اس کو بناتے یا بگاڑتے ہیں، گویا اعمال جذبات وخیالات کے غلام ہیں، جذبات وخیالات کے بعد عقل کا عمل دخل رہتا ہے، صحیح جذبات وخیالات کا صحیح عمل بُرے جذبات وخیالات کا بُرا عمل بنتا ہے، انسان کے جذبات وخیالات ہی انسان کو بناتے یا بگاڑتے ہیں اور اس کے تمام اعمال ارادے، جذبات، اور خیالات کے تابع وغلام ہوتے ہیں۔

☆ اچھے جذبات وخیالات سے .... اچھے عمدہ اعمال

☆ غلط جذبات وخیالات سے .... گندہ اور ناپاک اعمال

☆ غلط وصحیح جذبات وخیالات سے .... اچھے اور بُرے اعمال

جذبات وخیالات پر عقیدہ کا رنگ چڑھتا ہے!

انسان کے ارادے اور خیالات پر اس کے اندرونی عقائد کا رنگ چڑھتا ہے اور عقائد ہی اِنسان کے جذبات وخیالات کو کنٹرول کرتے ہیں چنانچہ جیسے عقائد ہوں گے ویسے ہی ارادہ اور خیال بنے گا، اور جیسا خیال اور ارادہ بنے گا ویسا ہی عمل نکلے گا یعنی اچھے اور صحیح عقائد سے اچھے اور صحیح خیالات وجذبات بنیں گے اور اچھے اور صحیح اعمال نکلیں گے، بُرے اور غلط

عقائد سے بُرے اور غلط خیالات بنیں گے اور بُرے اور غلط اعمال ہی نکلیں گے۔

☆ صحیح عقیدے سے .... اچھے جذبات وخیالات......اچھے اعمال واخلاق

☆ غلط عقیدے سے .... گندے جذبات وخیالات......بُرے اعمال واخلاق

صحیح اور غلط ایمان کا بیج بونے کی جگہ انسان کا دل ہے

مثلاً انسان ۳/تاریخ اور ۱۳/تاریخ سے متعلق غلط عقیدہ رکھتا ہے اور اس کو منحوس سمجھتا ہے، صفر کا مہینہ منحوس ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، جس کی وجہ سے ان تاریخوں میں سفر نہیں کرتا، کوئی تجارتی لین دین کی شروعات نہیں کرتا، ان تاریخوں اور مہینہ میں شادی نہیں کرتا، شادی ہوتے ہی شوہر مر جائے یا تجارت ختم ہو جائے تو عورت کو منحوس سمجھا جاتا ہے۔

انسان کو اس بات کا کُھلا اختیار اور آزادی دی گئی ہے کہ وہ صحیح عقائد کو قبول کرے یا نہ کرے اور صحیح عقائد کو قبول کرنے یا نہ کرنے کی جگہ انسان کا دل ہے اور دل ہی صحیح اور غلط ایمان کا بیج بونے کی اصل جگہ اور زمین ہے، انسانی جسم میں دل ہی وہ جگہ ہے، جہاں عقیدۂ ایمان نشونما پاتا ہے اور پورے دل کو ایمان کے نور سے بھر دیتا ہے، اس امتحانی زندگی میں انسان کو اس بات کا کھلا اختیار اور آزادی دی گئی ہے کہ وہ چاہے تو صحیح عقیدہ کو قبول کرلے یا غلط عقائد پر زندگی گزارے اور اپنے دل کو ایمان کے نور سے منوّر کرے یا شرک اور کفر کے اندھیروں کا گھر بنادے، انسان چاہے تو اپنے دل کو خوشبودار شہد سے بھر سکتا ہے یا چاہے تو بول براز کا گڑھا بنا سکتا ہے۔

جس طرح بنجر زمین میں بیج بونے سے وہ بیج پھلتا پھولتا نہیں یا پودا نکلتا بھی ہے تو پھل پھول نہیں دیتا، اسی طرح اللہ کی معرفت سمجھا کر انسان کے دل کی زمین کو نرم کر کے ایمان کا بیج بویا جائے، اگر دل کی زمین کو نرم نہیں کیا گیا تو ایمان کا بیج وہاں پرورش نہیں پا سکتا، انسان کے دل کی زمین بالکل دنیا کی زمین کی خاصیت رکھتی ہے، بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے: اسلام میں جو احکام پہلے آئے وہ توحید، رسالت اور

آخرت تھے، جب لوگوں کے دل مضبوط ہو گئے تو حرام وحلال کی باتیں آئیں، اگر پہلے ہی یہ کہا جاتا کہ شراب مت پیو، زنا مت کرو، چوری مت کرو، تو لوگ یہ کہتے کہ ہم شراب بھی پئیں گے، زنا بھی کریں گے۔(بخاری)

اس حدیث سے کھلے طور پر یہ تعلیم ملتی ہے کہ زمین کو زرخیز کر کے ایمان کا بیج ڈالا جائے تب ہی لوگ حرام وحلال کا خیال رکھ سکتے ہیں، صحابہ کرامؓ نے فرمایا: ہم نے پہلے ایمان سیکھا، پھر قرآن سیکھا، اس سے صاف یہ تعلیم ملتی ہے کہ ایمان کی تفصیل پہلے اچھی طرح سمجھائی گئی، اسلام میں مشرک عورتوں سے نکاح سے منع کرنے کی ایک حکمت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ وہاں زمین بنجر ہوتی ہے جس میں شرک بھرا ہوا ہوتا ہے، جبکہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، وہاں بہرحال ایمان کی بنیاد ہوتی ہے، اللہ، رسول اور آخرت سے واقفیت ہوتی ہے۔

ہر قسم کے جذبات وخیالات کے پیدا ہونے کی جگہ دل ہی ہے

انسان میں تمام اچھے یا بُرے خیالات پیدا ہونے کی جگہ بھی دل ہی ہے، اب اگر انسان کا دل ایمان کے نور سے منور ہوگا تو جذبات وخیالات پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا رنگ چڑھے گا اور ایمان بُرے، غلط اور خراب خیالات کو کنٹرول کرے گا اور اگر دل میں ایمان کا نور نہ ہو بلکہ شرک اور کفر کے اندھیرے ہوں اور وہ گندگی کا گھر ہو تو دل شیطان کا اڈّہ رہے گا اور جذبات وخیالات پر شیطانی رنگ چڑھے گا اور جذبات و خیالات میں شیطانی عمل دخل شروع ہو جائے گا اور وہ جذبات وخیالات انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت کرائیں گے یعنی یہ حقیقت ہے کہ نورانی اور خوشبودار جگہ سے جو چیز آئے گی وہ اپنے ساتھ نور اور خوشبو کو لیکر آئے گی اور بول براز اور بدبودار جگہ سے جو چیز آئے گی وہ اپنے ساتھ گندگی اور بدبو ہی کو لائے گی، ہم شرک اور کفر کا بیج تو نہیں بو رہے ہیں مگر توحید سے بھی صحیح واقف نہیں، اس لئے غلو، بدعات وخرافات کے ذریعہ خود بخود

شرک اور کفر داخل ہو جائے گا، لوگ توحید اور شرک میں فرق نہیں کریں گے۔

دل کی حیثیت انسانی جسم میں بادشاہ کی ہے

دل کی حیثیت انسانی جسم میں بادشاہ کی سی ہے اور جسم کے تمام اعضاء اس کی رعایا، چنانچہ دل جو حکم دیتا ہے اعضاء وہی کام کرتے ہیں، اور دل کے اشاروں پر ناچتے ہیں، گویا انسان کا دل نیکی اور بدی کا گھر ہے جو پورے جسم کے اعضاء سے نیکی یا بدی کروا سکتا ہے، جس کو حدیث میں حضور ﷺ نے یوں فرمایا کہ: ''انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے وہ اگر صحیح ہو جائے تو تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور وہ اگر بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے وہ انسان کا دل ہے''۔ (بخاری: ۱۳ ج ۱)

مطلب یہ ہے کہ دل میں جو ہوگا ہاتھوں اور پیروں سے وہی ظاہر ہوگا، مثلاً دل میں اگر غصّہ اور نفرت کے جذبات ہوں گے تو ہاتھوں، پیروں اور چہرے سے غصّہ اور نفرت ہی کے حرکات ظاہر ہوں گے اور اگر دل میں خلوص، محبت اور خوشی کے جذبات ہوں گے تو ہاتھوں، پیروں اور چہرے سے خلوص، محبت، شفقت اور خوشی ہی کے حرکات ظاہر ہوں گے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ دل میں اگر صحیح عقیدہ ہوگا تو ہاتھوں، پیروں سے صحیح عمل ظاہر ہوگا اور اگر دل میں غلط فاسد عقیدہ ہوگا تو ہاتھوں اور پیروں سے غلط اور فاسد اعمال ہی ظاہر ہوں گے، یعنی دل میں اگر ایمان ہے تو ہاتھوں، پیروں سے اسلام نکلے گا اور اگر دل میں ایمان نہیں تو ہاتھوں پیروں سے غیر اسلام نکلے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ دل میں ایمان رہے 'ہاتھوں، پیروں سے کفریہ اور شرکیہ اعمال نکلے، انسانی جسم میں عقل' دل کی وزیر ہے۔

چنانچہ اس تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ عقیدہ دراصل ایک بیج ہے جو دل میں بویا جاتا ہے اور یہ بیج دل میں جڑیں جما کر درخت کی شکل میں ہاتھوں، پیروں اور جسم کے اعضاء سے اعمال بن کر ظاہر ہوتا ہے، اب اگر دل کی اس زمین میں صحیح، تندرست، طاقتور بیج بویا جائے تو وہ شجرِ طیبّہ کی شکل میں اعضاء سے ظاہر ہوتا ہے جس کے پھل، پھول، خوشبودار،

خوبصورت، میٹھے اورمزے دار، قوت بخش، دل کوراحت وسکون دینے والے ہوں گے، اور اگر دل کی اس زمین میں غلط، بیمار، کمزور، خراب، جنگلی بیج بویا جائے تو وہ شجرِ خبیثہ کی شکل میں اعضاء سے ظاہر ہوتا ہے، جس کے پھل کڑوے، بدمزہ، بے رنگ، بدبودار کانٹے دار، کسیلے، کیڑ والے، نقصاندہ، تکلیف دہ اور پریشان کرنے والے ہی ہوں گے، جس کی مثال منافقین کی ہے جواسلام کا لبادہ اوڑھ کرزہریلے اعمال ظاہر کرتے ہیں۔

علم نفسیات بھی قلب کی اصلاح پرزور دیتا ہے

علم نفسیات بھی قلب کی اصلاح پرزور دیتا ہے، علم نفسیات سے بھی یہ ثابت ہے کہ کسی بھی انسان کی عملی اصلاح کرنے کے لئے اس کی قلبی اور دماغی اصلاح لازمی اور ضروری ہے، اس کے بغیر انسان کا سُدھار نہیں ہوسکتا، اور وہ اچھا، پاکیزہ عمل اختیار نہیں کرسکتا، مثلاً کسی انسان کو شراب، جوّا، زنا، چوری جیسی بُری عادتوں سے دور کرنا ہوتو اس کے دل و دماغ پر محنت کی جائے، جب دل و دماغ بات کو قبول کرلیتے ہیں تو انسان بُرائیوں کو فوراً چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی انسان کے دل میں ارادہ ہی نہ ہوتو اُس انسان کو کوئی بھی اچھا عمل نہیں سکھایا جاسکتا، بس انسان کا دل جب کسی چیز کو اختیار کرنا چاہتا ہے اور دل جس چیز کو چھوڑنا چاہتا ہے تو اعضاء فوراً اس کی پابندی کرتے ہیں۔

دل پر جو چیز حکمراں ہوتی ہے وہ اُس کا عقیدہ ہی ہوتا ہے

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے تمام کام عقل کی رہنمائی ہی میں کررہا ہے، مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ عقل بھی انسان کے اندرونی جذبات اور خیالات ہی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اور خیالات و جذبات ہی کی غلامی میں کام کرتی ہے، جذبات وخیالات جیسے ہوں گے عقل اعضاء سے ویسے ہی کام کرواتی ہے۔

☆ مثلاً ایک انسان خودکشی کا ارادہ کرے، تو عقل باوجود یہ جاننے کہ، کہ خودکشی ایک غلط اور بُرا عمل ہے پھر بھی روک نہیں سکتی اور جب انسان کا خودکشی کا ارادہ عقل پر غالب

آجاتا ہے،تو عقل جذبات کا ساتھ دے کر انسان کو خودکشی کے طریقے سکھاتی ہے۔

اس کے برعکس اگر خودکشی کا خیال آئے اور عقیدہ صحیح ہو اور خودکشی کے خیال پر غالب آجائے تو عقل خود انسان کو خودکشی حرام ہونے کو ثابت کرتی ہے اور خودکشی سے انسان کو روکتی ہے۔

☆ اگر کوئی زنا کا ارادہ کرے تو عقل باوجود یہ جاننے کہ، کہ زنا ایک بہت بڑا جرم ہے پھر بھی روک نہیں سکتی اور زنا کا ارادہ جب عقل پر غالب آجاتا ہے تو عقل جذبات کا ساتھ دے کر اِنسان کو زنا کرنے کے تمام تدبیریں سکھاتی ہے اور اعضاء کو زنا کے عمل میں لگاتی ہے۔

اس کے برعکس زنا کے خیالات پر عقیدہ ایمان غالب آجائے تو عقل خود انسان کو زنا کے حرام ہونے، گناہ کبیرہ کا احساس دلاتی اور ذلیل عمل بتلاتی ہے اور انسان کو زنا کی طرف جانے نہیں دیتی۔

☆ اگر کوئی قتل کا ارادہ کرے تو عقل یہ جانتی ہیکہ اللہ تعالیٰ اور قانون کی نگاہ میں قتل ایک سنگین جرم ہے مگر جب قتل کا ارادہ اور خیال عقل پر غالب آجاتا ہے تو عقل جذبات کا ساتھ دیکر انسان کو قتل کے تمام طریقے سکھاتی ہے اور اعضاء سے قاتلانہ عمل کرواتی ہے۔

اس کے برعکس قتل پر عقیدہ ایمان غالب آجائے تو عقل خود انسان کو قتل کی سزا جہنم بتلاتی اور قتل کو گناہ کبیرہ اور حرام کا احساس دلاتی اور اللہ کی پکڑ کا احساس دلا کر انسان کو قتل کا اقدام کرنے سے روکتی ہے۔

☆ اِسی طرح بہت سارے لوگ بُت پرستی کو عقل سے بُرا جانتے اور بُت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور شرک سے بیزار بھی ہوتے ہیں مگر باپ دادا کی اندھی تقلید میں غلط اور گمراہ جذبات وارادوں کا ساتھ دے کر غیر اللہ کو پکارتے اور اُن کی پرستش کرتے ہیں۔

اس کے برعکس کافر اور مشرک انسانوں کو جب توحید کی حقیقت سمجھائی جاتی ہے اور کائنات میں غور وفکر کروا کر ایسے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے ایک اور اکیلے ہونے کو سمجھایا جاتا

ہے تو ان کا ضمیر ان کو ملامت کر کے عقل کو بے چین کرتا ہے اور عقل باوجود مخالفتوں اور مشکلات کے ان کو ایمان قبول کرنے لگاتی ہے۔

اِسی طرح اچھے کام کرنے کے لئے جب اچھے کام کے جذبات وارادے عقل پر غالب آتے ہیں تو عقل اُن جذبات وخیالات کا ساتھ دے کر اچھے کام کرنے کے تمام طریقے بھی سکھاتی ہے۔ کسی کام میں نام ونمود ہورہا ہو تو اس کا بھی احساس دلاتی ہے اور خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنے کے طریقے سمجھاتی اور اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگاتی ہے، اگر اچھے جذبات غالب نہ ہوں تو نام ونمود کے تمام طریقے بھی سکھاتی ہے، لوگوں کے لئے دکھاوے کے اعمال کرواتی ہے۔

اس تشریح سے ثابت ہوا کہ عقل بھی اِنسان کے جذبات و خیالات کے تابع ہوجاتی ہے اور جیسے خیالات وجذبات بنتے ہیں اُنہی کا ساتھ دیتی ہے اور اعضاء کو جذبات وخیالات ہی کے تحت کام کرنے پر مجبور کرتی ہے، چنانچہ انسانی جذبات و خیالات کو اعتدال میں رکھنے اور عقل کو گمراہ ہونے سے بچانے اور انسانی دل پر گرفت اور حکمرانی کرانے کے لئے ایک مضبوط، طاقتور اور صحیح' جاندار عقیدہ کی ضرورت ہے اس لئے کہ عمل کا پورا دارومدار عقیدہ ہی پر ہے، ورنہ دنیا کی کوئی سی، آئی، ڈی یا پولیس یا جاسوس ہر جگہ ہر آن ہر گھڑی انسان کی نگرانی نہیں کرسکتے اور اس کو بُرائی سے روک نہیں سکتے، اندھیروں یا اُجالوں میں یا کھلے عام انفرادیت یا اجتماعیت میں' مجبوری یا محتاجی، خوشی یا غم، اقتدار اور کرسی غرض ہر جگہ ہر آن انسان پر کوئی گرفت اور کنٹرول رکھ سکتا ہے تو وہ صرف ایک صحیح عقیدہ ہی ہے، جو انسان کو جہنم کے راستے سے روک کر جنت والے راستے پر چلاتا ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر مجبور کرتا ہے اسی ایمان کی وجہ سے انسان چاہے دن کو مصروفیات میں ہو یا رات کی کروٹوں میں ہو اپنے مالک و پروردگار کو نہیں بھول پاتا' ہر چیز میں یہ عقیدہ ایمان اولین مقام رکھتا ہے' ایمان ایک ایسی قوت اور عقیدہ ہے جو دل ودماغ کی گہرائیوں تک اپنا اثر نافذ کردیتا ہے اور انسان کے ارادے' شعور واختیار اور

وجدان ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

فارمولہ:۔ دل (عقیدہ) خیالات وجذبات۔عقل۔عمل

☆ دل میں (صحیح عقیدہ) ہو تو خیالات وجذبات کو قابو میں رکھ کر ان کو صحیح رنگ دے گا اور اُس صحیح رنگ کی وجہ سے خیالات وجذبات پر اللہ کا رنگ (تقویٰ) چڑھے گا، پھر خیالات وجذبات عقل کی صحیح رہنمائی کریں گے اور عقل اُس رہنمائی کی وجہ سے جسم کے اعضاء کو اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ اختیار کرنے پر مجبور کرے گا، اگر کسی ماحول اور حالات کی وجہ سے جذبات وخیالات پر غلط رنگ چڑھ جائے اور اعضاء سے غلطی اور گناہ ہو جائے تو ضمیر کی آواز پر عقیدہ جذبات وخیالات پر فوراً ملامت کر کے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور توبہ کرنے کی ترغیب دے گا اور اُس ترغیب کی وجہ سے عقل فوراً قلب سے توبہ کا عمل کروائے گی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی مانگنے لگائے گی۔

اس کے برعکس اگر دل میں (غلط، فاسد عقیدہ) ہو تو خیالات وجذبات غلط عقیدہ کے تابع ہو کر گمراہ ہو جائیں گے اور اُن پر غلط رنگ چڑھے گا اور وہ شیطانی رنگ میں رنگ جائیں گے اور شیطانی رنگ کی وجہ سے عقل کو غلط رہنمائی ملے گی، عقل اُس غلط رہنمائی کی وجہ سے جسم کے اعضاء کو اخلاق رذیلہ اور اعمال بد کرنے پر مجبور کرے گی جس کا ہم آسانی سے غیر مسلم آبادیوں میں مشاہدہ کر سکتے ہیں جہاں انسان رات دن شراب' جوا' ناجائز تعلقات' زنا' ناپاکی' گالی گلوج' فسادات' قتل وخون' ناچ گانا' بجانا' بے حیائی وبے شرمی' حرام وحلال سے دُوری' جانور اور شیطانی کلچر' غیر اللہ یعنی مخلوقات کی پرستش' شرکیہ افعال' کفریہ اعمال' جاہلانہ رسم ورواج' باپ دادا کی اندھی تقلید ہوتی رہتی ہے، عقیدۂ ایمان کے بغیر ایک انسان حریص جانور' خونخوار درندہ ہوتا ہے جس کی کوئی تہذیب ہوتی ہے اور نہ کوئی تمدن اور نہ اُس کا کوئی اصول وضابطہ ایمان سے محروم انسانوں کا معاشرہ جنگل کا معاشرہ بن جاتا ہے' گھٹیا اور ذلیل معاشرہ ہوتا ہے کیونکہ ایسے معاشرہ کے انسانی خواہشات کا دائرہ صرف جنسی لذات تک ہی محدود رہتا ہے۔

کمزور ایمان والے اچھے بُرے اعمال کرتے رہتے ہیں

اگر دل میں (کمزور، بے شعور تقلیدی) عقیدہ ہوتو اچھے خیالات وجذبات کم بنیں گے اور بُرے خیالات وجذبات ہی کا غلبہ رہے گا اور ایسا انسان اچھے اعمال کم اور بُرے اعمال ہی زیادہ کرے گا اور زیادہ تر بُرائی ہی کو وہ پسند کرے گا، اس لئے کہ اُس کی عقل کو اچھی رہنمائی کم اور بُری وگمراہ رہنمائی زیادہ ملے گی، عقیدہ کمزور اور بے شعور ہونے سے جذبات وخیالات پر کوئی قابونہیں رہے گا، جسکا ہم اپنے معاشرہ میں مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود نسلی اور خاندانی مسلمان ہونے کے ناطے صرف جسم کے نام سے مسلمان بنے رہتے ہیں، جمعہ اور عیدین میں فرض نماز کا اہتمام یا رمضان میں مسلمان نظر آتے ہیں، بُرائی کو پسند کرتے اور اچھائی سے دور بھاگتے ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف زبانی محبت کا دعویٰ کرتے مگر آپکے عمل سے محبت نہیں کرتے۔

فارمولہ:۔ ☆ دل (صحیح عقیدہ) عمدہ خیالات وجذبات، عقل۔ صحیح اعمال

☆ دل (غلط فاسد عقیدہ) غلط خیالات وجذبات، عقل۔ غلط اعمال

☆ دل (صحیح + غلط عقیدہ) صحیح وغلط خیالات۔ صحیح وغلط عقلی رہنمائی۔ صحیح وغلط اعمال

عقیدہ کا اثر اور عقلی رہنمائی پر غور کرنا ہوتو پاگل انسان پر غور کیجئے!

پاگل انسان کے پاس نہ عقیدہ ہوتا ہے اور نہ عقل، اُس کے دل میں جو بھی جذبات وخیالات پیدا ہوتے ہیں وہ اچھا اور بُرا تصوّر کئے بغیر اس کو اختیار کرلیتا ہے مثلاً اُس کے دل میں کپڑے اتارنے اور برہنہ ہونے کا خیال پیدا ہوتو اس خیال کو کنٹرول کرنے والا کوئی عقیدہ ہی نہیں ہوتا' اسی لئے وہ دوسرے انسانوں کے سامنے مکمل برہنہ آجاتا اور ننگا رہنے سے نہیں شرماتا ہے' اسی لئے کہ عقل خراب ہونے کی وجہ سے اُس کو اچھے اور بُرے کی تمیز ہی نہیں مل سکتی، اسی طرح اگر اُس کے دل میں کسی کو گالی دینے کا

جذبہ وخیال پیدا ہوجائے تو عقیدہ وعقل کہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ ماں باپ، بھائی بہن، کو گالی دینے سے نہیں رُکتا اور نہ گالی دینا بُرا سمجھتا ہے، وہ گالی دے کر ہنستا اور بچوں کی طرح روتا بھی ہے۔

پاگل انسان کا حال

فارمولہ:۔ دل (عقیدہ) جذبات وخیالات (عقل) عمل

چنانچہ جو انسان فاسد اور گمراہ عقیدہ رکھتا ہے اس میں اور پاگل انسان میں کوئی فرق نہیں ہوتا، گمراہ عقیدہ رکھنے والے بھی تقریباً پاگل انسانوں کے ہی جیسے کام کرتے ہیں اس لئے کہ ان کا گمراہ عقیدہ عقل پر قابو پاکر گمراہ اعمال کرنے ہی پر مجبور کرتا ہے جس کی وجہ وہ پاگلوں جیسے اخلاق رذیلہ کا شکار ہوجاتے ہیں۔

عقیدہ کیسا ہونا چاہئے؟

اب سوال یہ ہے کہ عقیدہ کیسا ہونا چاہئے؟ جس سے انسان کو نفع ہی نفع ملے اور وہ دنیا میں سکون وراحت والی زندگی گذارتے ہوئے جنت کے راستے پر چل سکے۔

(۱) عقیدہ انسان کی فطرت کے مطابق ہونا چاہئے۔

(۲) عقیدہ انسان کی سمجھ میں آنے کے قابل ہونا چاہئے۔

(۳) عقیدہ میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

(۴) عقیدہ محض فلسفیانہ اور خیالی نہ ہو۔

(۵) عقیدہ انسان کی زندگی پر مضبوط گرفت رکھنے والا ہو۔

دنیا کے دوسرے مذاہب کے مقابل اسلام کا عقیدہ تمام خوبیوں کا مالک ہے، دوسرے مذاہب کے عقائد تمام خوبیوں سے خالی ہیں اور وہ انسانی سمجھ سے بہت دور ہیں اور انسانی فطرت کے خلاف بھی ہیں، اُن کو ماننے والے شک وشبہ میں مبتلا رہتے ہیں، نہ تو

وہ خود عقیدہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں، وہ عقائد بس خیالی اور فلسفیانہ ہیں، اُن کو ماننے سے کوئی صالح عمل پیدا نہیں ہوتا اور نہ وہ انسان کی زندگی پر کوئی گرفت قائم کر سکتے ہیں، اُن کو ماننے والوں کی زندگیاں کچھ ہوتی ہیں اور عقیدہ کچھ ہوتا ہے، اِسلام عقائد کی اُتنی ہی تفصیل بتلاتا ہے جتنی اِنسان کے دل کی اصلاح اور فکر کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے، اسلام نے ایسا عقیدہ دیا ہے جس سے انسان کے عمل و اخلاق پر گہرا اثر پڑتا ہے اور وہ اعمال صالحہ اختیار کر کے اپنی زندگی کو سُدھار سکتا ہے، اس نے محض فلسفیانہ اور خیالی تصّورات ونظریات کا عقیدہ دے کر اِنسان کو عمل سے دور نہیں کیا اور نہ خیالی جنت میں رکھا اور نہ بیکار اور بے شعوری کے ساتھ اعمال کروا کر انسان کے اعمال کو ضائع و برباد کیا، چنانچہ اسلامی عقیدہ کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ بڑوں، چھوٹوں، بچوں، عورتوں، پڑھے لکھے اور اَن پڑھ سب ہی کو آسانی سے سمجھ میں آتا ہے اور انسان کچھ کرنے اور کچھ نہ کرنے کی قوت اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے، چنانچہ اسلامی عقیدۂ ایمان کے ماننے والے کی زندگی عقیدہ کے مطابق ہوتی ہے، وہ خود سمجھ سکتا ہے اور دوسروں کو سمجھا سکتا ہے اور یہ عقیدہ اس کے ماننے والے پر حکمرانی کر کے مضبوط گرفت قائم کرتا ہے، اس عقیدہ سے انسان کو اپنے مالک کا صحیح تعارف حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنے مالک سے محبت واطاعت کرنے کا طریقہ سیکھتا ہے اور حق و باطل کی صاف صاف تعلیم ملتی ہے اور نیکی اور بدی کا فرق سمجھ میں آتا ہے، دنیا میں صحیح اور غلط راستے کی پہچان نصیب ہوتی ہے اور موت کے بعد والی زندگی کی صحیح تفصیل معلوم ہوتی ہے اور آخرت کا صحیح تصّور قائم ہوتا ہے، اس تشریح سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام انسانوں کو جو عقیدہ دے رہا ہے اس سے انسان میں اعمال صالحہ پیدا ہو سکیں اور انسان پاکیزہ اور اچھے اعمال کے ساتھ دنیا میں زندگی گذار سکے اور بداعمالیوں سے دور رہ کر گندی اور ناپاک زندگی سے بچے، بے شعور و کمزور ایمان والے ایمان کے تقاضے پورا نہیں کر سکتے۔

اِسلام کا عقیدہ (ایمان مفصّل)

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعالٰى والبَعْثِ بَعْدَ الْمَوتِ۔

ترجمہ:۔ ایمان لایا میں اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر اور اُس بات پر کہ دنیا میں جو کچھ اچھا یا بُرا ہوتا ہے سب (اللہ کی بنائی ہوئی) تقدیر سے ہوتا ہے اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہو کر حساب دینے پر۔

قرآن مجید کی تعلیم کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک بنیاد، Base دوسرا اس کا ڈھانچہ Structure بنیاد اور Base سے مراد ایمانیات، Structure اسٹرکچر اور ڈھانچے سے مُراد نظام شریعت۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک اِنسان کو اسلام قبول کرنے اور ایمان والا بننے کے لئے اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر، تمام آسمانی کتابوں پر اور تمام پیغمبروں پر اور آخرت میں زندہ ہو کر حساب دینے پر اور تقدیر کے اچھے بُرے پر، دل سے ایمان لانا ضروری ہے، یہ اسلام کی بنیاد اور Base ہے جس کو اسلامی عقیدہ کہتے ہیں اور اس کو دل سے ماننے کا نام ایمان ہے، اس کو مانے بغیر ایک انسان نہ ایمان والا بن سکتا ہے اور نہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے، چنانچہ اِن تمام باتوں پر ایک مسلمان ایمان مفصّل یعنی اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ کے اِن الفاظ کو دل سے مان کر زبان سے اقرار کرتا اور اپنے ایمان والا ہونے کا اعلان کرتا ہے، یا جو کوئی انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے وہ اِن کلمات کے مضامین کو دل کی گہرائی سے مان کر زبان سے اپنے ایمان لانے کا اعلان کرتا ہے، یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، ایمان کا لفظ بولنے اور سننے میں بہت ہی مختصر اور چھوٹا ہے مگر اُس کی قدر و قیمت اور اُس کے وزن

کے آگے پوری کائنات ہیچ اور بے وزن ہے' ایمان ایک وسیع لفظ ہے جس میں اللہ (ذات وصفات) فرشتوں اور کتابوں (تمام آسمانی کتابیں) پیغمبروں (تمام انبیاء و رُسل) آخرت (قیامت، برزخ، حشر، جنت، دوزخ) اور پھر تقدیر شامل ہے۔

ایمان باللہ: اللہ تعالیٰ پر ایمان کیا ہے؟

☆ اللہ تعالی پر ایمان کائنات کا نور اور روشنی ہے، اسی سے معرفتِ الٰہی ملتی ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان کائنات کی سب سے قیمتی نعمت ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان سے انسان حزب اللہ میں آجاتا ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان کی وجہ سے انسان آخرت میں ترقی کر سکتا ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان سے دنیا وآخرت میں سکون اور عزت پا سکتا ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان ہی کی وجہ سے اس کی سیرت و کردار بنتا ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان ہی کی وجہ سے وہ آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان اُسے شیطان سے دوستی کرنے نہیں دیتا۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان کی وجہ سے انسان قرآن مجید پر عمل کر سکتا ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان اُسے کچھ کرنے اور کچھ نہ کرنے پر مجبور کرتا ہے
☆ اللہ تعالی پر ایمان ہی سے انسان اپنے گناہوں سے معافی اور توبہ کر سکتا ہے۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان ہی کی وجہ سے علم کے صحیح دروازے کھل جاتے ہیں۔
☆ اللہ تعالی پر ایمان کی وجہ سے انسان رب چاہی زندگی اختیار کر سکتا ہے
☆ اللہ تعالی پر ایمان کی وجہ سے انسان دوزخ کے راستے سے بچ کر جنت کے راستے پر چل سکتا ہے۔

مگر شرط یہ ہے کہ ایمان کے کسی جزو میں شک یا انکار نہ کیا جائے، تب ہی ایمان سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اللہ کو صرف جان لینے کا نام ایمان نہیں ہے!

اسلام نے انسانوں پر یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بغیر دیکھے پہچانے اور دل سے مانے اور جب دل سے مان لیا جائے تو اعضاء اُسی کی اطاعت و غلامی کرتے ہیں، اسی کا نام ایمان باللہ ہے، صرف اللہ کو جان لینے اور کسی نہ کسی نام سے یاد کر لینے کا نام ایمان باللہ نہیں، دنیا کے اکثر غیر مسلم اللہ کو مانتے ضرور ہیں مگر وہ پہچان نہیں رکھتے، ان کا بغیر پہچانے ماننا ایمان نہیں کہلاتا۔

اسلام نے یہ تعلیم دی کہ اللہ پر ویسے ایمان لانا ہوگا جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ایمان لانے کی تعلیم دی اور صحابہؓ نے ایمان لایا، اسی کا نام حقیقی ایمان ہے، اپنی عقل وفہم سے اللہ کو ماننا یا باپ دادا کے گمراہ عقیدہ کی اندھی تقلید میں اللہ کو ماننا یا اللہ کو پہچانے بغیر ماننا ایمان باللہ نہیں کہلاتا، یہاں حقیقی اور شعوری ایمان کی بات ہورہی ہے، جب اللہ اپنے فضل وکرم سے محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں مسلمان گھرانے میں پیدا فرمادے تو اس انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی پسند اور چاہت سے اللہ کو پہچان کر مسلمان بنے اور اسلام پر زندگی گذارے، اگر کوئی انسان اللہ کی پہچان حاصل کئے بغیر تقلیدی، خاندانی اور بے شعوری طور پر اعلان کردے کہ وہ مسلمان ہے، ایمان والا ہے، اُسے مؤمن نہیں بنادیتا، اسی طرح بے شعور کے ساتھ کلمہ کو سمجھے بغیر مسلمانوں سے ملتے جلتے اعمال اختیار کر لینے سے بھی انسان حقیقی ایمان والا نہیں بن جاتا، جب تک کہ وہ ایمان میں شعور زندہ نہ کرے، اگر ایمان قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو تو وہ ایمان اللہ کے پاس معتبر اور قابل قبول نہیں، ایسے انسان کی عبادات نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ساری نیکیاں بیکار جائیں گی۔

مالک کا نمک کھا کر مالک کو نہ ماننا یا مالک کے نوکروں کو مالک ماننا یا مالک کی جان بوجھ کر نافرمانی کرنا ایمانداری نہیں، مالک کو چھوڑ کر یا مالک کو برائے نام مان کر مخلوق کو سب کچھ سمجھنا یا مالک جیسا سمجھنا اور مالک کے خلاف جان بوجھ کر مخلوق کی اطاعت اور

غلامی کرنا بے ایمانی اور نمک حرامی ہے۔

اسماءِ حسنٰی کو جانے بغیر اللہ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی!

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت یہ بنائی کہ وہ ہر اس چیز یا شخصیت کو اس کے کاموں، اس کے کمالات اور اس کی صفات سے پہچانتا ہے جن چیزوں یا شخصیات کی صفات عمدہ اور اچھی ہوں ان سے محبت کرتا ہے، ان سے فائدہ اٹھاتا، ان کی حفاظت کرتا، ان کی تعظیم کرتا، ان کی اطاعت کرتا اور ان کو پسند کرتا ہے اور جن چیزوں یا شخصیات میں خراب صفات ہوں ان سے دور رہتا، ان کو پسند نہیں کرتا، ان کی اطاعت سے دور بھاگتا اور ان سے فائدہ بھی نہیں اٹھاتا، اسی طرح اگر کسی چیز یا شخصیت کا صحیح تعارف ہی نہ ملے، صرف اس کے ذاتی نام سے واقفیت ہو جائے تو اس ذات سے خاص دلچسپی اور لگاؤ نہیں رکھتا، اس کو صرف جاننے کی حد تک مانتا ہے، مثلاً اگر آپ کے گھر میں دنیا کے کسی ملک کا صدر آجائے اور آپ کی اولاد اس سے واقف ہی نہ ہو اور آپ اس کا مکمل تعارف کرائے بغیر صرف اس کے ذاتی نام سے واقف کرا دیں تو آپ کی اولاد اس آنے والے صدر کو جان لے گی کہ یہ فلاں صاحب ہیں، اس کی نہ تعظیم کرے گی، نہ اس کو کوئی خاص عزت دے گی اور نہ اس سے محبت کرے گی اور نہ اس کا احترام بجالائے گی اور نہ اس کی فرمانبرداری کے لئے دوڑے گی، بس رسمی انداز سے مان لے گی کہ یہ فلاں صاحب ہیں، اس کو جانتے ہوئے بھی بے تعلق رہے گی، اس کا ڈر، خوف اور ادب ان میں پیدا نہیں ہوگا۔

اس کو دوسری مثال سے یوں سمجھو کہ اگر آپ کسی بس میں سفر کر رہے ہوں اور ایک ہی سیٹ پر آپ کے ساتھ ایک دوسرا مسافر بھی ہو، اس کا آپ کو تعارف بھی نہ ہو تو آپ اس سے متاثر ہوئے بغیر بے تکلفی میں جگہ پوری طرح نہ ملنے پر اس کو دبائیں گے، ہٹنے کے لئے کہیں گے، سگریٹ کا دھواں اس کی طرف چھوڑیں گے، وہ کچھ اعتراض کرے تو اس پر غصہ ہو کر لڑنے لگیں گے، اس کے برعکس اگر معلوم ہو جائے کہ یہ اس ضلع کا کلکٹر ہے

تو تعارف کے فوراً بعد آپ کی کیفیت ہی بدل جائے گی، سگریٹ پھینک دیں گے، ذرا سی جگہ میں بیٹھ جائیں گے، خود تکلیف میں بیٹھ کر اس کو آرام سے بیٹھنے دیں گے اور فوراً ادب واحترام میں آجائیں گے۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں)

عہد اَلَسْت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کروائی

اللہ تعالیٰ نے عہد الست میں قیامت تک دنیا میں آنے والے انسانوں کو اپنے سامنے کھڑا کر کے اپنا تعارف کروایا کہ وہی ان کا حقیقی رب ہے، انہیں دنیا میں بھیج کر امتحان لے گا، دنیا میں انسان اس کو بغیر دیکھے پہچان کر ماننا اور اس پر ایمان لانا ہوگا، دنیا کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہوگا کہ وہ اللہ کو بغیر دیکھے ایمان لائیں اور اسی کی عبادت و بندگی کریں، اس کی یاد دہانی کے لئے پیغمبروں کو بھیجے گا اور دنیا کی تمام مخلوقات میں وہ ذات کے اعتبار سے نہیں صفات کے اعتبار سے نظر آئے گا، انسان صحیح طریقے سے اس پر پختہ ایمان لائیں اور اسی کی اطاعت و غلامی میں زندگی گذاریں، دنیا کی زندگی امتحان کی جگہ ہوگی جو انسان اللہ کو صحیح پہچان کر مان لے اور اسی کی غلامی میں زندگی گذارے تو مرنے کے بعد وہ کامیاب ہوگا اور جو صحیح نہ پہچانے وہ ناکام ہو جائے گا۔

اسماءِ حسنیٰ کو جاننا انسان کی فطری ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی یہ فطرت بھی بنائی کہ جو چیزیں اس کو نظر نہیں آتیں وہ ان کو علامتوں، نشانیوں اور صفات سے پہچانتا ہے، مثلاً پھولوں، پھلوں، اچھی یا خراب چیزیں جو نظر نہ آئیں ان کو خوشبو، بدبو، رنگ اور مزوں وغیرہ سے پہچان لیتا ہے، اللہ نے انسان پر بغیر دیکھے پہچاننے کی شرط تو ضرور رکھی مگر کائنات کی تمام مخلوقات میں اپنی صفات کو ظاہر بھی کیا، جیسے انسان رات دن ہر لمحہ دیکھ سکتا ہے، قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کثرت سے صفات ہی پر غور کروایا، رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ اللہ میں ذات کے

اعتبار سے غور وفکر مت کرو، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے شرک پیدا ہوتا ہے، اور انسان ذات میں غور کرنے سے گمراہ ہوجاتا ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ذات میں غور کرنے سے سختی سے منع فرمایا، نظر نہ آنے والی ذات کو انسان کوئی مثال اور نمونے ہی سے سمجھ سکتا ہے، جبکہ اللہ کی مثل اور مثال کائنات کی کسی چیز میں نہیں، اللہ کے لئے کسی سے مثال دی ہی نہیں جاسکتی، البتہ کائنات کی تمام مخلوقات میں اللہ کی صفات کی نشانیاں، آثار اور علامتیں آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں، خود انسان کی زندگی میں بھی اس کی صفات کی جھلک سایہ اور نمونے موجود ہیں۔

دنیا کی زندگی میں انسان مختلف شعبوں سے گذرتا ہے، دنیا کی زندگی میں انسان کو زندگی گذارنے کے لئے پیدائش کا نظام چاہئے، تخلیق کا نظام چاہئے، پرورش کا نظام چاہئے، رزق کا نظام چاہئے، مختلف مخلوقات کا علم چاہئے، ہدایت ورہنمائی چاہئے، رحمت چاہئے، حاکمیت چاہئے، عدل وانصاف چاہئے، گناہوں سے مغفرت چاہئے، اہل و عیال چاہئے، محبت چاہئے، حساب کتاب لینے کا طریقہ چاہئے، ارادہ اور قدرت چاہئے، حکمت چاہئے، سماعت و بصارت چاہئے، عقل وفہم چاہئے، بیماریوں اور مصیبتوں سے شفاء ونجات چاہئے، موت سے گذر کر عالم برزخ کی زندگی چاہئے، صحیح عقیدہ اور عبادت کا نظام چاہئے، وہ چاہتا ہے کہ ان تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی کوئی ذات ہو، لہٰذا اسماء حسنٰی اس کی فطری ضرورت ہے۔

زندگی کے تمام شعبوں میں اللہ سے تعلق اور ربط رکھنے کے لئے اسماء حسنٰی (صفاتِ الٰہی) کا تعارف چاہئے

انسان کو جب صحیح منزل، صحیح مقام یا سیدھا راستہ معلوم نہ ہو تو وہ بھٹک جاتا ہے، غلط مقام پر چلا جاتا ہے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پہچان نہ رکھے تو وہ اللہ سے دور ہوکر بھٹک جاتا ہے اور اللہ کے بجائے اپنے زندگی کے شعبوں میں مخلوقات سے رجوع ہو

جائے گا اور شیطان کی راہ پر چلنے لگے گا، ایسی صورت میں اس کا ایمان صحیح نہ ہوگا، چنانچہ اللہ نے اپنی حکمت سے انسانوں کی صحیح رہبری و ہدایت کے لئے اور ان کو اپنے اوپر صحیح طریقے سے ایمان لانے کے لئے اپنی ذات کا نہیں صفات کا تعارف کروایا، اور قرآن و حدیث میں اپنے صفاتی نام اسماءِ حسنیٰ سے تعبیر کر کے سمجھائے؛ تا کہ انسان ندگی کے تمام شعبوں میں اللہ کو ہی اپنا مالک مان کر اُسی سے ربط و تعلق قائم کرے، یہی صحیح ایمان لانا ہے، اللہ کو مالک مان کر پہچان نہ ہونے کی وجہ سے زندگی کے شعبوں میں مخلوقات کو بھی اللہ جیسا سمجھنا اور ان سے اپنی ضرورتیں مانگنا یہ ایمان نہیں کہلاتا، یہ گمراہی اور شرک ہے، مشرک انسان اللہ کو مانتا ضرور ہے مگر وہ زندگی کے تمام کاروبار میں مخلوقات کی طرف رجوع ہوتا ہے، یہ غلطی محض اس لئے کر رہا ہے کہ اس کے پاس صفات کے ذریعہ معرفت الٰہی نہیں ہوتی، قرآن و حدیث میں اللہ نے اپنے ۹۹ رصفاتی نام بتلائے جو انسان کو معرفتِ الٰہی کی تعلیم دینے انسانوں کی ضرورتوں اور حاجتوں کے لحاظ سے ہیں، جتنی انسانوں کو اللہ کی معرفت کی ضرورت تھی اتنے نام اللہ نے ظاہر فرمائے، ورنہ تفسیروں میں ہے کہ وہ لامحدود ذات ہے اس کی صفات بھی لامحدود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو اسماءِ حسنیٰ کے ذریعہ بندوں سے اپنی تعریف و بڑائی کروانا مقصود نہیں

اللہ تعالیٰ کسی کی عبادت و تعریف کا محتاج نہیں، نہ وہ اپنی تعریف اور بڑائی کسی سے کروانا چاہتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر سارے کے سارے انسان شروع سے آخر تک اس کی اطاعت و بندگی کریں تو اس کے مقام و مرتبہ میں ذرّہ برابر کا اضافہ نہیں ہوتا اور اگر تمام انسان اس کی نافرمانی کریں تو اس کے مقام و مرتبہ میں ذرّہ برابر کمی نہیں ہوتی، ساری کائنات، کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی تسبیح و تحمید میں لگا ہوا ہے۔

وہ کسی کی عبادت کا محتاج نہیں، اس نے انسانوں کے فائدہ اور انسانوں کی صحیح

ہدایت ورہبری کے لئے حقیقی وپختہ اور مضبوط ایمان دینے اور اپنے سے مضبوط تعلق اور ربط قائم رکھنے کے لئے اپنے ۹۹ ر نام یعنی اسماءِ حسنیٰ جو اچھے اچھے حسین و پیارے نام ہیں بتلائے، ورنہ انسان صرف اس کے ذاتی نام سے نہ اس کو پہچان سکتا تھا، نہ اس سے صحیح ربط وتعلق قائم کرسکتا تھا۔

صفاتی ناموں کا علم حاصل کرنے سے سیرت بنتی اور سدھرتی ہے!

اللہ تعالیٰ کے ان ۹۹ ر صفاتی ناموں کی خاصیت یہ ہے کہ ان سے انسانوں کا ایمان درست ہوتا ہے اور وہ ان ناموں کی نقل کر کے ان کا سایہ اور پَرتو بن سکتا ہے، کچھ صفاتی ناموں سے اس کے عقائد صحیح ہوتے ہیں، کچھ صفاتی ناموں سے اخلاق و کردار درست ہوتے ہیں، کچھ صفاتی ناموں سے اسی کے اکیلے خالق و مالک ہونے کی تعلیم ملتی ہے، کچھ صفاتی ناموں سے اس کی پرورش اور تربیت کی تعلیم ملتی ہے، کچھ صفاتی ناموں سے اس کے یکتا اور تنہاء ہونے کی تعلیم ملتی ہے، کچھ صفاتی ناموں سے اسی سے ہدایت و رہنمائی ملنے کی تعلیم ملتی ہے، کچھ صفاتی ناموں سے اس کے علیم وخبیر ہونے، کچھ صفاتی ناموں سے سننے دیکھنے کا علم ملتا ہے، کچھ صفاتی ناموں سے اس کی محبت، رحمت، فضل و احسان معلوم ہوتا ہے، کچھ صفاتی ناموں سے اس کے معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہونے کی تعلیم ملتی ہے، کچھ صفاتی ناموں سے ڈرخوف، پکڑ کرنے والا، حساب کتاب لینے والا اور دوبارہ زندہ کرنے والا ہونے کی تعلیم ملتی ہے، کچھ صفاتی ناموں سے اس کے عدل وانصاف کرنے اور سزا دینے کی تعلیم ملتی ہے، کچھ صفاتی نام سے رزاق، غنی اور منعمِ حقیقی ہونے کی تعلیم ملتی ہے اور کچھ صفاتی نام سے حاکمیت، حکمت اور قدرت کی تعلیم ملتی ہے، دنیا کی زندگی میں انسانوں کو تمام شعبوں میں ان کی ضرورت ہرلحہ ہر گھڑی پڑتی ہی رہتی ہے، وہ ان صفات کی نقل کر کے اپنی سیرت بنا سکتا ہے اور بہترین خلیفہ بن سکتا ہے اور دنیا میں ایمان کے ذریعہ انسانوں کو امن وسکون دے سکتا ہے۔

اللہ اپنے بہت سارے کام مخلوقات سے ظاہر کرتا ہے

دنیا کی زندگی میں انسانوں کو اپنی ضرورتیں مخلوقات سے پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں، اس لئے کہ دنیا دار الاسباب ہے، اللہ امتحان کی خاطر ان تمام ضرورتوں کو مختلف مخلوقات سے ظاہر کرتا ہے، ایسی صورت میں انسان کے پاس اللہ کی صفات کے ذریعہ صحیح تعارف نہ ملے تو انسان پیدائش، موت، پرورش، محبت، تخلیق، رحم، ہدایت ورہنمائی، عدل وانصاف، علم، رزق، مدد، شفاء نفع ونقصان، کامیابی وناکامی، عزت وذلت، امیری و غریبی، احسان، انعام، مخلوقات سے ہوتا ہوا دیکھ کر ان سے دھوکہ کھا سکتا ہے اور خالص توحید کی جگہ شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار ہوسکتا ہے اور ہو چکا ہے۔

صفاتِ الٰہی کا تعارف نہ ملنے سے انسانوں کی گمراہی

چنانچہ بت پرستوں اور خود مسلمانوں میں جب اللہ کی صفات کا تعارف نہیں کروایا گیا تو مشرک قومیں سورج چاند، زمین، ہوا، پانی، جانور، درخت، انسانوں کے علاحدہ علاحدہ خدا مان کر ان کے دیوی دیوتا بناڈالے اور ان کو بھی اللہ جیسے کام کرنے والے سمجھنے لگے، بے شعور مسلمان حقیقی ایمان نہ رکھنے والے مسلمان ماں باپ اور مسلم خاندان و ماحول میں پیدا ہونے کے باوجود سورج، چاند، ہوا، پانی، درخت اور جانور کی پرستش تو نہیں کرتے؛ البتہ اللہ کی صفات کے ذریعہ صحیح پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے اللہ کو دوسروں کی طرح ذات کے اعتبار سے اللہ ماننے کے باوجود رزق، سامانِ زندگی، اولاد، دولت، تجارت، لڑکا ولڑکی، شادی بیاہ، صحت، منّت اور مرادیں، سجدے، رکوع اور دعائیں سب کچھ اللہ کے علاوہ جھنڈوں، علموں اور گذرے ہوئے بزرگوں سے مانگنے لگے، ان کے پاس اللہ کی پہچان ہی صحیح نہیں، کلمہ پڑھ کر بس زبان سے ایمان اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، کسی کو مشکل کشا اور کسی کو حاجت روا اور کسی کو دافعِ بلیات اور کسی کو حاضر وناظر

سمجھتے ہیں اور اللہ کی بڑائی کی طرح مخلوق کی بڑائی کی آوازیں بلند کرتے اور انہیں دنیا کے مختلف انتظامات کرنے والا سمجھتے ہیں، مخلوق کو بھی ہر جگہ دیکھنے سننے والا سمجھتے ہیں، غیر مسلم اللہ کی پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے وہ مختلف صفات کے علاحدہ علاحدہ دیوی دیوتا بنا کر ان کے بت اور عبادت خانے علاحدہ علاحدہ بناتے ہیں، چنانچہ کسی کو شادی کرانے والا، کسی کو اولاد دینے والا اور کسی کو نوکری وتجارت دینے والا، کسی کو صحت دینے والا سمجھ کر ان سے منتیں مرادیں مانگتے ہیں اور اسباب، دُکان، روپیہ پیسہ، سامانِ تجارت اور اوزار کی پوجا و پرستش کرتے ہیں، ان کے نزدیک تعلیم کا الگ، موت وحیات کا الگ، دولت کا الگ، بیماری کا الگ، صحت کا الگ، بارش کا الگ، سورج کا الگ، ہوا کا الگ، زمین کا الگ، آسمان کا الگ، زراعت کا الگ، درختوں کا الگ، جانوروں کا الگ، ہوا کا الگ اور پانی کا الگ، سب الگ الگ دیوتا اور خدا تصور کرتے ہیں، ان کے پاس خدا کی عبادت گاہ بالکل نہیں ہوتی بلکہ ہر دیوی دیوتا کی عبادت گاہیں الگ الگ ہوتی ہیں، مسلمانوں کی کثیر تعداد نے اللہ کی صفات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے صفات کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے اور ولیوں اور بزرگوں کی درگاہوں، جھنڈوں اور علموں، چلّوں سے نسبت دے دی اور غیر مسلموں کی طرح اپنی ہر ضرورت کے الگ الگ ولیوں کو مقرر کر لئے، اس طرح ان میں اور مشرک انسانوں کے عقائد میں فرق باقی نہیں رہا۔

اسلام تزکیۂ نفس اور تزکیہ بدن سے پاکی عطا کرتا ہے

انسان کے تزکیۂ نفس اور تزکیۂ بدن کے لئے ظاہر اور باطن دونوں کی صفائی ضروری ہے، انسان کے اندر باطن میں شرک، کفر، الحاد، نفاق، دہریت، نفس پرستی، غیر اللہ کی محبت، ڈر خوف، مخلوقات سے بننے بگڑنے کا تصور، تکبر، حسد، جلن، بغض وعداوت، کینہ، غرور وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے، یہ تمام بیماریاں بے شعوری کے ساتھ اللہ کو پہچانے بغیر صرف اللہ کے ناموں کا ورد کرنے سے دور نہیں ہوتیں بلکہ ورد کے ساتھ ساتھ ان ناموں

کی معرفت حاصل کر کے ورد کرنے سے اندر باطن کی اصلاح ہوتی ہے، دل پر اثر پڑتا ہے اور دل کو دسکون ملتا ہے، اندرون کی ساری بیماریاں معرفتِ الٰہی سے دور ہوتی ہیں۔

باطن کی اصلاح کئے بغیر اسماءِ حسنیٰ کا وِرد کیا جاتا ہے!

جو نام اللہ نے انسانوں میں روحانیت اور ایمان میں جان پیدا کرنے کے لئے نازل کیا تھا، بہت سے مسلمان ان کی حقیقت کو سمجھے بغیر بس جنت کے حصول کے لئے اسماءِ حسنیٰ یاد کر لیتے ہیں اور بے شعوری کے ساتھ اور بغیر ادراک کے گھروں میں برکت اور احترام کے لئے طغرے لگاتے ہیں اور صبح و شام برکت و فائدے کے لئے بعض ناموں کا وِرد کرتے ہیں، اللہ نے ان ناموں کو اپنی معرفت دینے اور شرک سے بچانے کے لئے انسانوں کی طلب اور ضرورت کے تحت نازل کیا ہے، جن ناموں سے انسانوں میں حقیقی ایمان پیدا ہوسکتا ہے اور انسانوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں مضبوط عقیدہ اور سہارا مل سکتا ہے ان ناموں کو مسلمان صرف جادوٹونا دور کرنے کے لئے شیطانوں کو بھگانے، بیماریوں کو دور کرنے اور برکت حاصل کرنے ہی کی حد تک وِرد کر لیتے ہیں، کبھی ان ناموں سے اللہ کی معرفت حاصل نہیں کرتے، اللہ کے ۹۹/نام ہیں ان کا ورد اور گنتی عرفان کے ساتھ کریں، صرف ان ناموں کے معنیٰ یاد کر لینے یا بغیر معرفت کے وِرد کرنے سے اللہ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی؛ بلکہ ان ناموں کا عرفان حاصل کرنا بھی ضروری ہے، اللہ کی معرفت حاصل کئے بغیر ایک انسان جنت میں کیسے جائے گا؟ جب معرفت حاصل کریں گے تو جنت میں جائیں گے، جنت ہی دراصل معرفت خدواندی کا انعام ہوگی۔

دوسرے مذاہب میں اسماءِ حسنیٰ کی تعلیم ہی نہیں!

دنیا کے دوسرے مذاہب میں اللہ کی صفات کا تصور ہی نہیں، وہ اللہ کو بے جان خدا کی حیثیت سے مانتے ہیں، چنانچہ کسی کے پاس خدا تخلیقی اعتبار سے ہر چیز میں اپنا ظہور

رکھتا ہے اور ہر چیز میں موجود اور اس کی تجلی ہے، کسی کے پاس سب کچھ اللہ ہی اللہ ہے، ظاہر میں جو نظر آ رہا ہے وہ دھوکہ ہے، کسی کے پاس یہ ہے کہ خدا نے اپنے دو ٹکڑے کیئے، ایک سے نر بنا اور دوسرے سے مادہ، پھر پرمیشور مادہ سے اپنی خواہش پوری کیا تو مختلف جاندار وجود میں آئے، خدا کے ساتھ اولاد، اہل وعیال کا تصور قائم کیا، خدا شادی کرتا ہے، کئی کئی بیویوں والا ہے، کسی اوتار کی شکل اختیار کر کے آتا ہے، اس کو مخلوقات کی طرح جسم دے کر سو سو ہاتھ اور سر لگادئے، کسی نے پیغمبر ہی کو خدا کا بیٹا بنادیا اور ''ایک تین، تین ایک'' (ٹری نیٹی، تثلیث) کا عقیدہ رکھا، اس کو صلیب پر چڑھادیا، اس طرح پیغمبر نہیں مانا بلکہ خدا کا حصہ مانا اور یہ ظاہر کیا کہ اس میں یہ طاقت ہی نہیں تھی کہ وہ اپنے آپ کو انسانوں کے ظلم سے بچا سکے، جب صلیب پر چڑھایا گیا تو وہ بے سہارا ہو کر یہ کہا: اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ آسمانی کتاب والوں نے اپنی کتابوں میں اتنی تحریف کر دی کہ خدا اور انسان میں فرق باقی نہیں رکھا، کہیں حضرت یعقوبؑ اور خدا میں رات بھر کُشتی ہونے اور صبح تک خدا کے تھک کر ہار جانے کی بات کی۔

ذرا غور کرو ایسا خدا جو انسانوں سے لڑتا ہو اور خود اپنی مدد نہیں کر سکتا وہ دوسروں کی کیا مدد کر سکے گا، خدا کے ذات کے اعتبار سے نظر نہ آنے پر لوگوں نے خدا کو بھی اپنی طرح سمجھا، اپنے جیسے انسانوں کے مجسمہ بنا کر ان کو خدا کا مقام دے دیا، ان پر پھول مالا اور چڑھاوے چڑھا کر ان کی پرستش شروع کر دی، ایسے لوگ مجسمہ اور بتوں کی پرستش تو کر لیں گے مگر ان سے عقلی، قلبی اور روحانی تعلق اور ربط قائم نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بت نہ سن سکتے اور نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ بات کر سکتے ہیں اور نہ مدد کر سکتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ بت کوئی صفت ہی نہیں رکھتے، اس لئے ان سے قلبی تعلق اور لگاؤ قائم نہیں کیا جا سکتا، پوجا پاٹ کرنے کے باوجود ان بتوں کا غلبہ ان کے دماغ پر سوار نہیں ہو سکتا۔

جن لوگوں نے کئی کئی خدا مانے ہیں وہ ایک خدا سے اپنے آپ کو جوڑ نہیں سکتے، ان کے نزدیک اصل خدا کے مقابلہ میں خیالی خداؤں سے اپنے دل کو بہلانے یا نفس کو

مطمئن کر لینے کے سوا اور کوئی تصور پیدا نہیں ہوسکتا۔

باشعور اور بے شعور انسانوں میں فرق

اگر کسی عورت کا بچہ مرجائے یا جانور کا بچہ مرجائے تو لوگ اس کو گڑایا گھاس بھرا ہوا بچہ سامنے رکھنے سے عقلمند اور سمجھ دار انسان اپنی پیاس نہیں بجھا سکتا، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ زندہ بچے اور بے جان گُڑیا میں کیا فرق ہوتا ہے۔ جانور کو چونکہ عقل نہیں ہوتی وہ دھوکہ کھا سکتا ہے، غیر مسلم چونکہ اللہ کی معرفت نہیں رکھتے اس لئے وہ اپنی اندرونی پیاس اس طرح جھوٹی تسکین دے کر پوری کر لیتے ہیں، مگر جو انسان عقل وشعور کا استعمال کرتا ہے، گُڑے سے بچے کی کمی کو پوری نہیں کر سکتا، وہ سوچے گا کہ دنیا میں بعض چیزیں اللہ نے ایسی رکھی ہیں جن کی شکل وصورت اور جسم نظر نہیں آتا، ہم ان کو اس کی نشانیوں اور آثار سے پہچانتے ہیں، مثلاً ہوا، روح، بخار، گرمی اور سردی وغیرہ، وہ سمجھ سکتا ہے کہ جانداروں کے جسم میں ایک زندہ روح کا کنٹرول اور اقتدار ہے اور ایک روح جب تک جسم میں رہتی ہے مختلف اور الگ الگ کام ہوتے ہیں، اسی سے خون بنتا ہے، دل کی دھڑکن جاری رہتی ہے، ہڈیاں بنتی ہیں، بال بنتے ہیں، وہی روح جانداروں کو دیکھنے، سننے، سوچنے، سمجھنے، بات کرنے، چلنے پھرنے، غذا ہضم ہونے، نیند لینے کے سارے کام کرتی ہے، جانداروں کے اعضاء ایک جیسے نہیں ہوتے، ہر ایک کے اعضاء، شکل وصورت میں الگ الگ ہونے کے باوجود سب ایک دوسرے کے ساتھ پورے نظم وضبط کے ساتھ الگ الگ کام کرتے ہیں اور آپس میں تعاون کرتے رہتے ہیں، ہر عضو سے کام لینے کے لئے الگ الگ روح نہیں ہوتی، اسی طرح کائنات میں سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی، جانور، درخت، پہاڑ باوجود الگ الگ ہونے کے اور ہر ایک کے کام الگ الگ ہونے کے ان کا مالک اپنی مختلف صفات سے ان سے کام لے رہا ہے اور پوری کائنات اسی ایک مالک حیّ وقیّوم ہونے کی وجہ سے نظم وضبط کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے چل رہی ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جاندروں کو بنانے والا

الگ، پالنے والا الگ، پیدا کرنے والا الگ، موت دینے والا الگ، زندگی دینے والا الگ، ہدایت وعلم دینے والا الگ، اولاد دینے والا الگ، صحت وشفاء دینے والا الگ، نوکری و تجارت دینے والا الگ، سب الگ الگ خدا ہوں، جبکہ جانداروں میں ایک ہی روح سے معدہ غذا ہضم کر رہا ہے اور سارے اعضاء کو ان کی ضرورت کے لحاظ سے قوت و طاقت دے رہا ہے، جانداروں کے پیٹ میں وہی روح بچہ کو سنبھالتی ہے اور اس کی ساری ضرورتیں ماں کے رحم ہی میں مہیا کرتی ہے، اگر کائنات کے مختلف کاموں کے الگ الگ خدا ہوتے تو یہ کائنات فساد کے حوالے ہوجاتی چل ہی نہیں سکتی تھی۔

اسماءِ حسنیٰ یعنی معرفت الٰہی سے قلب وذہن پر اللہ کا غلبہ رہتا ہے

اسلام نے اسماءِ حسنیٰ کے ذریعہ انسانوں کو اللہ کی معرفت عطا کی اور ایک زندہ حیّ و قیّوم ہونے، سمیع وبصیر ہونے، علیم وخبیر ہونے اور قادر مطلق ہونے کی تعلیم دی اور انسان کو اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی عطا کی، انسان اسماءِ حسنیٰ کا ادراک کر کے اپنے ذہن ودماغ پر ایک زندہ موجود، بااختیار الٰہ کا غالب تصور رکھ سکتا ہے اور اسماءِ حسنیٰ سے معرفتِ الٰہی حاصل کر کے اپنے آپ کو اللہ سے جوڑے رکھ سکتا ہے، اللہ ذات کے اعتبار سے نظر نہ آنے کے باوجود وہ اپنی عقل، اپنے قلب اور اپنی روحانیت کی سوچ اور فکر کے ذریعہ کائنات کی چیزوں میں صفاتِ الٰہی کو دیکھتے ہوئے اپنا تعلق اور ربط اللہ سے قائم کئے رہتا ہے، ہرلمحہ اور ہرگھڑی اللہ پر ایمان اس کے ذہن ودماغ میں ہمیشہ زندہ اور تازہ عقیدہ بن کر رہتا ہے، اس لئے کہ ہرلمحہ وہ کائنات کی چیزوں میں صفات الٰہی کو دیکھتا ہے، اگر انسان کو اللہ کی صفات کے ساتھ تصور نہ دیا جائے تو انسان اپنے ذہن میں اللہ کا غلبہ اور تصور قائم نہیں کرسکتا، اس کے نزدیک خدا ایک بے اختیار چیز تصور ہوتا ہے اور وہ اللہ سے غافل بنا رہتا ہے، شرکیہ عقائد واعمال میں گرفتار ہوجاتا ہے، خالص اللہ کو نہیں مانتا۔

اسماءِ حسنیٰ کا شعور نہ رکھنے سے انسان شرک میں مبتلا ہوجاتا ہے، انسانوں کی بڑی

تعداد اللہ کو مانتے ہوئے محض پہچان نہ رکھنے کی وجہ سے شرک کی گمراہی کا شکار ہے اور مخلوقات سے بننے بگڑنے کا تصور رکھتی ہے، اللہ نے انسانوں کو صحیح عقیدہ دینے اور شرک سے بچانے ہی کے لئے جتنی اس کی معرفت کی ضرورت تھی اتنے صفاتی نام اسماءِ حسنٰی کے ذریعہ قرآن وحدیث میں بیان کردئے؛ تاکہ انسان اپنا قلبی، عقلی اور روحانی تعلق اللہ سے صحیح قائم رکھے، وہم وگمان اور قیاس سے دور رہے، جب انسان اللہ کے اسماءِ حسنٰی کے ذریعہ تعلیم پاتا ہے اور صفات الٰہی کو ذہن ودماغ میں رکھتا ہے تو وہ اپنے ذہن سے اللہ کی کوئی تصویر اور مجسمہ بھی نہیں بنا سکتا، اس لئے کہ صفات کا ادراک ہونے کے بعد کوئی تصویر اس کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی، زبان پر کسی نہ کسی صفت کا وِرد جاری رکھ کر اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے، اسلام میں ہر مسجد صرف اور صرف اللہ کی عبادت وذکر کرنے اور اللہ سے تعلق وربط قائم کرنے کی جگہ ہے، کسی مخلوق کی کوئی عبادت گاہ نہیں بناتے۔

باشعور مسلمان ایمان لانے کے بعد اپنے ذہن ودماغ میں کسی بے اختیار خدا کا تصور قائم نہیں کرتا اور نہ اللہ کے علاوہ کسی دوسری طرف اپنی ضرورتوں میں رجوع ہوتا ہے، وہ اللہ کی صفات کو سمجھنے کے بعد روحانی تسکین وسکون ایسے ہی پاتا ہے جیسے ایک چھوٹا بچہ ماں باپ کے ملنے پر گود میں سکون حاصل کرتا ہے اور اولاد اپنے ماں باپ سے ضرورتوں کا اظہار کرکے سکون پاتی ہے۔

عہدِ الست میں جس طرح انسان نے اللہ کا تعارف حاصل کیا دنیا میں اسماءِ حسنٰی سے پہچان حاصل کرنے کے بعد اُسی فطری تقاضے سے سکون پاتا ہے اور مطمئن رہتا ہے، اسماءِ حسنٰی عہد الست کی فطری تڑپ کا جواب ہے۔

اس کے لئے اسماءِ حسنٰی اس کمپیوٹر کی مانند ہیں جس کا بٹن دباتے ہی مختلف نام کے فائل اس کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ جس وقت جو ضرورت رکھتا ہے اس نام کی فائل سے اللہ کی پوری معلومات اور پہچان رکھتے ہوئے صرف اللہ ہی سے رجوع ہوتا ہے، کہیں کسی دوسری جگہ بھٹکنے نہیں پاتا، مثلاً اگر وہ صفاتِ الٰہی کی فائلوں میں:۔

الاحد الواحد کی صفات پر غور کرتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مالک نہ صرف ایک ہے بلکہ ایک اور اکیلا ہے، اس کی مثل اور مثال ہی نہیں، وہ مخلوقات کی طرح بالکل نہیں وہ ہر اعتبار سے ایک، اکیلا، تنہا اور بے مثل ہے، اس سے اس میں توحید پیدا ہوتی ہے۔

الاول و الآخر، الظاهر و الباطن پر غور کرے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مالک سب سے اول ہے، جب کچھ بھی نہیں تھا تو وہ خود سے موجود تھا، اس کو کسی نے نہ پیدا کیا اور نہ قائم کیا، جب کچھ بھی نہیں رہے گا تو وہی اکیلا بذاتِ خود موجود رہے گا، اس پر موت نہیں آتی، وہ ظاہر بھی ہے مگر نظر نہیں آتا اور وہ چھپا ہوا بھی ہے، اس کو جان سکتے ہیں۔

الحیّ القیّوم پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حیات اصل اسی کی ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس کو نیند اور اونگ بھی نہیں آتی اور نہ وہ مخلوقات کی طرح تھکتا ہے، اس کی حیات کو ہم سمجھ نہیں سکتے، مخلوقات کی طرح اس کی کوئی عمر مقرر نہیں ہے، اسی کی صفت کے سایہ سے مخلوقات قائم ہیں، جب وہ اپنا سایہ ہٹالیتا ہے تو مخلوق مردہ ہوجاتی ہے، اس کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ اللہ جیسی حیات والا کوئی دوسرا نہیں۔

الخالق وہی خالق ہے اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو پیدا کرتا اور بناتا ہے، وہ نہ کسی کو جنا اور نہ کوئی اس کو جنا، وہ بلا اسباب کے کوئی بھی چیز پیدا کرتا اور بناتا ہے، وہ کن سے ارادہ کرتا ہے تو وہ چیز وجود میں آکر بننا شروع ہوجاتیہے، اس نے مخلوق کو بھی تخلیق کرنے کی صلاحیت دی، مگر مخلوق اسباب کے بغیر کوئی چیز نہیں بناسکتی، مخلوق کی تخلیق میں حسن وخوبصورتی، کمال وتوازن اور حکمت نہیں ہوتی، اور چند دنوں بعد بوسیدہ ہوجاتی ہے، انسان کو اللہ کی صفت خلق سمجھنے کے بعد یہ تعلیم ملتی ہے کہ **لا خالق الا اللّٰہ** یعنی اللہ جیسا خالق کوئی نہیں۔

الرب اللہ کی صفت رب پر غور کرنے سے انسان کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ اس کا مالک ہی کائنات کے ذرّہ ذرّہ کی پرورش کرنے والا ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جو مخلوقات کی ضرورتوں کو پورا کرے، اس کو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس کا مالک ایسا رب

ہے جو ہر مخلوق کی ہر وقت ہر ضرورت کو محبت کے ساتھ پوری کرر ہا ہے، اس لئے وہ جان لیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا رب نہیں، اس کی ضرورتوں میں پیدائش، موت، جسم، روح، اعضاء، زمین، آسمان، ہوا پانی، آگ، پہاڑ، درخت، جانور سب شامل ہیں۔

الرزاق صفتِ رزاق کے ذریعہ انسان یہ جان لیتا ہے کہ مخلوقات کو زندگی گذارنے کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ صرف رزاق ہی سے مل سکتی ہیں، جیسے زندگی گذارنے کے لئے مختلف الگ الگ غذائیں، اولاد، دولت، علم وہدایت، کپڑا، مکان، ہوا، پانی، اعضاء اور صلاحیتیں، یہ سب رزق میں آتا ہے، وہ صرف سوائے اللہ کے کوئی دوسرا انتظام نہیں کرسکتا، اللہ کسی کو خوب رزق دیتا ہے اور کسی کو کم دیتا ہے، اس کے علاوہ کوئی رزاق نہیں، **لا رزّاق الا اللّٰہ**۔

رب اور رزّاق ہونے کے ناطے اولاد، تندرستی، دولت، نوکری، تجارت، شفاء، لڑکا، لڑکی، عزت وذلت، کامیابی وناکامی، حکومت واقتدار، مشکلات سے نجات، زندگی اور موت، سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے، **لا ربّ الا اللّٰہ**۔

العلیم اس کا مالک ہی ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہی علم کا خزانہ ہے، کوئی چیز کوئی ذرّہ اس کے علم سے باہر نہیں، اسی کے دَین سے انسان اور دوسری مخلوقات کو مختلف چیزوں کا علم ملتا ہے، انسان اگر اللہ کی اس صفت کو سمجھے تو علم حاصل کر کے کبھی اکڑے گا نہیں، اگر اللہ اس کو علم نہ دیتا تو وہ دنیا میں مجبور بنا رہتا، اس کو زندگی گذارنے میں بہت مشکلات ہوتیں، اللہ کے دئے ہوئے علم سے وہ زندگی کے مختلف سامان بنا کر اطمئنان اور آسانی کی زندگی کے مختلف سامان بنا کر اطمئنان اور آسانی کی زندگی گذار رہا ہے، اگر اللہ اُسے علم نہ دیتا تو وہ نہ تیز رفتار سواریات بنا سکتا، نہ دوائیں بنا سکتا، نہ عالیشان عمارتیں بنا سکتا، نہ لباس بنا سکتا، نہ طرح طرح کے غلہ اناج کی زراعت کرسکتا اور نہ جانور استعمال کرسکتا، نہ سمندروں اور ہواؤں میں جہاز اُڑا اور چلا سکتا تھا، وہ علیم ہونے کے ناطے ماضی، حال، مستقبل کا علم رکھتا ہے، انسانوں کے دل کا بھید جانتا ہے۔

الھادی جب انسان اللہ کی اس صفت پر غور کرے گا تو اُسے معلوم ہوگا کہ اللہ نے دنیا کی ہر مخلوق کو پیدا کر کے اُسے زندگی گذارنے کی ہدایت ورہبری عطا فرمائی، بغیر اس کی ہدایت کے کوئی بھی اپنی ذمہ داری ادانہیں کرسکتا، انسان اور جنات سے ہٹ کر تمام مخلوقات کو بغیر کسی مدرسہ، اسکول، استاد اور کتاب کے فطری طور پر وہ ہدایت دیتا ہے، انسان اور جن کی ہدایت کے لئے باہر سے ہدایت کا انتظام کیا اور رسولوں کو بھیج کران پر کتابِ ہدایت نازل کی، انسان اللہ کی ہدایت کے بغیر دنیا اور آخرت میں کامیاب نہیں ہوسکتا اور ہدایت وہ انسان کی چاہت پر دیتا ہے، ہدایت ورہبری سے اللہ کی معرفت اور آخرت کی زندگی کا علم ملتا ہے، انسان خالص توحید اختیار کر کے زندگی گذار سکتا ہے، ورنہ جولوگ ہدایت کے طلبگار نہ ہوں وہ کفر اور شرک میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور دنیا وآخرت کا نقصان کر لیتے ہیں۔

السمیع، البصیر، الخبیر ان صفات کو سمجھنے سے انسانوں میں شیطانی اعمال پیدانہیں ہوتے اور وہ اللہ کو ہر گھڑی دیکھنے، سننے اور خبر رکھنے والا ہونے کا عقیدہ رکھ کر گناہ سے دور، اعمالِ صالحہ کو اختیار کرسکتا ہے، دنیا میں فساد نہیں مچاتا، انسان کے نفاق کو دور کرنے کے لئے اللہ کی ان صفات کو اچھی طرح سمجھایا جائے، انسانوں کی بہت بڑی تعداد ان صفات کا ادراک نہ رکھنے کی وجہ سے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے احکام و سنتوں کے خلاف زندگی گذار رہی ہے۔

الرحمٰن الرحیم ان دونوں صفات کو سمجھنے سے انسان کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ ان کا مالک بے انتہاء رحمت والا ہے، اس نے ان کے لئے جو ہدایات واحکام دئے ہیں وہ سارے رحمت ہی رحمت سے بھر پور ہیں، وہ ظلم نہیں کرتا، وہ ظلم سے پاک ہے، ساری کائنات کی چیزوں پر اس کی رحمت ہی غالب ہے، اس سے انسان میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے، اس کے رحم ہی کی وجہ سے انسان اعمالِ صالحہ کرسکتا ہے اور جنت کے راستہ پر چل سکتا ہے۔

الغفور، التوّاب ان صفات سے انسان اللہ سے ناامید نہیں ہوتا، اُسے یقین رہتا

ہے کہ اس کا مالک رحمت ہی کی وجہ سے عفوودرگذر کرنے والا اور گناہوں کو معاف کرنے کے لئے تواب ہے، اس کی توبہ بار بار قبول کرتا ہے اور اس کو سنبھلنے اور سدھرنے کا موقع دینے تیار ہے، دنیا کا کوئی حکمران اپنے مجرم اور نافرمان کو بار بار معافی نہیں دیتا، مگر مالکِ کائنات اپنے بندے کی آخرت سدھارنے کے لئے اس کو بار بار معاف کرتا رہتا ہے۔

الودود اس صفت سے انسان کو یقین ہوجاتا ہے کہ اس کا مالک دشمن نہیں محبت کرنے والا ہے، اسی محبت ہی کی وجہ سے وہ گناہوں سے سنبھلنے کا موقع اپنے بندے کو دے رہا ہے، گناہوں کے باوجود دنیا کی نعمتوں کو نہیں روکتا، الٹا کافر، مشرک اور منافق کے لئے دنیا کو جنت بنادیتا ہے، جو لوگ اس کے فرمانبردار ہوتے ہیں ان کی دنیا کی ہر تکلیف، مصیبت اور پریشانی کو گناہ معاف کرنے کا ذریعہ بنادیتا ہے اور ان کے درجات کو آخرت میں بلند کرتا ہے، اس نے اپنی محبت کا سایہ والدین، شوہر، اولاد، رشتہ داروں، انسانوں یہاں تک کہ جانوروں میں تک رکھا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے بچوں پر پیر رکھنے سے ہٹا لیتے ہیں، اسی کی محبت ماں باپ، شوہر، بیوی اور اولاد اور دوسرے انسانوں سے ظاہر ہوتی ہے، انسان کی اللہ نے یہ فطرت بنائی کہ جب اس سے کوئی محبت خوب کرتا ہے تو وہ اس کا دیوانہ بنا رہتا ہے، اُسی کے خیالوں میں جیتا ہے اسی کے گُن گاتا ہے، اسی کی محبت میں اس کی غلامی کرتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس کی محبت کا احساس دلایا جائے۔

الحفیظ، القویّ ان صفات سے اس کو یہ تعلیم وعقیدہ ملتا ہے کہ اس کا مالک اصل قوت وطاقت کا سرچشمہ ہے، اسی کی دین اور عطا سے کائنات کی تمام مخلوقات کو قوت و طاقت ملی ہے، اس سے بڑھ کر کوئی طاقت وقوت والا نہیں، صرف اسی کے حکم سے زمین ہلتی ہے، ہوائیں طوفانی بن جاتی ہیں، آسمان گرجتا ہے، بارش سے سیلاب آتا ہے، سمندر زوروشور سے زمین پر آجاتے ہیں، سورج اپنی انتہائی گرمی پھینکتا ہے۔

وہ حفیظ بھی ہے، اپنی مخلوقات کی پوری پوری حفاظت کرنے والا، کوئی اس کی مرضی ومنشاء کے بغیر نہ مرسکتا ہے نہ بچ سکتا ہے، عزت وعصمت، دولت، حکومت، صحت،

خوشحالی، سب کی حفاظت کرنے والا ہے، ایمان والوں کی غیر مسلم علاقوں میں بھی ایمان و اعمال کی حفاظت کرتا ہے۔

القادر اس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ وہ چاہے تو پہاڑ میں سے اونٹنی نکال سکتا ہے، لکڑی کو اژدہا بنا سکتا ہے، انسان کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھ سکتا ہے، آگ کو گلزار بنا سکتا ہے، پانی میں راستہ بنا سکتا ہے، حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں زندہ رکھ سکتا ہے، حضرت موسیٰؑ اوران کی قوم کو پانی میں چلا دیا، حضرت موسیٰؑ کو دشمن فرعون کے گھر میں رکھ پالا، اس کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو نہیں مار سکتا اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے، مشرکین کی آنکھوں میں دھول جھونک کر حضور ﷺ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کروادیا، زندہ حالت اور جسم کے ساتھ آسمانوں کی سیر کروادیا، وہ جب کسی کو پکڑنا چاہے تو کوئی اس سے بچ نہیں سکتا، وہ ہر ذرّہ پر ہر طرح سے قدرت رکھتا ہے۔

النافع، الضار ان صفات سے انسانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ اللہ کی مرضی ومشیت کے بغیر ان کو کوئی نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا، نفع ونقصان اور کامیابی و ناکامی اللہ کی مشیت سے ہوتی ہے، ان صفات کا ادراک انسان کو زندگی کے ہر معاملہ و ہر شعبہ میں ہر اعتبار سے اللہ ہی پر نظر رکھنے کے قابل بنا دیتا ہے اور نفع ونقصان کو تقدیر کا لکھا مانتا ہے۔

المقسط، العدل ان صفات کے سمجھنے سے انسانوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ حقیقی انصاف اللہ کے پاس ہے، وہ ذرّہ برابر نیکی اور ذرّہ برابر ظلم کا بدلہ بھی دے گا، کوئی انسان دنیا کی زندگی میں ظلم کر کے بچ نہیں سکتا، اس کے انصاف کا معاملہ یہاں تک ہوگا کہ اگر ایک سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو مارا تھا تو حشر کے میدان میں ان کو بھی زندہ کر کے آپس میں بدلہ دلایا جائے گا، انسان اگر جانوروں پر ظلم کیا ہوگا تو جانوروں سے پٹائی کروائی جائے گی۔

المعید <u>دوبارہ پیدا کرنے والا، اس صفت سے تعلیم وعقیدہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت وقیامت کے بعد پھر سے زندہ کرے گا اور میدانِ حشر میں جمع کر کے سب کا حساب کتاب لے گا، اور یہ کہ وہ اس پر قادر ہے، اس کے لئے یہ کام بالکل آسان ہے، جب اس</u>

نے کچھ نہ تھا تو بغیر کسی سبب کے سب کچھ پیدا کر کے دکھا دیا اور یہ کام اس کے لئے مشکل نہیں آسان تھا؛ اب تو اُسے کسی مردہ جسم میں صرف روح ڈالنا ہے جو پہلے سے پیدا کی ہوئی ہی ہے، یا کسی جلے ہوئے خاک شدہ جسم کے ذرّہ سے اسی شکل وصورت کا جسم تیار کرنا جو جلایا گیا ہے اس کے لئے آسان کام ہے۔

اس چیز کا نمونہ آج خود دنیا میں سائنسدان کلوننگ (Cloning) کے ذریعہ پیش کر رہے ہیں اور یہ سوچ اور طریقہ اور پلاننگ اللہ ہی نے ان کے ذہنوں میں ڈالی ہے، تو اللہ جو انسانوں سے ایسے کام کروا سکتا ہے کیا وہ خود یہ کام آسانی سے نہیں کر سکتا؟ بالکل کر سکتا ہے، اس کو کوئی مجبوری محتاجی ہی نہیں۔

الحسیب اس صفت سے انسان کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی زندگی کو امتحان بنایا اور وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے انسان کی زندگی کے ایک ایک منٹ اور ایک نعمت کا حساب کتاب لے گا، اگر انسان کو زندگی میں چیک ہونے اور حساب لینے کا احساس پیدا ہو جائے تو وہ احتیاط کے ساتھ نافرمانی سے بچتا ہوا زندگی گذار سکتا ہے، حساب دینے کے ڈر سے وہ اللہ کی ہر نعمت کا صحیح استعمال کرتا رہے گا، یہ صفت انسان کو آخرت کی تیار کروا سکتی ہے، اس کا ادراک اس کی آخرت کی زندگی کو سنوارتی ہے۔

القھّار یعنی زبردست غلبہ رکھنے والا، اس صفت سے انسان اللہ سے نڈر نہیں بنتا اور اس کو یہ احساس رہتا ہے کہ اللہ جب سزا دینا چاہتا ہے تو اس کی بغاوت پر اُسے فوراً پکڑ سکتا ہے، اس کی پکڑ سے کوئی چھڑانے والا نہیں اور نہ اس کی سزاء سے کوئی بچانے والا ہے، وہ دنیا میں اگر کسی کو کوئی طاقت عطا کیا ہے تو کسی بھی وقت اس کو کمزور کر سکتا ہے، وہ بڑی سے بڑی طاقتور حکومتوں کو معمولی چیونٹی مچھر اور کیڑوں سے ختم کر سکتا ہے، وہ جس مخلوق سے چاہے انسانوں کی پٹائی کروا سکتا ہے، اس نے فرعون اور اس کے لشکر کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا۔

یہ چند صفات ہم نے سمجھانے کے لئے مختصر انداز میں بیان کی ہیں، اگر بچے کو شروع ہی میں اس طرح سمجھایا جائے تو اس میں ایمان باللہ مضبوط ہو سکتا ہے، مزید تفصیل

کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے ضرور پڑھئے۔

اسلامی تعلیمات میں توحید اور شرک کیا ہے؟

سب سے پہلے ذات کسے کہتے ہیں سمجھئے، اگر کسی انسان کا نام موسیٰ خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہیں، بہادر ہیں، رحم کرنے والے ہیں، انصاف کرنے والے ہیں، سخی ہیں تو لوگ انہیں ڈاکٹر صاحب یا بہادر یا رحمدل یا سخی کہہ کر پکارتے ہیں، تو ڈاکٹر صاحب، بہادر، رحمدل اور سخی ان کی صفات ہیں، اور یہ صفاتی نام ہوں گے اور موسیٰ خان ان کا ذاتی نام ہوگا۔

اللہ کو ذات میں ایک اور اکیلا ماننا توحید ہے:۔

☆ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو اللہ جیسا یا اللہ کے برابر سمجھنا یا کئی خداؤں کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

☆ اللہ کی خیالی تصویر اور مجسمہ بنانا یا دل میں کوئی تصویر سمجھ کر بیٹھا لینا شرک ہے۔

☆ اللہ کو ماں باپ، بیوی بچوں والا، یا انسانوں جیسا سمجھنا اللہ کی ذات میں شرک ہے۔

☆ کسی کو اللہ کا اوتار ماننا اللہ کی ذات میں شرک ہے۔

☆ کائنات کی ہر چیز میں اللہ کی تجلی ماننا اللہ کی ذات میں شرک ہے۔

☆ انسان کو خدا یا خدا جیسا سمجھنا اللہ کی ذات میں شرک ہے۔

اللہ کو اس کی صفات میں ایک اور اکیلا ماننا توحید ہے:۔

☆ اللہ کے علاوہ مخلوق کو بھی ہر جگہ دیکھنے، سننے، جاننے والا اور باخبر سمجھنا اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

☆ مخلوق کو صحت وتندرستی، عمر درازی، نفع ونقصان، شفاء، اولاد، زندگی اور موت دینے والا سمجھنا اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

☆ گذرے ہوئے انسان کو مدد کرنے والا، نفع ونقصان دینے والا سمجھنا اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

☆ مخلوق کو بھی علمِ غیب رکھنے والا سمجھنا اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

☆ گذرے ہوئے بزرگوں کو مشکل کشا، حاجت روا، بندہ نواز، غریب نواز، داتا اور مولا سمجھنا اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

☆ گذرے ہوئے بزرگوں کو اللہ کی طرح یا علی، یا خواجہ، یا پیرانِ پیر المدد، یا اپنے پیرومرشد کو غیب میں مدد کے لئے پکارنا اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

☆ اسباب سورج، چاند، زمین، ہوا اور پانی کو نفع ونقصان دینے والا سمجھنا اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

اللہ کے حقوق میں ایک اور اکیلا ماننا توحید ہے:۔

☆ مخلوقات کو رکوع، سجدہ کرنا یا ان کے لئے نماز کی طرح کچھ دیر قیام کرنا یا مخلوقات سے دعائیں مانگنا اللہ کے حقوق میں شرک ہے۔

☆ اللہ سے بڑھ کر مخلوق کی اطاعت یا نفس کی غلامی کرنا یا اللہ سے بڑھ کر مخلوق کا ڈر خوف رکھنا اللہ کے حقوق میں شرک ہے۔

☆ اللہ سے بڑھ کر باپ دادا کی اندھی تقلید کرنا یا مخلوق کی اندھی اطاعت کرنا اللہ کے حقوق میں شرک ہے۔

☆ قوم پرستی، وطن پرستی، بت پرستی، جھنڈا پرستی، علم پرستی، مرشد پرستی، نفس پرستی میں اندھے ہوجانا اللہ کے حقوق میں شرک ہے۔

☆ اپنے علماء کو رب کا درجہ دینا اللہ کے حقوق میں شرک ہے۔

☆ ریاءکاری اور مخلوق کی خوشی کے لئے کوئی نیک کام کرنا اللہ کے حقوق میں شرک ہے۔

☆ کسی بزرگ کے نام پر جانور ذبح کرنا، منت مانگنا، بال وغیرہ بھینٹ چڑھانا یا مخلوق کے ڈر سے کھانا کھلانا اللہ کے حقوق میں شرک ہے۔

☆ کعبہ سے ہٹ کر کسی دوسرے گھر یا مقام کا طواف کرنا، حج کے تصور سے کسی درگاہ یا کسی خاص مقام کا سفر کرنا، اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے اللہ کے بجائے مخلوق کو یاد کرنا اللہ

کے حقوق میں شرک ہے۔

اللہ کو اختیارات میں ایک اور اکیلا ماننا توحید ہے:۔

☆ انسان کا انسانوں کے لئے اپنی عقل وسمجھ سے زندگی کا ضابطہ اور قانون بنانا اور حرام وحلال کے حدود قائم کرنا، اللہ کے احکام کو نظر انداز کر کے جان بوجھ کر انسانی قانون پر زندگی گذارنا، اللہ کے اختیارات میں شرک ہے۔

☆ عیسائیوں نے ایمان باللہ کا دعویٰ کرنے کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنادیا، یہود نے ایمان باللہ کا دعویٰ کرنے کے باوجود حضرت عُزیرؑ کو خدا کا بیٹا بنادیا، حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں سامری نے سونے سے گائے کا بچھڑا بنا کر عبادت کروائی، ان کے اس طرح ایمان کو اسلام نے بکواس اور غلط قرار دیا، اس طرح کا ایمان غیر معتبر اور صحیح نہیں، مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اللہ کو مانتے ہوئے مخلوق سے اپنی حاجات وضروریات، منتیں، مرادیں اور دعائیں مانگتی ہے، ان کو سجدہ کرتی ہے، ان کی قبروں کا طواف کرتی ہے، تو ذرا غور کیجئے کہ ان کا ایمان کیسے معتبر ہوگا؟

صلح حدیبیہ سے پہلے بیعت رضوان ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی، لوگوں نے اس درخت سے عقیدہ پیدا کرنے پر حضرت عمرؓ نے اس درخت ہی کو کٹوادیا، انسان اگر اسماءِ حسنیٰ کا عرفان اور صحیح علم حاصل کرلے تو وہ اللہ کی ذات، صفات اور حقوق واختیارات میں شرک سے محفوظ رہتا ہے اور اس میں خالص توحید پیدا ہوتی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (۲) فرشتوں پر ایمان (۳) تقدیر پر ایمان یہ تینوں باتیں تقریباً ایمان باِللہ ہی کے جُزء ہیں۔

ایمان بالملائکہ (فرشتوں پر ایمان) کیا ہے؟

فرشتوں پر ایمان، کتابُ اللہ کی تصدیق کے لئے ضروری ہے، اگر فرشتوں کا انکار کیا جائے تو انسان وحی الٰہی کے نازل ہونے کا انکار کرسکتا ہے اور اس میں شک کرسکتا ہے،

اگر صرف یہ عقیدہ رکھا جاتا کہ کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لایا جائے اور فرشتوں پر ایمان کا تذکرہ نہ ہوتا تو ہر زمانہ میں انسان کتاب کے آسمان سے نازل ہونے میں ہمیشہ شک کرتا اور یقین نہیں کر پاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت بھی لوگوں نے مذاق اُڑایا کہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں کہ آسمان سے فرشتہ وحی لے کر آتا ہے اور یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی جارہی ہے، ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ آسمان سے فرشتہ ان کے پاس کیسے آسکتا ہے؟ انہوں نے الزام لگایا کہ محمد ﷺ یہ تمام باتیں پچھلی کتابوں کی سن کر کسی سے پوچھ کر اللہ کے نام سے بیان کررہے ہیں، اس طرح کے خیالات موجودہ زمانہ کے غیر مسلموں میں بھی ہیں کہ قرآن اللہ کی نہیں محمد (ﷺ) صاحب کی بیان کردہ کتاب ہے، جبکہ اس زمانہ میں اس کے نازل ہونے کو سمجھنا اللہ نے آسان کردیا ہے، انسان خود اللہ کے دئے ہوئے علم سے انٹرنیٹ اور کمپیوٹر اور فیاکس کے ذریعہ بہت ساری باتیں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے کو بھیج رہا ہے، خلاء میں اُڑنے والے راکٹوں کو ہدایات دے سکتا ہے تو اللہ کے آسمان سے زمین پر فرشتے یا بغیر فرشتے کے پیغمبر کے دل پر اپنا کلام کیوں نہیں نازل کرسکتا؟

اہل کتاب کے رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک یہودی عالم سے سوال کیا کہ تم اسلام کو حق مانتے ہو کہ نہیں؟ اس نے کہا: ہاں! حق ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: پھر کیوں قبول نہیں کرتے؟ اس یہودی عالم نے کہا: تمہارے صاحب کہتے ہیں کہ جبرئیل فرشتہ قرآن لے کر ان کے پاس آتا ہے اور قرآن اُسی کے ذریعہ نازل ہورہا ہے، اس فرشتہ نے ہم پر عذاب لایا تھا، اس لئے ہم اس کے دشمن ہیں اور اسلام کو نہیں مانتے، اگر میکائیل فرشتہ قرآن لے کر آتا تو ہم ضرور مانتے، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا: ہم کسی فرشتے سے دشمنی نہیں رکھتے، دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

قرآن کو اللہ نے نور کہا ہے، فرشتے کو بھی اللہ نے نور کہا ہے، اور جبرئیلؑ کو روح القدر اور روح الامین کے لقب سے پکارا ہے، وحی بھی نور ہے اور اللہ نے اُسے نورانی مخلوق سے پیغمبر پر نازل کیا، جبرئیل کو روح القدس اور روح الامین کہہ کر یہ تعلیم دی کہ وہ

انسانی کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے، وہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں لاتے اور نہ جھوٹ بولتے ہیں، فرشتہ اگر کسی کی مدد کرتے ہیں یا کسی پر عذاب لاتے ہیں تو صرف اللہ کے حکم سے، وہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہی کرتے ہیں، وہ اپنی مرضی اور چاہت سے کچھ نہیں کرتے، وہ امانت دار ہیں، فرشتے اپنی بڑائی اور غرور نہیں کرتے اور نہ گھمنڈ میں آکر اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری سے منہ موڑتے، ہمیشہ اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے انتظار میں تھے، جب وہ آئے تو حضور اکرم ﷺ نے تاخیر سے آنے کی وجہ پوچھی، تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا: اللہ کے حکم کے بغیر ہم نہیں آسکتے۔ (سورۂ مریم)

قرآن مجید میں مشرکین نے حق کی شہادت کے لئے فرشتے کو ساتھ لانے کی شرط لگائی، اللہ انسانوں کے اس طرح کے مطالبہ پر بھی حق کو ظاہر کرنے کے لئے فرشتوں کو نازل نہیں کرتا، البتہ جب عذاب آتا ہے تو اس وقت یہ عذاب لے کر زمین پر آتے ہیں اور بعض صورتوں میں نظر بھی آتے ہیں، جیسے حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے، غزوۂ بدر میں کچھ ہلکے سے ظاہر ہوئے تھے۔

اکثر انسانوں نے فرشتوں کو دیوی دیوتا بنادیا، مشرکین مکہ ان کو خدا کی بیٹیاں کہہ کر عورتوں کے نام سے مجسمے بنادئے تھے اور انہیں اللہ کے پاس سفارش کرنے والے تصور کرتے تھے، ان کو خوش کرنے کے لئے ان کی مورتیاں بناکر ان کی پرستش کرتے تھے، فرشتوں پر ایمان رکھنے کے لئے کسی بھی فرشتہ سے نفرت اور دشمنی نہیں رکھنا چاہئے؛ ورنہ ایمان باقی نہیں رہتا، فرشتے اللہ کی نورانی مخلوق ہیں، اگر فرشتوں کا انکار کیا جائے تو وحی الٰہی کے نازل ہونے کا انکار ہوجائے گا، اللہ اور پیغمبر کے درمیان کی نسبت ختم ہوجائے گی، جس طرح سورج اور چاند کی روشنی آسمان سے زمین پر منٹوں اور لمحوں میں آسکتی ہے تو فرشتوں کو بھی اللہ نے یہ قدرت عطا فرمائی کہ وہ منٹوں میں آسمان سے زمین پر آتے، اللہ نے ان کو انسانی صورتوں میں بھی آنے کی قدرت عطا فرمائی، انسانوں نے انسان کو پیغمبر

ماننے سے انکار کرتے ہوئے یہ کہا کہ آخر فرشتے کو کیوں پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا گیا، اس پر یہ جواب دیا گیا کہ زمین پر انسان بستے ہیں، اگر فرشتے بستے ہوتے تو فرشتے ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا، انسان کی ضرورتیں اور فرشتوں کی ضرورتیں الگ الگ ہیں، فرشتہ پیغمبر بن کر انسانی اعمال اور ضرورتیں پوری نہیں کرسکتا، اور اپنے اعمال سے انسانوں کی اصلاح کرنے کے لئے وحی کی مثال اور نمونہ نہیں بن سکتا۔

فرشتوں پر ایمان کیا ہے، فرشتے دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی ومنشا پر اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں وہ اللہ کے علاوہ کسی کی اطاعت نہیں کرتے اور ہر گھڑی ہر لمحہ اللہ کے حکم کو بجالاتے ہیں، (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) جیسے کسی حکومت میں بلدیہ یا پولیس کا عملہ حکومت کے اِشاروں پر کام کرکے پارک، گارڈن، یا سڑک بناتا ہے یا کسی ناجائز تعمیر کو گراتا ہے یا پولیس کے جوان غنڈے، آوارہ یا چور ڈاکوؤں کو پکڑ کر ملک میں امن وامان قائم کرتے ہیں، تو لوگ بلدیہ اور پولیس کی کسی بھی کاروائی پر حکومت کو اچھا یا بُرا کہتے اور حکومت کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، اُن کی نگاہ بلدیہ کے عملے یا پولیس کے عملے پر نہیں ہوتی، اِسی طرح اللہ تعالیٰ شہنشاہ کائنات ہونے کے ناطے کائنات کے مختلف کام فرشتوں کے ذمہ کر رکھا ہے، وہ اُس کے حکم سے اُس کے سامنے اُن کاموں کو انجام دیتے ہیں، بس یوں سمجھئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حرکت میں آکر کسی کی مدد کرتے یا کسی کو سزا دیتے ہیں، دنیا کی حکومت اور کائنات کے مالک کے درمیان فرق یہ ہے کہ دنیا کی حکومت اپنے محکموں کی مجبور محتاج ہوتی ہے بغیر اُن کی مدد کے کچھ نہیں کرسکتی، مگر اللہ تعالیٰ نہ کسی کا مجبور محتاج ہے اور نہ وہ کسی سے مدد لیتا ہے، وہ اپنے کام کسی کی مدد کے بغیر محض اپنے ''کلمہ کن'' کے ذریعہ کرسکتا ہے وہ تو صرف اپنی شان کے مطابق اپنے سامنے تمام کام لیتا ہے اس لئے فرشتے جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ کی مرضی ومنشا ہوتا ہے، چنانچہ ایمان بالملائکہ یعنی فرشتوں پر ایمان دراصل ایمان باللہ ہی کا جُزء ہے۔

اس کی مزید تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب ''فرشتے اور وحی پر ایمان میں

شعور کیسے دیں‘‘ضرور پڑھیں۔

ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان) کیا ہے؟

تقدیر اللہ تعالیٰ کا تمام مخلوقات کے بارے میں ابتداء سے انتہاء تک کے کامل علم کا نام ہے، بحیثیت مالک اور خالق ہونے کے اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوقات کے بارے میں ہر قسم کی معلومات کا ہونا ضروری ہے، ورنہ اگر وہ مخلوقات کی ابتداء سے انتہاء تک نہیں جانتا اور مخلوقات کے عمل کرنے سے پہلے نہ جانتا ہو اور مخلوقات کے عمل کرنے کے بعد جانے تو یہ عیب اور نقص ہو جاتا اور مجبوری اور محتاجی ہو جاتی، خالق اور مخلوق میں فرق باقی نہیں رہتا. اس کا علم بھی مخلوق جیسا ہو جاتا، جس ذات میں عیب و نقص ہو اور جو مجبور ہو وہ خدا نہیں ہوسکتا، خدا اگر مخلوق کی ابتداء سے انتہاء کا علم نہ رکھتا ہو اور اپنے ملکیت کے زرہ زرہ کی معلومات نہ رکھتا ہو تو اس کی خدائی ناقص ہو جاتی اور وہ خدا کہلانے کے قابل نہ رہتا، مخلوق کل کیا کرنے والی ہے اگر خدا کو معلوم نہ ہو تو وہ ناقص اور مجبور خدا ہو جاتا، اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کے عیب، نقص اور مجبوریوں سے پاک ہے یہ اُسکا کمال ہے کہ وہ کائنات کے ہر ذرّہ ذرّہ کی ابتداء سے انتہاء تک کا علم رکھتا ہے، اور اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں، یہی علم تقدیر ہے، تقدیر پر ایمان گویا اللہ تعالیٰ کی صفت علیم پر ایمان ہے اور تقدیر کا انکار گویا اللہ تعالیٰ کی صفت علیم کا انکار ہے ہر ایمان لانے والے کو اللہ تعالیٰ کے علم تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور تقدیر پر ایمان لانا اِسلام کے نزدیک ایمانیات کا جُزء ہے، بعض حدیثوں میں اسے ایمانیات کی آخری کڑی بتایا گیا ہے اور قرآن مجید میں ’’قدر‘‘ کے نام سے اس کی تعلیم دی گئی ہے اور بار بار اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اُس کے علم کا تذکرہ کیا گیا ہے ایمان بالقدر بھی دراصل ایمان باللہ ہی کا جُزء ہے، اگر اس کا انکار ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے علم کا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار ہو جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کو علیم مانے گا وہی انسان قرآن مجید کو اللہ کا کلام اور اللہ کی ہدایت و رہنمائی مانے گا۔

ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ اور ایمان بالقدر کو ایک ساتھ ملا کر اُسے مختصر الفاظ میں ہم ایمان باللہ ہی کہیں گے۔

ایمان بالکتب اور ایمان بالرّسل (کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان)

ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالت دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کا اقرار ہے، اگر کوئی کتاب اور رسالت کا انکار کرے تو وہ اللہ کی صفت ہادی کا انکار ہوگا۔

ذرا غور کیجئے اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی کو سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا، ایسی صورت میں اس کی پہچان حاصل کرنے اور اس کی مرضی معلوم کرنے اور اس کے احکام جاننے کا واحد ذریعہ کتاب ہے جو وحی کے ذریعہ پیغمبروں پر نازل ہوتی تھی، وحی کے علاوہ اللہ کی پہچان مرضی ومنشاء اور احکام معلوم کرنے کا کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں ہے، ہر زمانہ میں دنیا کے ہر علاقہ میں اللہ نے انسانوں ہی میں سے انسانوں کو چن کر ان پر اپنی وحی نازل کیا، مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے قبل کے پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بعد انسانوں نے آسمانی وحی میں بہت ساری تبدیلیاں کر کے کتاب کی تعلیم میں خرابیاں پیدا کر دیں اور پچھلی کتابیں اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہیں، آخر میں اللہ نے اپنی آخری وحی قرآن مجید کے نام سے اپنے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی اور اس کی حفاظت چودہ سو سالوں سے خود کر رہا ہے، اس میں انسان کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکا اور نہ کر سکے گا، کیونکہ اللہ نے خود قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔

دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر آئے وہ محدود وقت اور محدود علاقے اور قوموں کے لئے آئے تھے، سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے کوئی بھی قیامت تک اور ساری دنیا کے لئے نہیں آئے، ان پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی پیغمبری ختم ہوگئی اور وہ جو کتابیں لائے تھے وہ بھی اللہ نے منسوخ کر دی، قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے، وہ پیغمبر تو ضرور ہوں گے مگر اپنی

کتاب اور اپنی تعلیمات کی طرف دعوت نہیں دیں گے، وہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی پیغمبری کو مانیں گے اور قرآن مجید کی تعلیمات کی دعوت دیں گے، ان کے آنے کے بعد امت مسلمہ ان کو محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے پیغمبر مانے گی، اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کی کریں گے۔

ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالۃ کو انسان شعوری طور پر مانے

اگر انسان کتاب اور رسالت کو شعوری طور پر مان لے تو اس کی زندگی میں انقلاب برپا ہو جائے گا جو لوگ تقلیدی، خاندانی، نسلی اور بے شعوری طور پر مانیں گے تو وہ حقیقت میں اپنی زندگی میں ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالۃ کا فیض حاصل نہ کر سکیں گے، وہ کتاب کے کچھ حصہ پر عمل کریں گے اور کچھ حصہ کی مخالفت میں زندگی گذاریں گے، صحابہؓ کی زندگیاں ایسی نہیں تھیں جو آج کل کے مسلمانوں کی ہیں، اس لئے کتاب اور رسالت سے فیض حاصل کرنا ہو تو سب سے پہلے انہیں سچا مان کر ایمان لایا جائے۔

کتاب اور رسالت کی سچائی کو سمجھانے کا طریقہ

سب سے پہلے یہ بات سمجھئے کہ انسان کو وحی الٰہی آسمانی کتاب کی ضرورت کیوں ہے؟ دنیا کی زندگی میں انسان صرف روٹی، کپڑا اور مکان ہی کا محتاج نہیں ہے، جب انسان دنیا میں آیا ہے تو اُسے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس دنیا میں اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ وہ کہاں سے آیا ہے؟ کیوں آیا ہے؟ اور مرنے کے بعد کہاں جانے والا ہے؟ یہ دنیا کا مالک کون ہے یا یہ بغیر مالک کے چل رہی ہے؟ اگر مالک ہے تو کتنے ہیں؟ ایک ہے یا زیادہ؟ اگر ایک ہے تو وہ کیسا ہے؟ اس نے مخلوقات کو کیوں پیدا کیا؟ اس کی مرضی ومنشاء کیا ہے؟ اس کو کیسے پہچانا جائے؟ اس نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کا کیا انتظام کیا ہے؟ دنیا میں کچھ لوگ اچھے کام کر رہے ہیں، کچھ برے کام کر رہے ہیں، کیا مرنے کے بعد ان کا کوئی حساب ہوگا یا نہیں؟ اچھے کو اچھائی کی جزاء، برے کو برائی کی سزاء ملے گی یا نہیں؟

بہت سے لوگ شرک اور کفر میں گرفتار ہیں ان کا انجام کیا ہوگا ؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات جو انسان کو کسی اسکول، کالج اور یونیورسٹی یا سائنس دانوں اور فلاسفروں سے نہیں مل سکتے اور نہ انسانوں کے بنائے ہوئے مذاہب سے مل سکتے ہیں، ان سوالات کے جوابات صرف اور صرف آسمانی کتاب سے ہی مل سکتے ہیں، اللہ نے ہر زمانہ میں ان سوالات کے جوابات انسانوں کو وحی نازل کر کے پیغمبروں کے ذریعہ سمجھایا ہے، مگر انسانوں نے کتاب اور پیغمبروں کی زندگی کی حفاظت نہ کی اور ان میں گمراہی پیدا کر دی، جس کی وجہ سے تمام آسمانی کتابوں کا لب لباب اس قرآن مجید کی شکل میں محمد ﷺ کو آخری پیغمبر بنا کر ان پر نازل کیا اور یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کا منبع اور سر چشمہ ہے، اس کتاب میں پچھلی تمام آسمانی کتابوں کی ضروری باتیں بیان کر دی گئیں اور یہ پچھلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق وتائید کرتی ہے، اب سوائے قرآن مجید کے کسی کتاب پر عمل نہیں کیا جاسکتا، اس لئے اس کتاب کو خالص اللہ کا کلام مان کر ایمان لایا جائے، اسی پر عمل کرنے سے نجات اور کامیابی ملنے کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے، اس کے انکار یا شک یا مخالفت کرنے سے انسان ناکام ہوکر جہنم میں جائے گا۔

انسان شیطان کے بہکاوے میں گمراہ تعلیمات پر دلیل نہیں مانگتا، سچائی اور حق ماننے کے لئے دلیل مانگتا ہے:۔ انسانوں کی زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی انسانوں کو گمراہی کی تعلیم دی گئی ان کو وہ بغیر دلیل کے مان کر وہی عقیدہ رکھ کر زندگی گذارے، مگر جب پیغمبروں نے سچائی کی دعوت دی، اس پر معجزے مانگے اور فطری نظام سے ہٹ کر مطالبے کئے اور معجزے دیکھنے کے بعد بھی اس کو جادو کہا اور حق کا انکار کیا، مثلاً بہت سے گمراہ انسانوں نے اپنی عقل سے یہ تصور قائم کیا کہ کائنات کی بادشاہی انسانی بادشاہی کی طرح ہے، جس طرح دنیا کا بادشاہ اپنی حکومت چلانے کے لئے مختلف شعبوں کے انتظامات مختلف وزیروں کے حوالے کرتا ہے اور خود رعایا سے دور الگ رہتا ہے، اس کے جلال اور رعب کی وجہ سے عوام بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے اس کے پاس نہیں جاتی، اسی

طرح اس کائنات کا مالک کائنات کے انتظامات مختلف چھوٹے چھوٹے خداؤں کے حوالے کر دیا ہے، دیوی دیوتاؤں کے حوالے کر دیا ہے، اس تک جانے اور اپنی عرضی پیش کرنے کے لئے اس کے دوستوں یا اس کے دربار کے خاص چھوٹے خدا اور دیوتا کے ذریعہ اس کے پاس جانا ہوگا، اس بات پر لوگ بغیر سوچے سمجھے اور بغیر غور کئے، بغیر دلیل اور ثبوت کے ایمان لاتے اور اسی عقیدہ کے تحت وہ دیوی دیوتاؤں کو خوش رکھنے خدا کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں، حالانکہ کسی نے مر کر یہ نہیں دیکھا کہ ایک خدا کا نہیں کئی خداؤں کا راج ہے اور وہ واپس آ کر یہ بات نہیں بتلائی، مگر ان کے پیشوا اور رہبر کے گمان، قیاس، خام خیالی اور بکواس کو لوگ بغیر دلیل اور بغیر ثبوت کے مان لیتے ہیں۔

پیغمبروں نے ہر زمانہ میں انسانوں کو ان باتوں کی نفی کی اور یہ تعلیم دی کہ انسانوں کا اور اس کائنات کا مالک اکیلے اللہ ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، وہ رب ہے اور تمام مخلوقات کی ضرورتوں کو اکیلا پوری کرتا ہے، وہ ہر ایک کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اس کو پکارو وہی تمہاری دعاؤں کا سننے والا ہے اور اُسے قبول کرنے والا ہے۔

اسلام نے اس پر یہ دلیل اور ثبوت دیا کہ اگر کائنات میں کئی خدا ہوتے تو تمام چھوٹے خدا گروپ اور جتھابندی کر کے بڑے خدا سے جنگ وجدال کرتے، ہر ایک اپنی مرضی چلانا چاہتا اور یہ کائنات اتنے نظم وضبط کے ساتھ نہیں چلتی، کائنات میں فساد ہوتا رہتا، قرآن مجید کی تعلیم سے انسان یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر ہر مخلوق کا خدا الگ الگ ہوتا تو ہر مخلوق کو پالنے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے دوسری مخلوق کے خدا سے مدد مانگنی پڑتی اور اگر دوسرا خدا مدد نہ کرے تو پہلے خدا کی مخلوق برباد ہو جاتی اور مر جاتی، اس طرح ہر خدا مجبور ومحتاج ہو جاتا، مثلاً انسانوں کے خدا کو انسانوں کی پرورش کے لئے ہوا، پانی، غذاء، دودھ، گوشت، روشنی، گرمی، ان تمام چیزوں کی ضرورت ہوگی، ایسی صورت میں انسانوں کے خدا کو ہوا، پانی، غذا اور جانوروں، سورج، چاند کے خداؤں سے مدد مانگنی پڑتی تھی، ان میں سے کوئی ایک بھی انکار کر دے تو انسانوں کا خدا انسانوں

کی پرورش نہیں کرسکتا تھا، یا پھر کچھ انسانوں کو سزاء دینے عذاب دینے زلزلہ، طوفان لانے کے لئے ہوا اور پانی کے خداؤں سے مدد مانگنی پڑتی تھی، ایسی صورت میں جانور درخت بھی مرجاتے اور گر جاتے، تب جانور اور درختوں کے خدا اور انسانوں کے خداؤں میں لڑائی اور جنگ ہو جاتی، اس لئے یہ انسان کی گمراہی ہے کہ وہ کائنات کی مخلوقات کے الگ الگ خدا مان رہا ہے، کائنات کا صرف ایک ہی خدا ہے جس کی وجہ سے تمام مخلوقات میں ایک دوسرے سے تعاون اور مدد چل رہی ہے اور کائنات کی ہر مخلوق کو اس کے اپنے اپنے وقتوں میں وہ چیزیں مل رہی ہیں، یہ دلیل اور ثبوت ہے ایک خدا کو ماننے کا، اسی لئے پیغمبروں نے ہر زمانہ میں کائنات کا ایک ہی مالک ہونے کی تعلیم دی۔

اللہ نے انسانوں کو سچائی اور حق سمجھنے کے لئے آنکھیں دیں، کان دیا، دل و دماغ دیا تا کہ وہ کائنات میں غور وفکر کر کے اس حقیقت کو سمجھے، انسان شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے قیاس اور گمان اور غلط خیالی سے کائنات کے کئی کئی خدا مانا اور ان کی خیالی مورتیاں اور مجسمے بنا کر ان کی علاحدہ علاحدہ عبادت گاہیں بنا ڈالیں اور خدا کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں، کسی نے بھی مر کر خداؤں کی صورت وشکل دیکھ کر سکرات سے واپس آ کر یہ بیان نہیں کیا کہ خداؤں کی شکل وصورت ایسی ہے، بس اپنے دماغ سے کئی خداؤں کو بغیر دیکھے، بغیر سمجھے قیاس وگمان پرسن کر ایک اکیلے خدا کا انکار کر دیتے ہیں۔

قرآن مجید انسانوں کو دلیلوں اور نصیحتوں سے سمجھاتا ہے، مگر انسان سچائی اور حق کی دلیلوں کا جواب غصہ، قتل وخون خرابہ اور فسادات سے دیتا ہے، نصیحتوں کا جواب گالیوں، نفرتوں، جھوٹے پروپیگنڈوں سے دیتا ہے، چنانچہ بڑے سے بڑا عقلمند اور اونچی دنیوی تعلیم کی ڈگری رکھنے والا بھی اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید میں ضمیر کے نہ ماننے اور دل و دماغ کے قبول نہ کرنے کے باوجود بتوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں، ان کے سامنے سر جھکاتے اور باپ دادا کی اندھی تقلید میں ان کو خدا کا مقام دیتے ہیں اور جاہلانہ رسمیں ادا کرتے ہیں، حالانکہ ان رسموں

اور طریقوں سے وہ مطمئن نہیں رہتے۔

دیوی دیوتاؤں یا بتوں سے ضابطۂ زندگی نہیں ملتا!

انسان دیوتاؤں یا گذرے ہوئے انسانوں یا حکومتوں سے رجوع ہوتا ہے تو اس امید پر رجوع ہوتا ہے کہ وہ ان کی حاجتوں کو پوری کریں گے، ان کو زلزلوں، طوفان، آندھی، بیماریوں اور آفات سماوی سے بچائیں گے یا مصیبت وتکالیف دور کریں گے، مگر دیوی دیوتا، زندہ یا مردہ انسان، ان کو زندگی گذارنے کے ضابطے، قانون اور طریقے و آداب نہیں بتلا سکتے اور اخلاقی و روحانی تعلیم نہیں دے سکتے، معاشرتی زندگی، عقائد، عبادات کے طریقے، معاشیات سیاسیات، عدالت، جنگ وامن کے قانون وغیرہ کی تعلیم ان کو وہاں سے نہیں مل سکتی۔

اللہ کے ساتھ اہل وعیال کا گمراہ تصور

بہت سے انسانوں نے اپنے پیشواؤں اور رہبروں کے قیاس وگمان پر خدا کو بھی مخلوقات کی طرح اہل وعیال والا بنا ڈالا، چنانچہ کسی کے عقیدے میں خدا کی کثیر بیویاں ہیں، کسی کے پاس خدا کی بیٹیوں کا عقیدہ ہے جو دیویوں کے نام سے جانی جاتی ہیں، کسی کے پاس خدا کے بیٹے کا تصور ہے اور کسی کے پاس خدا کی خیالی تصویر یا مجسمہ اپنے جیسے جسم واعضاء والے کا ہے۔

ان تمام خیالی غلط عقیدہ اور گمان کی وجہ سے کائنات کے خدا کو بھی نعوذ باللہ نعوذ باللہ حیوانات کی جماعت میں شریک کرنا پڑے گا، چنانچہ ماڈرن تعلیم میں انسان کو بھی عقل رکھنے والا بڑا حیوان مانا گیا ہے۔

جس طرح انسان کی عمر محدود ومختصر ہوتی ہے اور عمر محدود ہونے کی وجہ سے اُسے بچپن، جوانی اور بوڑھاپے سے گذر کر موت کے حوالے ہونا پڑتا ہے، مرنے کے بعد اس

کا وجود اور نام اولاد سے یعنی نسل سے چلتا ہے، اولاد نہ ہو تو ختم ہو جاتا ہے، اولاد کی ضرورت پوری کرنے، نسل کو جاری رکھنے کے لئے حیوان کو بیوی کی ضرورت ہے، اگر کسی نے خدا کے ساتھ بیٹا، بیٹی کا تصور قائم کیا تو نعوذ باللہ نعوذ باللہ وہ خدا کو بھی حیوانوں کی فہرست میں شریک کر رہا ہے، اسلام نے یہ تعلیم دی کہ انسانوں کا مالک ایک اور اکیلا ہے، اس کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے، اس کو نہ کوئی جنا اور نہ وہ کسی کو جنا، خدا کو کسی جننے اور صلبی بیٹا بیٹی کی ضرورت نہیں، وہ مخلوقات کی طرح جنس نہیں رکھتا اور نہ اس کی کوئی بیوی یا اہل وعیال ہے، جننے اور تخلیق میں فرق یہ ہے کہ جننے سے اس ذات کی صفات پیدا ہونے والے میں منتقل ہو جاتی ہیں، اس کی ذات کا کچھ حصہ منتقل ہوتا ہے، تخلیق میں بنانا اور پیدا کرنا ہوتا ہے، کوئی صفات منتقل نہیں ہوتیں، یہود نے حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا، یہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان ہے، اللہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے، انسان کو اگر اولاد نہ ہو تو وہ کسی دوسرے انسان کے بچہ کو اپنا متبنیٰ بنالیتا ہے، تا کہ اس کی زندگی کے بعد اس کا وہ وارث بنے، مگر اللہ کو ایسی حاجت وضرورت نہیں، وہ جس بندے سے محبت کرتا ہے اس کو منہ بولا بیٹا بھی نہیں بناتا اور اگر جنے گا تو وہ بیٹا بھی خدائی صفات والا ہو جائے گا، پھر وہ ایک اور اکیلا نہیں رہ سکتا، وہ جننے اور جنانے سے پاک ہے، وہ کسی کو منہ بولا بیٹا بھی نہیں بناتا۔

بغیر دلیل اور سند کے اللہ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے

جن لوگوں نے اللہ کے تعلق سے کئی کئی خداؤں کا تصور قائم کیا اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ اہل وعیال، بیٹا بیٹی کا تصور قائم کیا ان کے پاس اس کی کوئی دلیل اور سند ہی نہیں ہے، صرف خیال اور قیاس پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں، زمین وآسمان میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب اس کی مملوک، غلام اور بندے ہیں، کوئی اس کا رشتہ دار نہیں۔

اسلام نے یہ تعلیم دی کہ اس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ، اس کا دربار اپنے بندوں

کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے، وہ انسانی بادشاہوں کی طرح مجبور ومحتاج نہیں، انسانی بادشاہ اپنے ہی محل میں کمرے کے باہر دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے نہیں جانتا، کائنات کا مالک دلوں کے رازوں تک کو جانتا ہے، اس لئے اس کو انسانوں بادشاہوں سے تقابل نہیں کرنا چاہئے، اس میں اور انسانی بادشاہوں میں کوئی برابری نہیں۔

چنانچہ انسانوں کی کثیر تعداد قرآن مجید کا انکار کر کے بغیر دلیل اور سند کے کوئی دہریت اور کفر کی تعلیم دے رہے ہیں، کوئی شرکیہ عقائد و اعمال کی تعلیم دے رہے ہیں، کوئی نفاق کے راستے پر چل رہے ہیں، کوئی نفس پرستی، فسق و فجور کی تعلیم دے رہے ہیں، کوئی ظلم و زیادتی سے لوگوں کو غلام بنا کر رکھنے کی تعلیم دے رہے ہیں اور کوئی بے حیائی، فحش اور منکر سکھا رہے ہیں، کوئی بدعات کی تعلیم دے رہے ہیں، سچائی اور حق کی تعلیم صرف اور صرف قرآن مجید و حدیث ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

جو لوگ کافر اور دہریئے ہیں ان کو سمجھانے کے لئے قرآن کی تعلیمات سے یہ دلیل و ثبوت ملتا ہے کہ اگر اللہ نظر نہیں آتا تو اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟ کیا انسان بغیر پیدا کرنے والے کے پیدا ہو گیا؟ انسان خود بہت ساری چیزیں جو نظر نہیں آتیں ان کو آثار، علامات اور نشانیوں سے مانتا ہے، تو پھر کائنات میں تخلیق کا نظام ہے، تو کیا بغیر خالق کے تخلیق کا نظام چل رہا ہے، بغیر رب کے پرورش چل رہی ہے، بغیر حاکم کے حاکمیت چل رہی ہے، رحمت کا نظام بغیر رحمٰن کے اور ہدایت کا نظام بغیر ہادی کے اور مصوری کا نظام بغیر مصور کے اور موت کا نظام بغیر موت دینے والے کے، پیدائش کا نظام بغیر پیدا کرنے والے کے، معافی کا نظام بغیر غفار و غفور کے چل رہا ہے، ایسے انسانوں کو عقل سے کام لینا چاہئے، قرآن مجید کسی قیاس اور گمان پر تعلیم نہیں دیتا، باقاعدہ دلیل اور ثبوت کے ساتھ تعلیم دیتا ہے، اس نے اللہ کو ماننے کی زبردستی یونہی تعلیم نہیں دی؛ بلکہ اس کے ثبوت اور دلیل میں اللہ کی صفات پر غور کرنے کی تعلیم دی۔

ہر زمانہ میں اکثر غیر مسلم قرآن مجید کو اللہ کا کلام نہیں مانا اور رسول ﷺ کی بنائی

ہوئی کتاب کہہ کرحق کا انکار کیا:۔ ایسے انسانوں کوقرآن مجید اللہ کا کلام ماننے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کوتفصیل سے نہیں مختصر انداز میں سمجھنے سے قرآن مجید کے اللہ کا کلام ہونا آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے، اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا کر کے زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی کا با قاعدہ انتظام کیا ہے، چنانچہ دنیا کی تعلیم میں مخلوقات کا علم جاننے ان شعبوں کے ماہرین کو پیدا کیا اوران کو استاد بنا کر اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں مخلوقات کا علم حاصل کرنا آسان کر دیا، اتنا ہی نہیں اس نے زمین کو پہاڑوں کے ذریعہ اس کے مختلف خطے اور وادیاں بنایا، ریگستان بنائے، تاکہ انسان زمین پر بھٹکنے نہ پائے، اس نے سمندروں اور ریگستانوں میں جہاں راستے معلوم کرنا انسانوں کے لئے بہت مشکل تھا وہاں پر بھی ستاروں کے ذریعہ راستہ معلوم کرنے کا طریقہ رکھا، جسمانی حفاظت کے لئے زمین سے پیداوار نکال کر جسم کی حفاظت کا انتظام کیا، جسمانی اور مادّی ضرورتوں سے آگے روحانی اور اخلاقی زندگی کا انتظام بہت زیادہ اہم اور ضروری تھا، اس نے روحانی تربیت کے لئے آسمان سے اپنے خاص بندوں پر وحی نازل کر کے انسان کی ہدایت کا انتظام کیا، اگر انسان پیغمبر سے تربیت حاصل نہ کرے تو پھر وہ کہیں دوسری جگہ سے ہدایت ورہنمائی حاصل نہیں کرسکتا۔

پیغمبر کی سچائی کو سمجھانے کا آسان طریقہ

کتاب پر پختہ اور مضبوط ایمان لانے کے لئے سب سے پہلے پیغمبر کے سچے ہونے کو سمجھانا ضروری ہے، تب ہی انسان کتاب کے احکام پر پورے شعور، شوق اور مضبوطی کے ساتھ عمل کرسکتا ہے، اگر پیغمبر کی لائی ہوئی تعلیمات پر شک ہو اور پیغمبر کو سچا نہ مانے تو کتاب کے احکام پر بے دلی سے عمل کرے گا یا کچھ پر عمل کرے گا اور کچھ پر عمل نہیں کرے گا، یا پھر منافق بن کر کتاب پر ظاہری دِکھاوے کے لئے عمل کرے گا، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں منافق لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا پیغمبر دل سے نہیں مانتے تھے، صرف دِکھانے کے لئے کتاب کے بعض حصوں پر عمل کرتے تھے، اس لئے کتاب پر

ایمان سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول اور نبی ہیں، سمجھا یا جائے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے امیوں میں سے منتخب کیا اور نبی بنایا، پیدا ہونے سے پہلے والد کا انتقال ہوگیا، پھر چھ سال کی عمر میں والدہ کا انتقال ہوگیا، آپ ذرا بڑے ہوئے تو بکریاں چرایا کرتے تھے، مکہ میں کہیں پر نہ اسکول تھا، نہ کوئی کالج اور نہ لائبریری تھی اور نہ کوئی زیادہ پڑھے لکھے لوگ تھے، پورا معاشرہ امتی تھا، لوگ زیادہ تر تجارت کر کے زندگی گذارتے، چوری ڈکیتی، لوٹ مار، قبیلوں پر حملے کر کے دوسروں کو لوٹ لیا جاتا، رسول ﷺ جوان ہونے کے بعد لوگوں کا مال شام اور دوسرے علاقوں کی طرف لیجا کر تجارت کرتے اوران سے اپنی محنت کی کمائی لیتے، تجارت کے سفر میں کسی راہب سے ملاقات ہوئی بھی تو آپ نے کسی قسم کا علم نہیں سکھا، آپ کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا، یہاں تک کہ آپ اپنا نام تک لکھنا نہیں جانتے تھے، مکہ میں بھی کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ وہ آپ کو کچھ علم سکھا سکے، نبوت سے پہلے آپ نے کسی یہودی یا عیسائی عالم سے بھی کچھ نہیں سیکھا، بچپن سے آپ شرک سے بیزار اور اخلاق رذیلہ سے دور تھے، امانت دار اور سچے تھے، پوری قوم آپ کو سچا اور اعلیٰ اخلاق والا انسان مانتی تھی اور صادق وامین کے لقب سے پکارتی تھی، آپ کے پاس امانتیں لاکر رکھتی تھی، نبوت کے ظاہر ہونے سے ایک دن پہلے تک بھی آپ کو یہ علم ہی نہیں تھا کہ آپ اللہ کے نبی اور پیغمبر بنائے جانے والے ہیں اور اللہ کی آخری وحی قرآن مجید آپ پر نازل ہونے والی ہے، نبوت سے پہلے آپ نے نہ کبھی توحید و رسالت اور آخرت پر تقریر کی، نہ لوگوں کو شرک سے روکا اور نہ اخلاقی وروحانی تعلیم دی، خود اپنی ذات کے اعتبار سے شرک سے دور اور زمانۂ جاہلیت کے اعمالِ رذیلہ سے دور تھے، آپ غریب تھے، مال و دولت آپ کے پاس نہیں تھا اور نہ آپ اپنی قوم کے سردار تھے، یتیم تھے، حضرت ابوطالب کی پرورش میں تھے، حضرت ابوطالب نے آپ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے کردیا، شادی کے بعد بھی آپ تجارت کرتے تھے، پھر آپ نے دنیا کے حالات سے اورانسانوں کی بداعمالیوں سے تنگ آکر مکہ کے ایک غار میں جا کر وقت گذارنا اور کائنات

میں غور وفکر کرنا شروع کیا اور سچائی اور حق کی تلاش میں مراقبے میں رہنے لگے، ایک دن اچانک وہاں آپ کو نبوت ملی، آپ نے اللہ کے حکم پر جب شرک سے لوگوں کو منع کیا اور ایک اللہ واحد کی عبادت واطاعت کی تعلیم دی تو لوگوں نے آپ کو جھوٹا، جادوگر، کاہن، شاعر اور دیوانہ کہنا شروع کر دیا اور آپ کو اللہ کا نبی ماننے سے انکار کر دیا۔

ہر زمانہ میں حق کو ماننے کے لئے معجزہ وچمتکار کا مطالبہ کیا گیا

ہر زمانہ میں جب پیغمبروں نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا تو لوگوں نے خیال کیا کہ یہ غریب لوگ درزی، بڑھائی اور چرواہے کا کام کرنے والے مال ودولت سے خالی، نہ کسی قوم کے دولت مند انسان ہیں اور نہ سردار، ان کے پاس کوئی طاقت وقوت نہیں، یہ خود اپنا روزگار حاصل کرنے بازار جاتے، ہماری طرح بیوی بچے رکھتے، بیمار ہوتے، یہ اللہ کے پیغمبر کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہی باتیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی کی گئیں اور پھر دیوانہ، مجنون اور پاگل اس لئے کہنا شروع کیا کہ یہ اچھی خاصی خاندانی اور دولت مند رئیس زادی سے نکاح کر کے خوشحال تھے، آرام اور سکون کی زندگی کو چھوڑ کر پوری دولت لٹا کر چند غلام اور نوکروں کی تائید سے اپنے آپ کو نبی کہتے اور پچھلے زمانوں کے واقعات، قصے اور کہانیوں کو سن کر ہمارے سامنے بیان کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی کتاب نازل ہونا کہتے ہیں، یہ کتاب اللہ کی نہیں بلکہ یہ کسی سے رات میں سنتے ہیں اور پھر بیان کرتے ہیں، یہ جھوٹے ہیں، کسی نے آپ کو شاعر کہا۔

ان لوگوں نے بارہا یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ اللہ کے سچے نبی ہیں تو مکہ کے ایک پہاڑ کو سونے کا بنا ڈالو، یا فلاں وادی کو سرسبز وشاداب باغ میں تبدیل کر دو، یا مکہ کے اس خشک ریگستان میں نہر جاری کر دو یا پھر آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور ایک خط ہمارے نام ایک فرشتے کے ساتھ لے آؤ کہ تم اللہ کے پیغمبر اور نبی بنائے گئے ہو، ہم تمہارا انکار کر رہے ہیں تو پھر عذاب فوراً کیوں نہیں آ رہا ہے؟ تم عذاب کی دھمکی دے رہے ہو، پھر

آخر عذاب کیوں نہیں آرہا ہے؟

قرآن نے ان کے اس مطالبہ پر کہا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ کسی چیز کے بنانے میں مجبور نہیں، مگر وہ معجزے اور چمتکار دِکھا کر تمہارے اس مطالبہ پر زبردستی اور جبری انداز میں ایمان دینا نہیں چاہتا، اس نے دنیا کو امتحان گاہ بنا کر تمہیں اختیار اور آزادی دی اور مہلت دی ہے، تم کو صحیح اور غلط راستے کو پہچان کر ماننے یا نہ ماننے کا اختیار دیا ہے، خیر وشر کی طاقت دی ہے، عقل وفہم دیا اور ضمیر دیا ہے، تقویٰ اور فسق وفجور کی طاقت دی، شیطان کو بہکانے کی آزادی دی، پسند اور انتخاب سے صحیح اور غلط راستے کو سمجھنے، گمراہی سے بچنے، پیغمبر اور کتاب کا انتظام کیا ہے، دنیا میں بے شمار مخلوقات پیدا کر کے ان میں غور وفکر کر کے کتاب اور نبی کی تعلیمات کو سمجھنے کا طریقے آسان کر دیا، تا کہ تم اپنی پسند اور چاہت سے نبی کو سچا مان کر قرآن مجید کو اللہ کا کلام مان کر اس پر ایمان لائیں اور اپنی زندگی اللہ کے احکام پر گذاریں، تا کہ تم مرنے کے بعد جنت کے وارث بن کر آخرت میں ترقی کرو اور بلند درجات پاؤ۔

پچھلی قوموں کو بھی جب معجزات بتلائے گئے تو انہوں نے معجزات کو دیکھ کر حق کو ماننے کے بجائے اُسے جادو کہا اور حق کا انکار کیا، اللہ کو معجزے اور چمتکار دِکھانا کوئی مشکل نہیں اور نہ اس کی قدرت سے باہر ہے، وہ انسان سے زبردستی اور جبری ایمان نہیں چاہتا، اگر جبری ایمان مطلب ہوتا تو اس کو بھی پیدائشی طور پر فرشتوں اور دوسری مخلوقات کی طرح ہدایت یافتہ پیدا کرتا اور سارے کے سارے انسان ایک عقیدہ اور عمل کے ہوتے اور یہ تمام انتظامات بے معنیٰ ہوجاتے، نہ رسول بھیجنے کی ضرورت ہوتی اور نہ کتاب نازل کرنے کی ضرورت ہوتی اور نہ دنیا کو امتحان گاہ بنانے کی ضرورت ہوتی، اگر انسان دوسری مخلوقات کی طرح پیدائشی ہدایت یافتہ ہوتا تو یہ سب بے معنیٰ ہوجاتا اور اس کی ترقی کے راستے ختم ہوجاتے، جو آزادی واختیار کے صحیح انتخاب سے اُسے مل سکتے ہیں، اللہ نے انسانوں کی صحیح ہدایت ورہنمائی کے لئے جبر اور زبردستی کا طریقہ چھوڑ کر رسالت کا طریقہ رکھا تا کہ انسان

کی آزادی بھی برقرار رہے اور اس کو کھلے طور پر کامیابی و ناکامی کی تعلیم ملے، اس نے انسانوں کے فائدے اور ترقی کے لئے انسان کو ایک ایسی مخلوق بنایا جو اپنے پسند و چاہت اور آزادی سے صحیح راستے کو مانے اور اس پر ایمان لاکر مرنے کے بعد کامیاب ہوسکے۔

اللہ نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ چمتکار اور معجزے اور کرامات سے ایمان لانے کے بجائے کتاب جو تعلیم دے رہی ہے اس پر غور کرو، کائنات کی مخلوقات میں اللہ کی صفات پر غور کرو اور یہ سمجھ حاصل کرو کہ کتاب کس چیز سے منع کر رہی ہے اور کس چیز کے کرنے کی تعلیم دے رہی ہے، اس کتاب کو ہم نے تمہارے سمجھنے کے لئے آسان کر دیا، اس کے تمام مضامین تم کو ہدایت و رہنمائی کرتے ہیں اور اس کو سمجھنے کے بعد تم خود فیصلہ کرو گے کہ یہ اللہ کا کلام ہے نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کتاب کو تیار کیا ہے، قرآن نے انسان کو عقل و فہم سے کام لینے کی تعلیم دی، جانوروں سے بھی زیادہ گئے گذرے بننے سے روکا۔

لوگوں کو یہ بھی سمجھایا گیا کہ جادوگر، کاہن، مجنون اور دیوانے کی باتوں میں وہ تاثیر نہیں ہوتی جس سے انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوجاتا ہے، ان کو سمجھایا گیا کہ تم خود پیغمبر پر ایمان لانے والوں کی زندگی کے حالات دیکھ رہے ہو، ان کی پچھلی زندگی اور ایمان لانے کے بعد کی زندگی میں اندھیرے اُجالے کا فرق دیکھ رہے ہو، کہ وہ گندی زندگی سے کیسے پاک زندگی میں آگئے ہیں، تمہارے اعمال اور ان کے اعمال میں زمین وآسمان کا فرق کیسے ہوگیا، وہ لوگ پوری دنیا کے انسانوں میں سب سے زیادہ جاہل، بدکردار، عیاش، لڑاکو، قاتل، چور اور ڈاکو تھے، ایمان لانے کے بعد وہ نہ صرف تمہارے لئے بلکہ ساری دنیا کے لئے مثالی انسان بن گئے، یہ زندگیوں میں فرق اسی کتاب کی تعلیم کا اثر ہے، وہ جنگلی زندگی سے مہذب بن گئے، ان کی ساری جہالتیں اور بدکاریاں عقلمندی اور اعمال صالحہ میں بدل گئیں، اور ان کو ایمان کا مزہ لگنے کے بعد اللہ کی محبت میں ہر ظلم و زیادتی کو برداشت کر رہے ہیں اور ہر قسم کے اخلاق رذیلہ سے دور ہوکر پاکیزہ زندگی گذار رہے ہیں، محمد (ﷺ) نہ

شاعر ہیں نہ جادوگر، نہ کاہن ہیں اور نہ دیوانے، وہ حکمت اور عقل وفہم کی باتیں تمہیں سمجھا رہے ہیں، ایک انسان تم کو اچھائی سکھا رہا ہے، اور تم اس کو پاگل اور دیوانہ کہہ رہے ہو۔

تم نے بچپن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ان کے ہر ہر لمحہ سے واقف ہو، تم خود سمجھ سکتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے کبھی یہ باتیں نہیں کیں اور ان کی زبان اور قرآن کی زبان ایک جیسی نہیں، دونوں میں بہت بڑا فرق ہے، اہل زبان حضور اکرم ﷺ کی اپنی تقریر سن کر اور قرآن سن کر فوراً یہ فیصلہ کر سکتے ہیں، دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور یہ انسان کا کلام نہیں ہے، چنانچہ آج بھی حدیث کے الفاظ پڑھنے سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کے کلام میں اور حدیث میں کتنا فرق ہے، حالانکہ دونوں کلام رسول اللہ ﷺ کی ہی زبان سے نکلے ہیں، کوئی انسان ۲۳/سال تک دو طرح کی زبانیں نہیں بول سکتا، اب رہا یہ کہ ہمارے نبی ﷺ کا انکار کرتے ہی فوراً بجلی کیوں نہیں کوندتی؟ یا کوئی عذاب کیوں نہیں آجاتا؟ یا فرشتہ کوڑا لے کر کیوں نہیں آجاتا؟ دنیا کی اس امتحان گاہ میں اللہ نے نافرمانی پر انسانوں کو سنبھلنے کے لئے موقع عطا فرمایا تا کہ وہ اس مہلت سے آہستہ آہستہ سنبھل کر ہدایت کی طرف آجائے، توبہ کر کے ایمان قبول کر لے اور آخرت میں کامیاب ہوجائے، دنیا میں حق کو چھپا کر رکھا گیا ہے، اگر نافرمانی اور انکار پر فوراً سزا دی جاتی تو امتحان ہی نہیں لیا جاسکتا تھا، اس لئے اللہ کی مہلت اور ڈھیل کو کمزوری نہ سمجھو۔

آخری اور اہم بات محمد رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے کی سچائی کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن میں رکھو کہ کیا دنیا کا کوئی اُمّی انسان تجارت کے اصول و ضابطے بتلا سکتا ہے، کیا میاں بیوی، رشتہ داروں اور تمام انسانوں کے حقوق بتلا سکتا ہے، کیا دنیا کا کوئی اُمّی انسان حکومت کرنے کے ضابطے اور قانون دے سکتا ہے، کیا دنیا کا کوئی اُمّی انسان عدل و انصاف کا طریقہ سکھا سکتا ہے، کیا دنیا کا کوئی اُمی انسان جنگ اور امن اور سپہ سالاری کے اصول بتلا سکتا ہے، کیا دنیا کا کوئی اُمی انسان دوستی اور دشمنی کے آداب سکھا سکتا ہے، کیا دنیا کا کوئی اُمی انسان پاکیزہ زندگی، تقویٰ و پرہیزگاری کی تعلیم دے سکتا ہے، کیا دنیا کا کوئی

اُمّی انسان پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا سکھا سکتا ہے، کیا دنیا کا کوئی اُمّی انسان باپ، بیٹا، داماد، سسر، تاجر، غریب، امیر، حاکم، استاد، شاگرد، شوہر، منصف، دوست کے لئے مثال اور نمونہ بن سکتا ہے، کیا دنیا کا کوئی اُمّی انسان معاشیات، سیاسیات اور معاملات کے عملی اصول وضابطے اور قانون کی تعلیم دے سکتا ہے؟ کیا کوئی اُمّی انسان کم وقت میں ہزاروں انسانوں کی تربیت کرسکتا ہے؟ بے شک وہ صرف اور صرف اللہ کا رسول ہی کرسکتا ہے! محمد رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیم لائی اس سے بہتر آج ساڑھے چودہ سو سالوں سے کوئی نہ لاسکا اور نہ کوئی کبھی لاسکتا ہے، محمد رسول اللہ ﷺ نے جو عقیدہ اور جو عبادات، جو معاشرت، جو معاملات، جو تہذیب وتمدن، جو کلچر اور جو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دی ان سے بہتر تعلیم آج تک کسی نے نہیں پیش کی اور قیامت تک کبھی کوئی پیش کر بھی نہیں سکتا، یہ تمام باتیں چونکہ آسمانی وحی سے نازل ہوئیں، اس لئے اس جیسی تعلیم کوئی نہیں لاسکتا، یہ ایسی کتاب ہے جسے نہ کوئی فرشتہ بناسکتا ہے اور نہ انسان، اس میں اللہ کی معرفت، فرشتوں کا تعارف، کائنات کی تخلیق، انسان کی تخلیق، مخلوقات کی حقیقت، ماضی، حال ومستقبل کے حالات، ہزاروں سال قدیم قوموں کے تذکرے، انسانوں کے مرنے کے بعد حشر، جنت، جہنم کے واقعات، شیطان کی حقیقت، مختلف پیغمبروں کے حالات، پھر انسانوں کی زندگی کے ہر شعبہ کی تربیت، پچھلی کتابوں کے تذکرے، انسانوں کی زندگی کا مقصد اور حقوق وغیرہ یہ تمام علوم کو ایک کتاب میں بیان کرنا انسان کے بس کی بات نہیں، یہ علوم صرف اللہ ہی دے سکتا ہے، اُمّی قوم کو منتخب کرنے میں اللہ کی ایک حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ اللہ نے قیامت تک دنیا کی قوموں کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ یہ اُمّی قوم گندی اور ناپاک زندگی سے اس کتاب کے ذریعہ کتنی بلندیوں پر آگئی، کسی بھی انسان کو ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالۃ پر ترغیب دینے سے پہلے اگر کم سے کم اتنی باتیں بتلائی جائیں تو وہ قرآن مجید کو اللہ کا کلام اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کے سچے نبی مان کر ایمان لائے گا اور کتاب پر عمل کرے گا۔

پیغمبر کو سچا مان کر اس پر بھروسہ واعتماد کرنا ایمان ہے

پیغمبر کو سچا مانے بغیر اور پیغمبر پر اعتماد کئے بغیر اللہ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی، اللہ نے انسان کو فطرتاً اس بات کا عادی بنایا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس شعبہ کے ماہر کو تلاش کرتا ہے، پھر اس کو سچا مانتا ہے، اس پر بھرپور اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے، اس کی بات پر یقینِ کامل کرتا ہے، مثلاً جسم بیمار ہوجائے تو کسی اچھے ماہر ڈاکٹر سے رجوع ہوکر اس کی بات پر سو فیصد یقین کرتا ہے اور جو دوا وہ لکھے آنکھ بند کر کے استعمال کرتا ہے اور اس کی ترغیب پر پرہیز کرتا ہے، دنیا کا کوئی عقلمند انسان اپنے ذہن سے صرف کتابیں پڑھ کر علاج نہیں کرلیتا، اسی طرح زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی اپنے ذہن سے کام نہیں کرتا، اس لئے کہ اس کو یہ ڈر اور احساس رہتا ہے کہ وہ نقصان اٹھائے گا، گمراہ ہوجائے گا۔

اسی طرح اللہ کا تعارف حاصل کرنے، اس کی عبادت واطاعت کرنے کے لئے آسمانی علم کے ماہر یعنی پیغمبر کی تعلیم سے فائدہ اٹھانا ہوگا اور اللہ کو پیغمبر ہی کی تعلیمات کی روشنی میں پہچان کر ماننا ہوگا، تب ہی انسان کو اللہ کی صحیح پہچان ملے گی اور وہ صحیح ایمان لا سکے گا، مگر انسانوں کی کثیر تعداد ہر زمانہ میں ایسی رہی اور ہے کہ وہ دنیا کے ہر شعبہ میں اس کے ماہر سے فائدہ اٹھاتی ہے، مگر اپنے مالک کے تعلق سے اس کے ماہر سے فائدہ نہیں اٹھاتی اور اللہ کے بارے میں اپنی عقل لڑاتی ہے، یا پھر عقل استعمال ہی نہیں کرتی، یا گمراہ لوگوں کی رہبری میں چلتی ہے اور گمراہی کا شکار ہوکر مطمئن زندگی گذارتی ہے، حالانکہ اللہ کی صحیح پہچان حاصل کئے بغیر اور صحیح طریقے سے اس پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں ہوگی۔

چنانچہ ہر زمانہ میں جب بھی انسان پیغمبر کو چھوڑ کر یا پیغمبر کا انکار کر کے اللہ کے بارے میں جاننے کی کوشش کیا تو وہ یا تو اللہ کا انکار کر بیٹھا یا پھر اللہ کے ساتھ مخلوق کو بھی خدا بناڈالا اور گمراہی کی زندگی گذار کر دنیا سے ناکام گیا، صحیح ایمان نہ ہونے کی وجہ سے اللہ نے جن جن چیزوں سے منع کیا ان سب کو اپنے لئے جائز اور حلال کرلیا، اس لئے اللہ کو صحیح

پہچاننے اور ماننے اور اس کی عبادت واطاعت کرنے کے لئے پیغمبر کو سچا مان کر آنکھیں بند کر کے اعتماد اور بھروسہ کیا جائے اور اس کی کامل اطاعت کو اللہ کی اطاعت سمجھا جائے، تب ہی دنیا میں کامیابی اور سکون کی زندگی گذار سکتے ہیں، ورنہ کافر، مشرک اور منافق بن کر زندگی گذارنا پڑے گا۔

مسلمانوں میں ایمان کی کمزوری اس لئے پیدا ہو رہی ہے کہ ان کو ایمان کے نام پر قانونی طور پر کتاب اور پیغمبر کو ماننا سمجھایا جاتا ہے، کوئی تفصیل نہیں بتلائی جاتی، ایمان میں شعور پیدا کرنے کے لئے تفصیل بتلائی جائے۔

ایمان بالکتب، کتابوں پر ایمان اور ایمان بالرسالت، نبیوں اور پیغمبروں پر ایمان، یہ دونوں بھی ایک ہی چیز ہیں، ذرا غور کیجئے ایمان بالکتب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنا تعارف، مرضی و منشاء اور اپنے احکام وحی کے ذریعہ نازل کرتا ہے اور وحی الٰہیٰ کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ ہی نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پہچان، مرضی ومنشاء اور احکام معلوم کر سکے، وحی الٰہی پیغمبر پر نازل ہوتی ہے اور پیغمبر ہی کی زبان سے اللہ تعالیٰ کے احکام ومرضیات وحی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور پیغمبر ہی اُس کی تعلیم دیتے ہیں اور اس پر عمل کر کے بتلاتے ہیں، اس لئے ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالت اللہ تعالیٰ کے صفت ھادی کو ماننا ہے اگر کوئی ان کا انکار کرے تو اللہ تعالیٰ کے صفت ھادی کا انکار ہوگا چنانچہ ایمان بالکتب دراصل ایمان بالرسالت ہی کا جُز ہے اور اس کو ایک ساتھ مختصر الفاظ میں ایمان بالرسالت ہی کہیں گے، اس کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور تفصیل سمجھایئے۔

ایمان بالآخرۃ: آخرت پر ایمان کیا ہے؟

عقیدۂ آخرت دراصل اللہ کی صفت عدل کا اظہار ہے، جو انسان آخرت کا انکار کرے گا وہ دراصل اللہ کی صفت عدل کا انکار ہوگا، اسلام عقیدۂ آخرت کے ذریعہ انسان کی دنیا کی زندگی کو سدھارنا چاہتا ہے؛ تاکہ انسان دنیا میں رہ کر ہر لحہ آخرت کی تیاری میں

زندگی گذارے اور اللہ کی نافرمانی سے بچے، مگر اس عقیدہ کا یقین کب ہوگا، جب اس کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین ہوجائے، جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں رکھتے وہ اس عقیدہ سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے، ان کی زندگی اللہ کی نافرمانی اور بغاوت میں گذرتی ہے، ایسے انسانوں کو آخرت کا یقین پیدا کرنے کے لئے اس بات کا زبردست احساس رکھنا ہوگا کہ یہ دنیا انسان کا اصلی گھر اور مستقل ٹھکانہ نہیں ہے، یہاں وہ امتحان کے لئے مختصر مدت تک مسافر کی حیثیت سے رکھا گیا ہے، وہ دن رات دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کچھ لوگ اچھے کام کر رہے ہیں، کچھ بُرے کاموں میں مبتلا ہیں، ان کو ان کے کاموں پر پورا پورا بدلہ اور سزا نہیں مل رہی ہے، دنیا کی ہر چیز ایک وقت پر بوسیدہ بوڑھی کمزور ہوکر دنیا سے ختم ہوجاتی ہے، انسان دنیا کی مختلف چیزوں کو صحیح یا غلط استعمال کرتا ہے، کچھ لوگ اللہ کو مانتے اور کچھ انکار کرتے ہیں، کیا ماننے یا نہ ماننے والے دونوں برابر ہیں؟ یا ان کا حساب لیا جائے گا اور انہیں بدلہ دیا جائے گا؟ انسان کو آزادی و اختیار کیوں اور کس لئے دیا گیا؟ جبکہ سوائے انسان اور جن کے کائنات کی تمام چیزیں اللہ ہی کی فرمانبرداری کر رہی ہیں، دنیا میں حق کو کیوں چھپا کر رکھا گیا؟ دنیا کی انسانی حکومتیں مجرم کو سزا دینے کے لئے پولیس، عدالت اور جیل خانے رکھتی ہے؟ کیا اللہ انسان کے لئے بھی عدالت اور سزاء و بدلے کی جگہ رکھا ہے؟ آخر ہر انسان مرنے کے بعد دنیا سے کہاں غائب ہوجاتا ہے؟ اس کی زندگی مرنے کے بعد روح کے باقی رہنے پر کس حالت میں رہتی ہے؟ وہ ظاہر نہیں ہورہا ہے، اللہ نے دنیا کی ہر چیز میں اثر رکھا ہے، تو کیا انسان کے اچھے بُرے اعمال میں بھی اثر رکھا ہے؟ ان تمام سوالات و جوابات کو جاننے کے بعد اُسے آخرت پر یقین پیدا ہوسکتا ہے۔

انسانوں کی کثیر تعداد یا تو آخرت پر شک میں مبتلا ہے، یا برائے نام مانتی ہے یا پھر دوبارہ زندہ ہوکر حساب دینے کا احساس ہی نہیں رکھتی۔

☆ کسی کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا ہی سب کچھ ہے، عیش کرلو، مزے اُڑالو اور چلے جاؤ،

مرنے کے بعد انسان مٹی ہو جائے گا۔

☆ کسی کا خیال ہے کہ مرنے کے بعد بُرے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے انسان دوبارہ اسی دنیا میں جانور یا نباتات کی شکل وصورت میں جنم لیتا ہے اور پاپ دھوتا ہے، بار بار جنم لیتا رہتا ہے۔

☆ کسی کا خیال ہے کہ ہمارے پیشوا اور مذہب کے ٹھیکے دار ہمارے گناہوں کو جرمانہ لگا کر معاف کر دیتے ہیں۔

☆ کسی کا خیال ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، ہماری طرف سے وہ سولی پر چڑھا دئے گئے اور ہمارے اگلے پچھلے تمام گناہوں کا وہ کفارہ بن گئے، اس لئے ہمیں ہمارے گناہوں کی سزا کبھی نہیں ملے گی۔

☆ کسی کا خیال ہے کہ ہم اللہ کے نیک بندوں کی اولادیں ہیں، وہ ہماری بخشش کروالیں گے، ہم جہنم میں گئے بھی تو ذراسی دیر میں واپس بلالئے جائیں گے۔

جب انسانوں کے ذہنوں میں اس طرح کے عقیدے ہوں تو وہ آخرت کا یقین اپنے ذہن میں پیدا نہیں کر سکتے، ایسے لوگ دنیا ہی کو اپنا اصلی گھر اور ٹھکانہ سمجھتے ہیں، اپنی تمام طاقت وقوت، دولت اور وقت دنیا ہی حاصل کرنے دنیا کی محبت، دنیا کی عزت اور دنیا کا عیش وآرام حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں، حالانکہ وہ ہر روز اپنے سامنے کئی انسانوں کو دنیا چھوڑتا ہوا دیکھتے ہیں اور ان کو اپنے ہاتھوں دفن کرتے یا جلاتے بھی ہیں، مگر دنیا کے عارضی ہونے اور حساب دینے کے خیال سے غافل ہی غافل بنے رہتے ہیں، انسان کی اصل زندگی جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے، وہ مرنے کے بعد آخرت کی زندگی ہے، انسان چاہے کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو، چاہے کتنا ہی بڑا عزت اور مقام ومرتبہ کا کیوں نہ ہو، بہرحال اُسے یہ دنیا چھوڑ کر ایک دن جانا ہے، اس دنیا میں اگر کوئی بادشاہ ہے تو وہ تھوڑی دیر کے لئے کوئی دولتمند ہے تو تھوڑی سی مدت کے لئے کوئی طاقتور فوج اور حکومت والا ہے تو تھوڑی دیر کے لئے، کوئی قوم سائنس وٹکنالوجی میں طاقت رکھتی ہے تو

مختصر مدت کے لئے، یہاں زندگی مستقل اور ہمیشہ کی نہیں، جو جس حال میں ہے عارضی طور پر ہے، عقلمند اور سمجھدار آدمی تھوڑی سی زندگی کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ کی تکلیف کو برداشت نہیں کرنا چاہتا، اس کے بجائے وہ سفر والی امتحان کی چھوٹی سی زندگی کی تکلیف برداشت کر کے بڑی زندگی کے آرام کو ترجیح دیتا ہے، بیوقوف انسان بڑی زندگی کی پرواہ نہ کر کے اس چھوٹی سی زندگی ہی کو اصل سمجھتا اور دنیا ہی کو ترجیح دیتا ہے، پھر موت کے دروازے سے ناکامی کے ساتھ گذر جاتا ہے، موت کے بعد والی زندگی میں بلاءِ عظیم میں مبتلا ہو کر نقصان، گھاٹے اور خسارے میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اسی کو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ انسان کے تین دوست ہیں، ایک تو مرنے کے ساتھ ہی انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، وہ انسان کی ملکیت، جائیداد، عہدہ، کرسی اور مقام ومرتبہ ہے، انسان کے مرتے ہی اس کی دولت وجائیداد پر اس کے اہل وعیال، رشتہ دار اور دوسرے وارثین وغیرہ قابض ہوجاتے ہیں، دوسرے اس کے دوست احباب اور رشتہ دار ہیں، جو قبر تک ساتھ آتے ہیں اور پھر قبر میں اُتار کر اکیلا چھوڑ کر مٹی ڈال کر واپس چلے جاتے ہیں، اس سے آگے وہ ساتھ نہیں آتے، تیسرا دوست اس کے اعمال ہیں، انسانوں کے اعمال انسانوں کے ساتھ حشر کے میدان تک ساتھ چلتے ہیں (اگر انسان کا ایمان صحیح رہا تو اعمالِ صالحہ اس کی مدد کرتے ہیں اور اگر ایمان غلط رہا تو اس کے لئے عذاب کا ذریعہ بن جاتے ہیں)۔

ایک دوسری حدیث جس کا مفہوم ہے کہ انسان جب قبر سے اٹھے گا تو ایک انتہائی خوبصورت نیک بزرگ اس کے پاس آئیں گے اور اس سے کہیں گے کہ تم میرے اوپر سوار ہو جاؤ، وہ کہے گا کہ آپ کون ہیں؟ آپ بزرگ ہیں، میں نہیں بیٹھ سکتا، وہ خوبصورت انسان کہے گا کہ میں تمہارے نیک اعمال ہوں دنیا میں تم نے مجھے اپنے اوپر سوار رکھا، اب میں تمہیں اپنے اوپر سوار کروا کر حشر کے میدان میں لے جاؤں گا، زبردستی وہ اس آدمی کو اپنے اوپر اٹھا لے گا، جو انسان بد ہوگا اس کے قبر سے اٹھنے کے بعد ایک بدصورت بدبودار

ڈراؤنا انسان اس کے پاس آئے گا اور یہ کہے گا کہ تم پر میں سوار ہونا چاہتا ہوں، وہ کہے گا تم کون ہو دور ہو جاؤ؟ دور ہو جاؤ! وہ کہے گا کہ میں تیرے بُرے اعمال کی شکل ہوں! تو دنیا میں مجھ پر سوار رہتا تھا، اس لئے اب میں تجھ پر سوار رہوں گا، پھر وہ زبردستی اس انسان کے کندھوں پر سوار ہو جائے گا اور حشر کے میدان کی طرف لے چلے گا۔

دنیا کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک انسان اپنا وطن چھوڑ کر کمانے یا تجارت کرنے کے لئے کسی دوسرے ملک کو جاتا ہے تو اپنے ہی ملک کو اپنا اصلی ٹھکانہ اور گھر سمجھتا ہے وہ باہر کے جس ملک میں بھی رہتا ہے اس کو عارضی ٹھکانہ سمجھتا ہے، اسی لئے اپنی ساری کمائی دولت، تکالیف اور پریشانیاں جھیل کر اپنے گھر اور وطن کو منتقل کرتا ہے، جو کچھ کماتا ہے اُسے اپنے سفر کے ملک میں خرچ نہیں کر دیتا اور نہ سفر کے ملک میں وقت خراب و برباد کرتا ہے، اسی طرح دنیا انسان کا اصلی وطن نہیں، یہاں سے وہ جنت یا جہنم کمائے گا، اس کو یہاں اپنی آخرت جو اس کا اصلی وطن ہے وہاں کے لئے محنت کرنی ہے، اُسے لوٹ کر آخرت میں جانا ہے، دنیا ہی میں جنت اور دوزخ کے بازار لگے ہیں، یہیں پر اُسے جنت اور جہنم کا سامان ملتا ہے، عقلمند اور سمجھدار انسان حدیث کی روشنی میں دنیا کو سامانِ غنیمت سمجھتا ہے اور جنت کے اعمال سے جنت کا سامان خریدتا ہے، بیوقوف انسان دنیا کی محبت میں دنیا کو سب کچھ سمجھتا اور بداعمالیوں کے ذریعہ جہنم کے سامان خریدتا ہے، بیوقوف کے لئے دنیا سامانِ غفلت ہوتی ہے، ایسے انسان اپنے وقت، عمر اور اعمال کو ضائع کر کے اور بدعملیوں سے آخرت برباد کر لیتے ہیں، جس طرح ہم اپنے نوکر کو کچھ دولت حوالے کر کے اس کا حساب لیتے ہیں، اسی طرح اللہ جو جو چیزیں ہمیں دیتا ہے ان کا پورا پورا حساب لے گا۔

آخرت پر ایمان کیا ہے؟ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں اور جنّات کے لئے حساب وکتاب کا دن ہے، اُس دن سوائے اللہ تعالیٰ کے، کسی کی بادشاہت وحکمرانی، کسی کی بڑائی اور کسی کا حکم نہیں چلے گا، ہر چھوٹے بڑے کا اللہ تعالیٰ حساب لے گا، اس لئے ایمان بالآخرت کو ہم ایمان باللہ میں ضم کر کے اس کو ایمان باللہ ہی کہیں گے، چونکہ وہ

یوم حساب صرف اللہ تعالیٰ کے حساب لینے کا دن ہوگا، ایمان بالآخرت دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کو ماننا ہے اگر کوئی آخرت کا انکار کرے تو وہ گویا اللہ کے صفت عدل کا انکار ہوگا، اب ان تین کو مختصر کیا جائے تو وہ دو چیزیں بن جائیں گی: (۱) **ایمان باللہ (اللہ پر ایمان)** (۲) **ایمان بالرسالت (رسالت پر ایمان)**، یعنی ایک ہوگا لا الہ الا اللہ اور دوسرا ہوگا محمد رسول اللہ، اسی طرح ایمان بالرسالت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ پیغمبر کو منتخب کرنے والا اللہ ہے اور وہ اللہ ہی کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص نمائندہ اور پیامبر ہوتے ہیں اور وہ اللہ ہی کی اطاعت وعبادت کی دعوت دیتے ہیں، اس لئے ایمان بالرسالت دراصل جز ہے ایمان باللہ ہی کا، اب ایسی صورت میں صرف لا الہ الا اللہ ہی رہ جائے گا، جس کی دعوت حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت محمدؐ تک تمام پیغمبروں اور رسولوں نے دی، ہر قوم اور ہر ملک کے انسانوں کو صرف اور صرف اللہ واحد کی اطاعت وعبادت کرنے کی دعوت دی گئی ہر پیغمبر نے **قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا** !مان لو! اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کامیاب ہوجاؤ گے، یا پھر **يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰـهٍ غَيْرُهٗ** (اے میری قوم اللہ کے سوائے کسی کی اطاعت وعبادت نہ کرو) کہ الفاظ میں دعوت دی ہے اور شروع سے آج تک اور قیامت تک یہی دعوت رہی اور ہے اور اسی کی دعوت انسانوں کو دی جائیگی، ایمان باللہ کو کھولا جائے تو وہ کلمہ طیبہ بنے گا اور کلمہ طیبہ کو کھولا جائے تو وہ ایمان مفصّل بنے گا اور ایمان مفصّل کو کھولا جائے تو پورے قرآن کی تفصیل ہوگی۔

اس عقیدے کو مختصر کیا جائے تو وہ کلمہ طیبہ ہوگا

سب سے پہلے اس کے ایک ایک حصہ کو ذہن میں بٹھاؤ، علم میں سب سے بڑا علم کلمہ طیبہ کا علم ہے، ایمانداری یہ ہے کہ سچائی کا اعتراف کرنا اور سچائی کا ساتھ دینا، بے ایمانی یہ ہے کہ جھوٹ بولنا، جھوٹ پر قائم رہنا، سچائی کا انکار کرنا۔

ایمان مفصّل پورے قرآن کا خلاصہ ہے

اگر ہم قرآن مجید کے مضامین کو مختصر کریں گے تو وہ ایمان مفصّل بنے گا اور اگر ایمان مفصّل کو کھولیں گے تو وہ پورے قرآن مجید کی تفصیل ہوگی۔

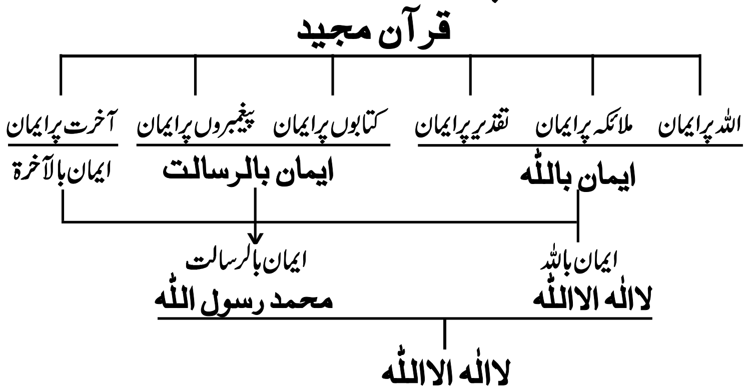

اسلام کے اس عقیدۂ ایمان کو ماننے کے کچھ شرائط ہیں۔

ایمان کے ایک جزء کا منکر بھی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے!

ایمان مفصّل کو ماننے میں اگر کسی ایک جزء کا بھی انکار کیا جائے یا کسی ایک جزء میں بھی شک کیا جائے تو انسان اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور ایمان والا نہیں رہتا اور اس کا ایمان حقیقت میں ایمان نہیں کہلاتا، مثلاً اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو مانے، آخرت کو مانے، فرشتوں کو مانے اور کتابوں کو مانے مگر پیغمبروں کو نہ مانے یا کسی ایک پیغمبر کا انکار کردے، تو اس کا ایمان، ایمان نہیں۔

اسی طرح کوئی اللہ کو مانے آخرت کو مانے، فرشتوں کو مانے، مگر کتابوں کو نہ مانے یا کسی ایک کتاب کا انکار کردے تو اس کا ایمان ایمان نہیں اور وہ ایمان والا نہیں بن سکتا۔

اسی طرح اگر کوئی ایمان مفصّل کے تمام جزء کو مانے مگر کسی ایک کتاب یا کسی ایک رسول اور پیغمبر کو نہ مانے تو وہ بھی ایمان والا نہیں، ایمان کے لئے لازمی اور ضروری ہے کہ

ایمان مفصّل کو اُسی طرح مانے جس طرح حضور ﷺ نے تعلیم دی اور صحابہؓ نے مانا۔

یہودی ایمان سے کیوں خارج ہیں؟ یہودی لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے، نبیوں کو مانتے، کتابوں کو مانتے، آخرت کو مانتے، فرشتوں کو مانتے، تقدیر کو مانتے مگر انجیل کو نہیں مانتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے، قرآن مجید کو نہیں مانتے اور حضرت محمد ﷺ کو نہیں مانتے، اس لئے وہ ایمان والے نہیں اور نہ وہ مسلمان ہیں قرآن نے ان کو ایمان والوں کی جماعت سے خارج کر دیا اور ان کو یہ دعوت دی کہ وہ صحابہؓ کی طرح ایمان لائیں، اسلامی تعلیمات کے مطابق ایمان والا وہی ہے جو اس پورے عقیدے کو دل کی تصدیق کے ساتھ صحابہؓ کی طرح مانے، تمام عقائد میں صحیح عقائد وہی ہیں جو صحابہؓ نے مانا، ان سے ہٹ کر سارے عقائد گمراہی و بے دینی ہے۔

عیسائی ایمان والے کیوں نہیں؟ ذرا غور کیجئے وہ اللہ کو مانتے ہیں، تمام نبیوں کو مانتے ہیں کتابوں کو مانتے ہیں آخرت کو مانتے ہیں، تقدیر کو مانتے ہیں، مگر قرآن مجید کو نہیں مانتے، حضرت محمدؐ کو نہیں مانتے، اس لئے وہ بھی ایمان والے نہیں کہلاتے، قرآن نے ان کو بھی ایمان سے خارج کر دیا اور صحابہؓ کی طرح ایمان لانے کی دعوت دی۔

ہنود (بُت پرست) پر غور کیجئے:۔ وہ اللہ کو کسی نہ کسی طرح مانتے ہیں اور آخرت کو بگڑے ہوئے انداز پر مان کر سورگ اور نرک کا عقیدہ رکھتے ہیں، مگر کتابوں کو، فرشتوں کو، نبیوں کو نہیں مانتے اس لئے وہ بھی ایمان سے بہت دور ہیں۔

ایمان کے کسی جزء میں افراط وتفریط سے بھی انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے

اس عقیدے کو ماننے کی دوسری اہم شرط یہ ہے کہ اس عقیدے کو جس طرح ماننے کا حکم اسلام دیتا ہے اُسی طرح ماننا ضروری ہے، اُس میں افراط اور تفریط سے اِنسان ایمانیات سے خارج ہو جاتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کو جیسا ماننے کا حکم ہے ویسے ہی ماننا ہوگا،

نبیوں اور فرشتوں کو جیسے ماننے کی تعلیم دی گئی ہے ویسے ہی ماننا ہوگا، نہ اُن کو اُن کے مقام سے آگے بڑھایا جائے گا اور نہ گھٹایا جائے گا، اور آخرت کو جیسی ماننے کا حکم ہے ویسی ہی ماننا ہوگا، تب ہی ایک اِنسان ایمان والا بن سکتا ہے اور مسلمان رہ سکتا ہے۔

ایمان باللہ میں افراط وتفریط:۔ جن لوگوں کو ایمانیات کی تعلیم صحیح نہیں ملتی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گندے اور ناپاک عقیدے قائم کرلیتے ہیں مثلاً کسی کے پاس خدا کے کشتی لڑنے کا عقیدہ ہے اور کسی کے پاس خدا کی شادی اور بیوی، بچوں کا تذکرہ ہے اور کوئی ہر چیز میں خدا کی ذات کا موجود ہونا تصوّر کرتے ہیں اور کوئی خدا میں ضم ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اور کوئی مخلوقات میں خدا جیسی صفات تصور کرتا ہے، یہ سب باتیں اسلامی عقیدۂ ایمان کے خلاف ہیں، مسلمانوں میں بھی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کو ایمان کی صحیح تعلیم نہ ملنے کی وجہ سے وہ اللہ کو مانتے ہوئے بھی اللہ کی صحیح پہچان اور معرفت نہیں رکھتے، اللہ کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے وہ ذات میں تو شرک نہیں کرتے البتہ صفات، حقوق اور اختیارات میں شرک کرتے ہیں اور ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اولاد، نوکری، تجارت، صحت و تندرستی، خوشحالی، منت مرادیں سب مخلوقات سے مانگتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر مخلوقات سے دعائیں مانگتے ہیں، وہ غیر مسلموں کی طرح سورج، چاند، زمین، ہوا، پانی اور درخت وغیرہ کو تو اللہ کی مخلوق سمجھتے، ان سے نفع ونقصان کا تصور نہیں رکھتے، مگر دُکان، تجارت، نوکری، دولت، ماں باپ، اولاد، شوہر، بھائی وغیرہ سے پلنے، بننے بگڑنے اور نفع ونقصان کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ اللہ کو دن میں پانچ مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر یاد کرتے ہیں مگر مسجد سے باہر زندگی کے مختلف شعبوں میں اور حکومت میں زمین پر اللہ کی بڑائی مان کر زندگی نہیں گذارتے، یا توجی کی خواہشات پر یا مغرب سے دب کر ان کے قانون پر زندگی گذارتے ہیں، اس طرح اللہ کو ماننا خالص ایمان نہیں کہلاتا۔

اللہ پر صحیح طریقے سے ایمان لانے اور اس کی پہچان حاصل کرنے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے ضرور پڑھیے۔

ایمان بالملائکہ میں افراط وتفریط:۔ اسی طرح مشرک لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں یا پھر دیوی دیوتاؤں کی صورت میں الگ الگ کئی خدا بناڈالے اور بعض اہل کتاب فرشتوں سے بغض وعداوت اور دشمنی رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فلاں فرشتے نے ہماری قوم پر عذاب لایا ہے یا فلاں فرشتے نے فلاں پیغمبر پر وحی لائی ہے، فرشتوں کو جزاوسزا دینے والا سمجھنا یا ان کو خدا کی طرح سمجھنا یا خدا کی اولاد سمجھنا یا اپنی طرف سے وحی لیجانے والا سمجھنا یہ سب کفر ہے اور ایمان بالملائکہ میں افراط وتفریط ہے، ایسے تمام عقائد اسلامی عقیدۂ ایمان کے خلاف ہیں اور انسان کو اسلام سے اور ایمان سے خارج کردیتے ہیں، اسلامی عقیدۂ ایمان کی شرط یہ ہے کہ اللہ کو، نبیوں کو، کتابوں کو، آخرت کو، فرشتوں کو، تقدیر کو جیسے ماننے کی تعلیم دی گئی ہے اُسی طرح مانا جائے، اُن میں غلواور افرط وتفریط نہ کی جائے تب ہی ایک انسان ایمان والا بن کر اسلام پر رہ سکتا ہے اور اس کا ایمان صحابہؓ جیسا ایمان ہوگا، مشرکین نے ان کو اولاد سمجھا یا پھر خدا تک پہنچ کر سفارش کرنے والا سمجھا۔

ایمان بالکتب میں افراط وتفریط:۔ کتابوں پر بھی ایمان لانے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھئے کہ آسمانی کتاب کو آسمانی کتاب نہ ماننا بھی کفر ہے اور جو آسمانی کتاب نہ ہو اس کو آسمانی کتاب ماننا بھی کفر ہے، جن جن کتابوں اور صحیفوں کے نام قرآن اور حدیث میں آسمانی کتاب کے طور پر بتلائے گئے ہیں اُن ہی کو ہم نام لے کر آسمانی کتاب کہیں گے اور جن کے نام نہیں بتلائے گئے ان کے تعلق سے اجمالی ایمان یہ رکھیں گے کہ انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو جو کتابیں اور صحیفے ہر زمانے میں نازل کئے ہیں اُن پر ہمارا ایمان ہے، ہم اُن کو اللہ کی طرف سے سچے اور صحیح ہدایت نامے مانتے ہیں مگر قرآن مجید آنے کے بعد تمام کے تمام منسوخ ہو چکے ہیں، اب اس عقیدہ کے برعکس غیر مسلموں کے پاس جو جو کتابیں مذہبی اور مقدس مانی جاتی ہیں اور اُن کی تعلیمات کے بعض حصے توحید، آخرت اور اخلاقیات کا صحیح سبق دیتے ہوں تو ہم اپنی طرف سے قیاس کی بنیاد پر اُن کو آسمانی صحیفہ اور آسمانی کتاب نہیں مانیں گے، اس لئے کہ جب تک قرآن و

حدیث کی تصدیق نہ ہو ہم کسی دوسری کتاب کو فرضی طور پر بھی آسمانی کتاب نہیں کہیں گے، البتہ ہم دوسری قوموں سے یہ کہیں گے کہ آپ اپنی مقدس کتاب کے فلاں فلاں حصوں کو پڑھئے وہ ہماری ہی کتاب کے مضامین بیان کر رہی ہے اور وہی تعلیم دے رہی ہے جس کی ہم دعوت دے رہے ہیں مگر یہ نہیں کہیں گے کہ شائد آپ کی کتاب بھی آسمانی کتاب ہوگی جو بعد میں بگڑ گئی، حدیث کا مفہوم ہے علم اور حکمت کی باتیں مومن کی گمشدہ چیزیں ہیں، ہوسکتا ہے کہ کچھ باتیں آسمانی کتابوں میں سے لے کر غیر مذہب والے اپنی کتاب میں ڈال لئے ہوں، غیر مذاہب کی کتابوں کو آسمانی کتاب کہا اور مانا جائے گا تو یہ بھی اسلامی عقیدہ ایمان کے خلاف ہے اور انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔

اسی طرح موجودہ زمانے میں قرآن مجید کے علاوہ جو کتابیں بھی آسمانی کتابوں کے نام سے دنیا میں موجود ہیں مثلاً توریت، انجیل اور زبور یہ وہ اصلی کتابیں نہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئیں، بلکہ ان میں خدا کا کلام، پیغمبر کا کلام، عالموں اور راہبوں کا اور تاریخ کے قصے سب کچھ ملا ہوا ہے یعنی خدائی کلام اور انسانی کلام ایک ساتھ مل گیا ہے، قرآن اور حدیث کی تعلیم کے مطابق یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں اُن میں تحریف کر کے اُن کو بگاڑ دیا گیا اور اب وہ اصلی حالت میں موجود نہیں، لہذا اسلامی عقیدہ ایمان کے مطابق ایک مسلمان اُن آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے جو حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت داؤدؑ پر توریت، انجیل اور زبور کے نام سے نازل ہوئی تھیں اور اُن کتابوں ہی کو توریت، انجیل اور زبور کے نام سے یاد کرتا ہے۔

آسمانی کتابوں میں تحریف کر کے اضافے یا کمی کرنا اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دینا یہ سب کفر ہے، ایسے کاموں سے انسان ایمان والا نہیں رہتا، قرآن نے بتلایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے کتابوں میں تحریف کر کے اضافے اور کمی کر دی اور اپنے عالموں اور راہبوں کی باتوں کو خدا کا کلام بتا کر پیش کیا اور خدا کے کلام کے ساتھ انسانی کلام بھی ملا دیا اور خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیا اور حلال کو حرام، اس طرح کتاب کی اصلی

حالت کو باقی نہ رکھا، یہ سب کفر والے کام ہیں انسان ایسے کام کرنے سے کافر ہو جاتا ہے۔

ایمان بالرسالۃ میں افراط وتفریط:۔ پیغمبروں کو ماننے میں افراط وتفریط اور غلو سے بچنا بہت ضروری ہے، پچھلی قوموں نے اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ غلو کر کے آگے آنے والے پیغمبروں کا انکار کیا، چنانچہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو پیغمبر ماننے سے انکار کئے اور انجیل کو نہیں مانا، عیسائیوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیغمبر ماننے سے انکار کیا اور قرآن مجید کو نہیں مانا اور انہوں نے غلو کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنادیا اور ان کو خدا سمجھ کر ان کی پرستش بھی کرتے ہیں، ان کو اٹھتے بیٹھتے خدا کی طرح پکارتے ہیں، یہودیوں نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنادیا اور خدا کے ساتھ عجیب وغریب عقائد قائم کر لئے۔

اسی طرح ایمان بالرسالت میں یہ بات اچھی طرح یاد رکھئے کہ جو نبی اور پیغمبر ہیں اُن کو نبی اور پیغمبر نہ ماننا کفر ہے اور جو نبی پیغمبر نہیں ہیں اُن کو نبی اور پیغمبر ماننا بھی کفر ہے، قرآن اور حدیث میں جن نبیوں اور پیغمبروں کے نام بتلائے گئے ہیں، اُن ہی کو ہم نام بنام نبی اور پیغمبر مانیں گے اور جن کے نام نہیں بتلائے گئے اُن پر ہم اجمالی ایمان یہ رکھیں گے کہ جتنے نبی اور رسول اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجے ہیں ہم اُن سب کو اللہ کے پیغمبر مانتے ہیں، اُن کی صحیح تعداد اور اُن کے نام صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں جن کا نام قرآن وحدیث میں نہیں بتلایا گیا ہم اپنی طرف سے اُن کا نام نبیوں اور رسولوں کے نام کے ساتھ نہیں لے سکتے۔

بعض لوگ بے شعوری میں یا غیر مسلموں کو خوش کرنے کیلئے اُن کی قوم کے بڑے اور مشہور لوگوں کے کارناموں یا کمالات اور اچھائیوں مثلاً خدا پرستی کا جذبہ، خدمت خلق، شرک سے دوری کی بنیاد پر اپنی عقل سے زبردستی اُن کے نام کے ساتھ نبی اور پیغمبر کا منصب جوڑ کر بات کرتے ہیں، اچھی طرح یاد رکھئے کہ جن لوگوں کے نام پیغمبروں کی فہرست میں نہیں بتلائے گئے ہم ان کا نام لیکر پیغمبر کہیں تو یہ گویا کفر ہے اور اسلامی عقیدۂ ایمان کے خلاف ہے، ایسا کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، اس میں

احتیاط کرنا ضروری ہے۔

اِسی طرح اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو ظلی نبی (حضرت محمد ﷺ کا سایہ) بتلائے تو نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اُس کی نبوت کو ماننے والے دونوں کافر ہوجاتے ہیں، اس لئے کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت ختم ہوچکی ہے، اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور پیغمبر آنے والا نہیں، جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ بھی جھوٹا اور جو اُس نبوت کو مانے وہ بھی جھوٹا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو بھی نبی ماننا قرآن مجید کو جھٹلانا اور آپ کی ختم نبوت کا انکار کرنا ہے، اسلامی عقیدۂ ایمان میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے، ایمان بالرسالت کو ہم تفصیل سے کتاب ''پیغمبر پر ایمان لانے کی شرائط'' میں سمجھا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور پیغمبروں کا انتخاب انسانوں میں سے کیا اور تمام پیغمبر اور رسول انسان ہی تھے، ایسی صورت میں اگر کسی نبی اور پیغمبر کو بشر نہ مانا جائے اور بشر کے مقام سے گھٹایا یا بڑھایا جائے تو یہ بھی ایمان بالرسات میں افراط وتفریط ہے اور ایمان بالرسالت صحیح نہ ہوگا اور جب ایمان بالرسالت میں خرابی آجائے تو عقیدہ ایمان غلط ہوجائیگا' عیسائیوں نے اپنے نبی کے ساتھ غلو کیا اور اُن کو پیغمبر کے مقام سے آگے بڑھا کر خدا بنادیا، سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو انسانوں کے سامنے اپنے بشر ہونے کا اعلان کرنے کی تعلیم دی: **قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔** ''<u>اے محمد ﷺ! کہہ دو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک خدا ہے</u>''، اس آیت کی روشنی میں اگر کوئی انسان پیغمبر اور رسول کو بشر نہ مانیں تو قرآن مجید کی آیت کا انکار ہوجائے گا، اور جو قرآن مجید کی آیت کا انکار کرے گا وہ کافر بن جاتا ہے، اس لئے نبی اور رسولوں کو ماننے میں اعتدال اور سچائی یہ ہے کہ اُن کو انسان اور بشر مان کر ایمان لایا جائے، تب ہی ایمان بالرسالت صحیح ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ پر صحیح طریقہ سے ایمان لانے کے لئے ان کو بشر مان کر پیغمبر مانا جائے

اور رسول ﷺ سے اللہ کی خاطر محبت کرنا ہوگا، اگر اللہ سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرے، اشعار اور تقاریر میں ان میں خدائی صفات مانے اور ثابت کرے تو وہ ایمان والا نہیں، تمام پیغمبر بشر تھے اور کسی میں بھی ذرّہ برابر خدائی کمال نہیں تھا، سب اللہ کے محتاج تھے۔

ایمان بالرسالت کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان رکھا جائے مگر اتباع اور تقلید صرف آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی کرنے کو لازمی اور ضروری سمجھا جائے اور آپؐ ہی کی رسالت کو قیامت تک جاری وساری مانا جائے۔

ایمان بالآخرۃ میں افراط وتفریط:۔ اسی طرح عقیدہ آخرت کو ماننے میں بھی دوسری قومیں افراط وتفریط کا شکار ہوگئیں وہ لوگ انسان کے بار بار پیدا ہونے کا غلط تصور رکھتے ہیں یا دنیا ہی میں جنت کے ٹکٹ فروخت کرتے اور اپنے اپنے عالموں اور بزرگوں کو جنت کا ٹھیکہ دار سمجھتے اور لوگوں کو دیوانہ بناتے ہیں اور آخرت کا بگڑا ہوا غلط تصور دیتے ہیں۔

یہودی لوگ بھی عقیدہ آخرت میں اعتدال نہیں رکھتے اور اپنے آپ کو پیغمبروں اور ولیوں کی اولاد سمجھتے اور یہ تصور رکھتے ہیں کہ جہنم کی آگ ان کے لئے نہیں ہے دوسروں کے لئے ہے وہ اگر جائیں گے بھی تو پل بھر میں نکال لئے جائیں گے، وہ جنت کے حقدار ہیں جنت صرف انہی کے لئے ہے قرآن نے اس قسم کی ساری ذہنیت کو ایمان کے خلاف بتلایا اور یہودیوں کو صحابہ کی طرح ایمان لانے کی دعوت دی، پیروں، ولیوں اور بزرگوں کے خاندان، واسطے اور وسیلے سے جنت کے حقدار سمجھنا اور ولیوں اور بزرگوں کی اولاد کی حیثیت سے جہنم کی سزا سے بچ کر جنت میں جانے کا تصور رکھنا اور جنت کے حق دار اور ٹھیکے دار سمجھنا عقیدۂ آخرت کے خلاف ہے۔

دنیا کے بعد آخرت کا رکھنا اللہ تعالیٰ کی ایمان والوں کے لئے بہت بڑی رحمت اور نعمت ہے، آخرت کی وجہ سے وہ دنیا کی زندگی کی نیکیوں اور فرمانبرداری کا بھرپور بدلہ اور انعام حاصل کریں گے اور دنیا کی ساری مصیبتوں، پریشانیوں اور تکلیفوں میں ایمان کی حالت پر صبر کرنے اور اسلام پر جمے رہنے کا انعام پائیں گے، مؤمن عقیدۂ آخرت پر

ایمان کی وجہ سے بڑی بڑی آزمائشوں اور تکلیفوں کو اللہ کے بھروسہ پر برداشت کرتا ہے اور پھر نئی جد وجہد کے ساتھ دنیا میں محنت کرتا ہے، وہ کبھی اللہ سے ناامید نہیں ہوتا، یہاں تک کہ آخرت میں اجر وثواب پر بھروسہ کر کے حالتِ ایمان میں جان جانے کی بھی پرواہ نہیں کرتا، مرنے سے پہلے توبہ کر کے اپنے گناہ معاف کروالیتا ہے اور ہر قسم کی تکلیف پر گناہ معاف ہونے کا تصور رکھتا ہے، دنیا کی کوئی حکومت یا کوئی بڑا آدمی کسی انسان کو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کا پورا پورا انعام وبدلہ نہیں دے سکتا اور نہ مجرم کو اس کے گناہوں پر پوری پوری سزا دے سکتا ہے، وہ صرف آخرت میں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اگر آخرت نہ ہوتی تو دنیا کی زندگی میں جتنی بے ایمانی، دھوکہ بازی، جھوٹ، فریب، لوٹ مار، قتل وغارت گری، ناانصافی، ظلم وزیادتی کا بدلہ ہی نہیں ملتا تھا، اور انسانوں کے لئے دنیا بیکار ہوجاتی، اللہ نے آخرت رکھ کر دنیا کی زندگی کو مفید، کارآمد اور فائدہ مند بنادیا اور دنیا کو آخرت کی کھیتی بنادیا۔

اس کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے حصے ''عقیدۂ آخرت ہی ایمان میں جان پیدا کرتا ہے''، بچوں کو آخرت سمجھانے کا طریقہ'' اور آخرت پر ایمان میں شعور کیسے دیں'' ضرور پڑھیں۔

اس عقیدہ کے کسی جزء یا جزء کے کسی حصے کا مذاق اڑایا جائے یا انکار کیا جائے یا شک کیا جائے یا قابل توہین سمجھا جائے تب بھی انسان ایمان سے خارج ہوجاتا ہے

اسلامی تعلیمات کے اس بنیادی عقیدۂ ایمان کو ادب واحترام کے ساتھ مانا جائے، احتیاط کے ساتھ مانا جائے اور اس کے ماننے میں ادب ملحوظ رکھا جائے، جو چیز دل وجان سے سچی مانی جاتی ہے، اس کا مذاق نہیں اڑایا جاتا، نہ اُس پر شک کیا جاتا ہے، نہ اس کے کسی جزء یا جزء کے کسی حصے کا انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے کسی حکم کو اپنے

لئے توہین سمجھا جاتا ہے، اس کا ہمیشہ ہر حالت میں ہر وقت ہر گھڑی ادب واحترام کیا جاتا ہے، اگر کوئی انسان اس عقیدۂ ایمان کے کسی جز کا یا جز کے کسی حصے کا انکار کردے یا مذاق اڑائے یا اُس میں شک کرے تو وہ ایمانیات سے خارج ہوجاتا ہے، مثلاً اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا یا اللہ کی کسی بات کا مذاق اڑائے یا کسی حکم کا انکار کردے یا کسی حکم کو غلط اور حقیر سمجھے تو وہ مسلمان نہیں رہتا اور اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی پیغمبر کا یا پیغمبر کے کسی طریقے کا مذاق اڑائے یا پیغمبر کے کسی عمل کو حقیر یا غلط جانے یا پیغمبر کی کسی بات کو ماننے سے انکار کردے تب بھی وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافق لوگ مسلمانوں کے پیچھے حضورؐ کا اور حضورؐ کی باتوں کا اور آخرت کی باتوں کا اور اسلام کے احکام کا مذاق اڑاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو اور فیصلوں کو نہیں مانتے تھے۔

اگر کوئی بے شعوری میں اس عقیدہ کا مذاق اُڑائے تو وہ گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوگا اور اگر جان بوجھ کر عقیدہ کا مذاق اُڑائے تو ایمان سے نکل جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کا انکار کرنا کفر ہے

ایک منافق کا مشہور واقعہ ہے کہ حضور ﷺ کے فیصلے کو نہ مانتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ کروانے گیا، حضرت عمر فاروقؓ نے جب یہ سنا کہ اُس نے حضورؐ کے فیصلے کے بعد آپ کے پاس مزید فیصلے کے لئے آیا ہے تو آپ نے اس کی گردن اڑادی، بہت سے منافق لوگ حضور ﷺ کے پاس اپنے مقدمات کو لے جانے کے بجائے یہودیوں کے پاس مقدمات لے جاتے تھے قرآن نے ایسے تمام لوگوں کو ایمان سے خارج کردیا۔

موجودہ زمانے میں بے شعور، تقلیدی اور کمزور ایمان والے بہت سارے لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے اور اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے باوجود طلاق اور جائیداد کے تعلق سے جھوٹے مقدمات غیر مسلموں کی عدالت میں محض دنیوی فائدوں کی خاطر لے جاتے

اور دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں، ایسے لوگ جان بوجھ کر قرآن اور اپنے نبی کے احکام کے خلاف چلتے اور غیر مسلموں کے سامنے اسلام کا اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں، کلمہ کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے جھوٹے مقدمات کو محض دنیوی فائدوں کی خاطر کافروں کے پاس جان بوجھ کر لے جانا اور وہاں کے فیصلوں سے فائدہ اُٹھانا یہ بات کھلی منافقت ہے اور آخرت کی بربادی، مشرکان مکہ بھی آخرت کا، نبیوں کا اور کتابوں کے احکام کا مذاق اڑاتے تھے اور اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر کہتے کہ کیا جب ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور اس پر ہزاروں برس گذر جائیں گے، تب بھی زندہ کر کے اٹھائیں جائیں گے، یہ عقل میں آنے والی بات نہیں مکہ کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا انکار کیا اور مذاق اڑایا اور بدنام کیا، منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کی بیوی کی طلاق کہ بعد حضورؐ سے نکاح ہونے پر حضور ﷺ کو بدنام کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا انکار کرنا بھی کفر ہے اس کے باوجود منکرین حدیث کی تعداد بڑھ رہی ہے

موجودہ زمانے میں بھی بہت سارے لوگ قرآن اور حدیث کی تعلیم کو اہل علم سے صحیح طریقے سے حاصل نہ کرنے کی وجہ سے اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر گمراہ لوگوں کی کتابیں پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا انکار کرتے ہیں، مثلاً وہ تمام ارشادات جو قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی تاثیر کے تعلق سے ہیں، انکا انکار کرتے اور قرآن مجید کی سورتوں اور آیات میں کوئی اثر نہیں مانتے جبکہ بہت ساری احادیث میں مثلاً سورہ بقرہ، سورہ کہف، سورہ یٰسین، سورہ توبہ اور ایسی دیگر بہت سی سورتوں میں رسول اللہ انے خاص خاص اثرات و کیفیات کا ذکر فرمایا مگر یہ لوگ حضورؐ کے ان ارشادات کا انکار کرتے اور کسی سورت اور کسی آیت میں اثر نہیں مانتے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہاروت اور ماروت فرشتوں کا تذکرہ کر کے جادو کا ذکر کیا

گیا ہے اور فرعون کے واقعات میں جادوگروں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور سورہ فلق میں پھونک مارکرگرہ باندھنے والیوں کے شر سے بچنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، مگر یہ لوگ جادو کونہیں مانتے، اس سے قرآن مجید کا انکار ہوتا ہے؛ جبکہ احادیث میں بھی جادو کا تذکرہ ہے، جادو ایک بُری اور شر کی چیز ہے جو دنیا میں شر اور بُری چیزوں کے ساتھ امتحان کے لئے رکھی گئی ہے، ایمان والا اس سے دور رہتا ہے، جو اس کو اختیار کرے وہ کافر بن جاتا ہے۔

اسی طرح یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام ارشادات جو عالم برزخ، قبر، منکر نکیر، عذاب قبر، قبر کا میت کے ساتھ سلوک' ایصال ثواب، شفاعت وغیرہ کا انکار کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو فقہاء نے منکرین حدیث بتلایا ہے ان لوگوں کو اپنے ایمان کی تجدید کرنا چاہئے ورنہ یہ لوگ ایمان سے خارج ہیں۔

پیغمبروں میں تقابل بھی ایمان بالرسالۃ کے خلاف اور کفر ہے

ہر قوم کو اپنے اپنے پیغمبروں سے محبت تھی مگر اُن میں سے بعض لوگ جہالت کا شکار ہو کر پیغمبروں سے اس درجہ محبت کرتے تھے کہ سوائے اپنے پیغمبر کے کسی دوسرے پیغمبر کو نہ مانتے اور نہ اُن کی عزت واحترام کرتے بلکہ اُن کو جھٹلاتے اور اپنے پیغمبر کے مقابلے میں چھوٹے اور معمولی سمجھتے تھے اور پیغمبروں میں تقابل وتفریق بھی کرتے تھے، یہ بات بھی اسلامی عقیدۂ ایمان کے خلاف ہے، اس لئے کہ ہر نبی اور پیغمبر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آئے اور ہر ایک کی دعوت وپیغام ایک ہی تھا، ہر ایک نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف بلایا اور ہر ایک نے دوسرے کی تائید کی، گویا تمام پیغمبر ایک ہی تسبیح کے دانے، ایک ہی چشمے کی نہریں اور ایک ہی باغ کے پھول تھے، اب تسبیح کے کسی دانے یا چشمے کی کسی نہر یا باغ کے کسی پھول سے اختلاف کرنا اور ان کا تقابل کرنا بیوقوفی کی علامت ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کا جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا وہ اپنی اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتا ہے اور وہ اپنے اپنے وقتوں میں اپنے اپنے علاقوں میں اللہ کی

حکمت ومصلحت کے تحت بھیجے گئے، اُن میں تقابل اور تفریق کرنا اسلامی عقیدۂ ایمان کے خلاف ہے اور یہ سمجھنا کہ فلاں نبی کے طفیل میں فلاں نبی آئے اور فلاں نبی کا وہ مقام ومرتبہ نہیں جو فلاں نبی کا ہے،(منحة الخالق علی هامش البحر الرائق)اور فلاں نبی فلاں قوم میں آئے؛ ہم سے اُن کا کوئی تعلق نہیں، یہ تمام باتیں اسلامی عقیدۂ ایمان کے خلاف ہیں، قرآن مجید نے ایمان والوں کو نبیوں اور رسولوں کے درمیان تقابل اور تفریق کرنے سے منع کیا ہے اوران کی عزت، ادب واحترام اور اُن کی تعظیم کرنے اور ان سے محبت کرنے کی تعلیم دی ہے اور ایمان والوں کو نبیوں کی بے حرمتی کرنا، اُن پر تنقید کرنا انہیں طعنہ زنی وغیرہ سے روکا۔

مگر اسلام کی اس تعلیم کے باوجود بعض لوگ صحیح تربیت نہ ملنے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت کا اظہار کرتے، حالانکہ سنت والی زندگی سے وہ خود بہت دور رہتے ہیں اور غلو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مقام ومرتبہ اور حیثیت کو اشعار اور تقاریر میں خاص قسم کے الفاظ استعمال کر کے بند پیرائے میں کم بتلا کر ان کی بے حرمتی کرتے اور ان کے مقام ومرتبہ کو گھٹاتے ہیں اور صرف اپنے پیغمبر ہی کو اللہ کا مقرب اور محبوب بتلا کر دوسرے انبیاء کی اہمیت کو گراتے اور ان کے چھوٹے اور معمولی ہونے کا تصور دیتے ہیں، مثلاً بعض کہتے ہیں کہ ہمارے نبی وہ نہیں جنہیں نعلین اتارنے کے لئے کہا گیا، موسیٰ کے مقام کو دیکھو نعلین چھڑوا کر ان کے پیر کو خاک لگائی تھی اور ہمارے پیغمبر کی نعلین کو عرش کی خاک لگائی تھی یا یہ کہتے ہیں کہ سوائے ہمارے نبی کے کسی نبی کا مقام وہ نہیں جنہیں آسمانوں میں بلایا گیا سوائے ہمارے نبی کے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں کہ وہ خدا کا حبیب کہلائے، یہ تمام باتیں بھی ایمان بالرسالت کے خلاف ہیں۔

ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ تعلیم دی کہ ہم تمام نبیوں کا ادب واحترام کریں اور ان کی تعظیم کریں، کوئی لفظ اور جملہ ایسا نہ استعمال کریں جس سے

دوسرے پیغمبروں کی بے حرمتی، بے عزتی، حقارت اور چھوٹا پن ظاہر ہوتا ہو، ہر ایک عزت و تعظیم اور ادب کے لائق ہے، جس طرح ہم اپنے ماں باپ کے بھائی بہنوں کی بے عزتی نہیں کرتے، اُن کو اپنے ماں باپ کے مقابلے میں کمتر اور معمولی حیثیت کا نہیں بتلاتے اور نہ ماں باپ سے تقابل کر کے اُن کے مقام اور مرتبے کو گھٹاتے یا گراتے ہیں، اپنے ماں باپ کی عزت و احترام کرتے ہوئے ماں باپ کے بھائی بہنوں کا بھی ادب و احترام کرتے ہیں' ماں باپ کا مقام و مرتبہ اپنی جگہ مسلم ہوتا ہے مگر ان کے بھائی، بہنوں کے مقام اور مرتبے کا خیال رکھ کر بات کرتے ہیں، (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں) اسی طرح ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ اپنی جگہ مسلّم ہے اور دوسرے انبیاء کا مقام و مرتبہ اپنی اپنی جگہ مسلّم ہے، ہمیں یہ حق ہے کہ ہم اپنے آقا حضرت محمدؐ کی ذات، مقام و مرتبہ اور فضیلت کا اظہار کریں، مگر یہ حق ہرگز نہیں ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں منفی انداز کو اختیار کر کے ان کے مقام و مرتبہ اور فضیلت کو گھٹائیں، گفتگو میں باہمی اکرام کا جو انداز ہمارے معاشرے میں ہے تقریباً وہی انداز انبیاء کے اکرام کا ہے اور جو انداز آپس میں توہین وتحقیر کا ہے تقریباً وہی انداز نبیوں کے ساتھ توہین وتحقیر کا ہے، بے شک قرآن نے یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں کو بعض پر فوقیت دی ہے، یہ انداز اکرام وعزت کا ہے، لیکن قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے کسی نبی کو کسی نبی سے کمتر، چھوٹا اور معمولی بنایا؛ یہ منفی انداز ہوگا، اس لئے ہمیں اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا احترام ملحوظ رکھنا چاہئے اور تقابل کر کے اُن کو کمتر اور معمولی بتلانا انبیاء کی توہین ہے۔

ذرا غور کیجئے امت محمدیہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا اور ہمارا نام مسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھا اور اللہ تعالیٰ نے درود شریف اور خاص طور پر درود ابراہیم کو نماز میں داخل کر کے جہاں ہمارے آقا پر درود وسلام بھیج رہا ہے وہیں حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی آل پر بھی درود وسلام کا تذکرہ ہے اور امت محمدیہ سے ہر سال

حج وعمرہ اور قربانی کے نام پر حضرت ابراہیم واسماعیل اور بی بی ہاجرہ علیہم السلام کے اعمال کی نقل کرائی جارہی ہے، اسی طرح کسی نبی کو صفی اللہ، کسی نبی کو خلیل اللہ، کسی نبی کو کلیم اللہ، کسی نبی کو روح اللہ کہا گیا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں اُن کا خاص قرب معلوم ہوتا ہے، ہاں ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمدؐ کو خاتم الانبیاء بنا کر پوری دنیا کے لئے قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا، آپ سردار انبیاء ہیں اور آپ کو امام انبیاء بنایا گیا اور آخری نبی کا شرف عطاء کیا گیا مگر ہمیں یہ نہیں تقابل کرنا اور کہنا چاہئے کہ یہ مقام اور مرتبہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کو نہیں ملا، یہ بات دوسرے انبیاء کی شان میں توہین کی ہوگی، اس لئے کہ یہ منفی پہلو ہے ہاں یہ کہیے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کو اللہ نے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا۔

کتابُ اللہ کے احکام کو اپنے لئے توہین سمجھنا اور اُنہیں تبدیلی کے قابل سمجھنا بھی کفر ہے

بعض لوگ نسلی مسلمان ہوتے ہیں اور باپ دادا کے ذریعہ کمزور، تقلیدی اور بے شعوری والا ایمان رکھتے ہیں، ایسے لوگ غیر مسلموں کی طرح کتاب الٰہی کے بعض احکام کو اپنے لئے توہین اور ظلم سمجھتے اور اُن میں تبدیلی کرنے کی ذہنیت رکھتے ہیں، یہ کافرانہ اور مشرکانہ ذہنیت ہے، جو اِنسان کو ایمان میں داخل ہونے نہیں دیتی اور انسان مسلمان نہیں بن سکتا، ایمان والا بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کتابِ الٰہی کے ہر حکم کو اپنے لئے رحمت، عزت اور اہم سمجھا جائے اور اُن کو قیامت تک پوری انسانیت کے لئے صحیح اور ضروری سمجھا جائے اور اُن میں کسی قسم کی تبدیلی کو جہالت اور گمراہی اور کفر سمجھنا ہوگا۔

بعض لوگ قرآن مجید کو اللہ کا کلام ماننے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں بعض احکام ان کے لئے توہین آمیز ہیں اور مفید نہیں ہیں، موجودہ زمانے کے لحاظ سے اُن میں تبدیلی کی جائے، مثلاً ایک مرد کے مقابلہ دو عورتوں کی گواہی' یہ عورتوں کی توہین اور بے عزتی

ہے، مردوں کو عورتوں پر برتری دے کر اور مردوں کے قابو میں رکھ کر اُن پر ایک قسم کی زیادتی اور ناانصافی کی گئی ہے اور مردوں کو طلاق کا اختیار اور (Power) دے کر عورتوں کو مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا بنادیا گیا اور عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں رکھ کر ان کو مردوں سے پیچھے کر دیا گیا اور عورتیں ترقی سے محروم ہوگئیں، اس لئے گواہی دینے، مردوں کی برتری اور طلاق کے طریقہ کار میں تبدیلی کی جائے، اس قسم کی ذہنیت کے ساتھ مسلمان عورتوں نے جلسے اور جلوس نکالے اور اُن کے نمائندے ریڈیو اور ٹی وی پر بحث کرتے ہوئے حکومتوں سے اپیل بھی کرتے ہیں اور بعض لوگ غیر مسلموں کی طرح مسلمان ہوتے ہوئے زنا پر سنگساری اور چوری پر ہاتھ کاٹنے اور مردوں کو چار نکاح کی اجازت جیسے احکام کو موجودہ زمانے کے لحاظ سے تبدیل کرنے کی وکالت کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ ان مسائل کے احکام موجودہ زمانے کے لحاظ سے مفید نہیں Out of Date ہیں، قابل عمل نہیں۔

اسی طرح ایک طبقہ حج اور قربانی کے لئے کثیر رقم خرچ کرنا بیکار اور اسراف سمجھتا ہے اور اس عمل کے بجائے حج وقربانی کی رقم سے غریبوں محتاجوں اور قرض داروں کی مدد کرنا اپنی عقل سے مناسب تصور کرتا ہے، یہ لوگ حج اور قربانی نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ حج اور قربانی اس زمانے کے لئے ضروری نہیں فضول اور اسراف ہے۔(نعوذ باللہ)

بعض لوگ نماز کو قائم کرنے کے بجائے دل کی نماز اور روزہ کا بیجا تصور قائم کرکے نماز، روزہ ہی کو ادا کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز کو قائم کرنے کا حکم ہے پڑھنے کا حکم نہیں اسی لئے وہ دل کی نماز قائم کرلیتے ہیں۔

اسی طرح سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے بے شعور اور نام نہاد مسلمانوں نے اسلامی عقیدۂ ایمان کو ماننے کا دعویٰ کرکے اور اپنا نام مسلمانوں جیسا رکھ کر اسلام پر تنقید کرکے اپنے ہی عقیدہ کی توہین کرڈالی اور کافر بن گئے، یہ تمام حرکتیں کافرانہ اور مشرکانہ ہیں، اس سے انسان اسلام سے خارج اور ایمان سے محروم ہوجاتا ہے۔

سنتوں کو حقیر سمجھنا اُن میں نقص اور خرابیاں بتلانا بھی ایمان بالرسالت کے خلاف ہے

بعض لوگ بعض سنتوں کو حقیر اور معمولی سمجھتے اور سنتوں پر چلنا نہیں چاہتے اور اپنی عقل سے اُن سنتوں میں نقص، عیب اور خرابیاں بتلاتے ہیں، مثلاً دسترخوان پر کھانے کی سنت پر مختلف قسم کی خرابیاں بتلا کر کرسی اور میز کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ بتلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ نیچے بیٹھنے سے جوتے چھوڑنا پڑتا ہے، پھر جوتے چپل چوری ہونے کا ڈر ہے، کپڑے بھاری ہوتے ہیں، خاص طور پر عورتوں کے کپڑے خراب ہونے کا ڈر ہے، دسترخوان کے لئے صاف ستھرا فرش بچھانا پڑتا ہے اور دسترخوان بار بار بدلنے سے فرش گندہ اور خراب ہوجاتا ہے، دسترخوان پر گرا ہوا چن کر کھانے والوں پر تنقید کرتے اور گری ہوئی حرکت سمجھتے ہیں، بعض لوگ داڑھی رکھنے سے اور داڑھی والوں سے بہت نفرت رکھتے ہیں اور داڑھی رکھنے والوں کو مختلف خراب ناموں سے پکارتے اور غیاب میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے حقارت آمیز انداز میں کرتے ہیں بعض عورتیں اپنے شوہر کی اور ماں باپ اپنی اولاد کی داڑھی کٹوائے بغیر چین نہیں لیتے اسی طرح بعض عورتوں اور مردوں کو حجاب سے بہت نفرت ہوتی ہے اور وہ برقعہ پوش خواتین کا تذکرہ انتہائی حقارت کے ساتھ کرتی ہیں، ایسی عورتیں اپنی لڑکیوں کو برقعہ اور حجاب اختیار کرنے ہی نہیں دیتیں اور مرد اپنی عورتوں کو بے پردہ بنائے بغیر نہیں رہتے، اسی طرح مسواک وغیرہ پر مذاق اڑایا جاتا ہے، سنتوں سے نفرت اور اسلامی شعار سے نفرت یہ سب کافرانہ اور منافقانہ حرکت ہے اس سے ایمان والوں کو احتیاط کرنی چاہئے یہ انتہائی کمزور ایمان اور بے دینی کی علامت ہے، ایمان بالرسالت کا تقاضا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے نبی کے ہر عمل اور ہر طریقے اور ہر حکم سے محبت کی جائے اور اُن پر عمل کرنا دنیا اور آخرت میں عزت اور نجات کا ذریعہ سمجھا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت تصور کیا جائے۔

خدا اور رسول کے کسی حکم کو ظلم و بے عزتی سمجھنا اور رسول اللہ ﷺ کے کسی طریقے کو غلط تصور کرنا یا نقصان دہ سمجھنا بھی رسالت پر ایمان سے محرومی ہوجاتی ہے، اس کے لئے ہماری کتاب ''پیغمبر پر ایمان میں شعور کیسے دیں'' اور ''کلمہ طیبہ کو سمجھانے کا طریقہ'' کا دوسرا حصہ ضرور پڑھیں۔

خدا پر مذاق بنا کر ایمان کا مذاق اُڑانا

☆ بعض بے شعور لوگ مناظرہ کا طریقہ لوگوں کو سکھانے کہتے ہیں کہ ایک عیسائی نے ایک مبلغ سے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں، اس پر مبلغ نے سوال کیا کہ اچھا بتاؤ! خدا کی عمر کیا ہے؟ عیسائی پریشان ہوگیا، اس کو کچھ سجھائی نہیں دیا اور فوراً فرضی گنتی کرتے ہوئے کہا کہ دس کروڑ پچاس لاکھ بیس ہزار سال! مبلغ نے کہا: اتنی لمبی عمر اور ایک ہی بچہ؟ ذرا غور کرو میں طاقتور ہوں یا خدا طاقتور ہے؟ اتنی عمر میں تو میرے آٹھ بچے ہیں، اس طرح خدا کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے، کیا یہ مناظرہ کا پیغمبرانہ اور قرآنی طریقہ ہے؟ کیا یہ توحید سمجھانے کا طریقہ ہے؟ غیر مسلموں کے پاس خدا پر ہنسی مذاق کے ڈرامے بنائے جاتے ہیں، ایمان والے اللہ کا بہت ادب واحترام کریں، یہ ایمان کا تقاضہ ہے۔

فرشتوں پر مذاق بنا کر ایمان کا مذاق اُڑانا ہے

کوئی لطیفہ بناتا ہے کہ فرشتے نے خدا کے حکم پر ایک شخص کی روح قبض کی مگر اس محلے میں ایک ہی نام کے دو آدمی رہتے تھے، غلطی سے ایک کے بجائے دوسرے کی روح قبض کرگیا، کفن دفن کے وقت یا تدفین کے بعد خدا کو معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی کی روح قبض کرلی گئی ہے تو خدا ناراض ہوکر اس کی روح واپس کرنے کا حکم دیا اور وہ دفن ہونے کے بعد مٹی وغیرہ ہٹا کر کفن کے ساتھ سیدھا گھر آکر دروازہ کھٹکھٹایا' اب گھر، محلے اور بستی کے سب لوگ ڈر گئے، اس کو بھوت سمجھے یہ لطیفہ سنا کر لوگوں کو ہنسایا جاتا ہے، ذرا غور کیجئے کہ اس لطیفہ کے ذریعہ عقیدۂ ایمان کا مذاق کیسے اڑایا جارہا ہے، اس لطیفے میں یہ بتلایا جارہا ہے، نعوذ باللہ خدا کے فرشتے

انسانوں کی طرح کم عقل اور بیوقوف ہیں جو خدا کے حکم کو برابر نہیں سمجھتے اور خدا کا حکم پورا کرنے میں غلطیاں بھی کرتے ہیں گویا خدا کی اس حکومت میں ایسے تماشے بھی ہوا کرتے ہیں۔

یہ سب دین واسلام کے ساتھ بدتمیزی اور کھیل ہے اور کافرانہ اور مشرکانہ انداز ہے اگر بے شعوری میں ایسی باتیں کی جائیں تو انسان کفر کے قریب ہو جاتا ہے اور ایمان سے محروم ہونے کا خطرہ ہے اور اگر جان بوجھ کر اسلام کا مذاق اڑانے کے لئے یہ باتیں کہے تو کافر بن جاتا ہے اور ایمان سے محروم ہو جاتا ہے، فرشتوں پر ایمان کی وجہ سے ایک مومن فرشتوں کا ادب واحترام کرتا اور اُن سے محبت کرتا ہے کسی دشمن کو کسی فرشتے کے نام سے تقابل کرنا گناہ سمجھتا ہے بعض لوگ بیوقوفی اور کم علمی کی وجہ سے لوگوں کو ملک الموت کے نام سے طعنہ دیتے ہیں جو فرشتوں کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی ہے۔

قرآن مجید پر مذاق بنا کر ایمان کا مذاق اُڑانا ہے

بعض لوگ ہنسی، دل لگی اور مذاق کے طور پر کچھ اپنی مادری زبان کی باتوں کو قرآنی آیات سے جوڑتے ہیں اور آیات قرآنی پڑھ کر لطیفے یا جملے بناتے ہیں اور لوگوں کو ہنساتے ہیں یہ بھی وحی الٰہی کی توہین ہے اسی طرح لوگوں کو ہنسانے کے لئے کہا جاتا ہیکہ، ایک شخص سے پوچھا گیا آپکا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا یٰسین شریف، والد کا نام کیا ہے؟ کعبہ شریف، کب پیدا ہوئے، رمضان شریف، کہاں رہتے ہیں، مدینہ شریف، کہاں جارہے ہیں، مکہ شریف، کیا پڑھے ہیں قرآن شریف اس قسم کے لطیفہ گوئی لوگ اسٹیج پر کر کے عقیدۂ ایمان کا مذاق اڑا کر لوگوں کو ہنساتے اور خود کا اور دوسرے ہنسنے والوں کا ایمان غارت کرتے ہیں، کلام الٰہی کی بے حرمتی کا خیال رکھ کر ہم یہاں قرآن مجید کی آیات کا مذاق دلگی میں کیسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اُس کو صرف اِشارۃً سمجھا رہے ہیں تا کہ ہر ایمان والا کلام الٰہی کے ادب کو ملحوظ رکھے اور اُس کی بے حرمتی نہ کرے، اسی طرح بعض لوگ بسم اللہ خوانی کرتے ہیں تو سورہ اقراء کی ابتدائی آیات کے بعد مالم یعلم کے ساتھ لڈو کھالم کے الفاظ کا

اضافہ کردیتے ہیں، اس طرح وہ قرآن مجید کی آیات میں گویا اضافہ کرکے اُس کی بے حرمتی اور بےشعوری میں وحی الٰہی کی توہین کرتے ہیں۔

بعض لوگ سورۂ زلزال پڑھ کر لطیفہ بناتے ہیں کہ کسی پیر صاحب کو دسترخوان پر پانی کی پلیٹ میں گوشت نظر نہ آیا، انہوں نے سورۂ زلزال پڑھ کر بریانی میں انگلی گھما کر بتلاتے ہوئے کہا کہ قیامت کے دن زمین میں اس طرح زلزلے آئیں گے اور اندر کی چیزیں باہر آجائیں گی، اس طرح وہ بریانی میں گوشت تلاش کرنے لگے۔

☆ کوئی کہتا ہے: **ربنا اتنا فی الدنیا**۔ کب رنگ لائے گی میری دنیا۔

اسٹیج پر لوگوں کو ہنسانے کوئی کہتا ہے میں ایک عرب ملک گیا تھا، وہاں دیوار پر عربی الفاظ لکھے ہوئے تھے، میں نے اُسے قرآن کی آیات سمجھ کر دیوار پر بوسہ لیا، مگر لوگ کہنے وہ عربی میں ''پیٹ خالی کرنے کی جگہ'' لکھا ہوا ہے۔

پیغمبروں پر مذاق بنا کر ایمان کا مذاق اُڑانا ہے

ایک عیسائی نے مسلمان سے پوچھا: اچھا یہ بتاؤ تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ مسلمان نے کہا: دنیا سے انتقال کرگئے، وہ زمین میں ہیں، اس نے کہا: ہمارے پیغمبر آسمان میں ہیں، ذرا غور کرو کہ کون اونچا اور کون نیچا ہے، اس پر مسلمان نے ترازو میں ایک وزنی چیز رکھ کر کہا کہ اب بتاؤ اوپر کون ہے اور نیچے کون؟ ترازو کا ایک پلڑا اوپر ہے اور ایک نیچے، جو ہلکا ہے وہ اوپر ہوگیا اور جو پلڑا وزنی ہے وہ نیچے ہے، اس طرح تمہارے پیغمبر ہلکے ہیں اور ہمارے پیغمبر وزنی، ذرا غور کیجئے کہ کیا یہ مناظرہ اور دعوت ہے؟ کیا یہ پیغمبر کا طریقہ ہے کہ ہم دوسرے پیغمبروں کی بےعزتی کریں؟

آخرت پر مذاق بنا کر ایمان کا مذاق اُڑانا ہے

اسی طرح بعض لوگ ایمان کا دعویٰ اور اپنے آپ کو مسلمان کہنے کے باوجود لوگوں کو ہنسانے کی خاطر بےشعوری میں اسلامی عقیدۂ ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں اور قبر پر اور قبر

کے حالات پر یا جنت اور دوزخ پر لطیفے بنا کر ایک دوسرے کو ہنساتے اور مذاق دلگی کرتے ہیں اس طرح وہ عقیدۂ ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں، مثلاً ایک لطیفہ یہ کہا جاتا ہے کہ ایک شخص جنت میں داخل ہوا اور جنّت کا دروازہ کھٹکھٹایا داروغہ جنت نے پوچھا کون ہو؟ کہا کہ میں فلاں آدمی ہوں، مجھے جنت میں جانے کے لئے کہا گیا ہے، فرشتہ نے آکر دروازہ کھولا اور کہا کہ تمہارا نام تو ہمارے پاس کی فہرست میں نہیں ہے میں ذرا پھر ایک بار دیکھ کر آتا ہوں تم یہیں ٹھیرو۔ اتنے میں فرشتہ اندر گیا اور یہ شخص کاروبار کے اعتبار سے کباڑی تھا۔ جنت کا دروازہ لے کر چلتا بنا، فرشتہ آکر دیکھتا ہے کہ دروازہ ہی غائب ہے پھر سب مل کر ہنستے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ بے شعوری اور بے وقوفی میں ایک مسلمان خود اپنے عقیدہ ایمان کا مذاق کیسے اڑا رہا ہے اور یہ لطیفہ سنا کر بتلا رہا ہے کہ اس کا خدا ایک مجبور ومحتاج خدا ہے جس کی جنت کا اتنا ناقص انتظام ہے کہ فرشتے ہی کو خبر نہیں کون جنت میں آرہا ہے، پھر خدا اور خدا کی جنت اور اُس کا انتظام اتنا ناقص ہے کہ وہاں دنیا کی طرح چوریاں بھی ہوتی ہیں اور خدا اور اُس کے فرشتے مجبور ہیں اور خدا کی بنائی ہوئی جنت اتنی ناقص اور کمزور ہے کہ دو چار منٹ میں اُس کا دروازہ ہی نکال لیا جاسکتا ہے جبکہ دنیا کے گھروں کے دروازے ایک دو گھنٹے کے بعد نکالے جاسکتے ہیں اور پھر فرشتوں کا انتظام اتنا ناقص کے ایک بندہ جنت کی چیزیں چرا کر بھاگ سکتا ہے اور فرشتے اُس کو پکڑ نہیں سکتے، خدا اور فرشتوں میں کمیونیکیشن کا نظام اتنا کمزور ہے کہ کون جنت میں آنے والا ہے اُس کی صحیح خبر فرشتوں کو نہیں، یہ دراصل ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالآخرت کا کُھلا مذاق اُڑانا ہے اور کافرانہ اور منافقانہ حرکت ہے، کوئی لوگوں کو ہنسانے کے لئے کہتا ہے کہ میں سگریٹ کا عادی ہوں، مجھے جنت میں سگریٹ سلگانے آگ کی ضرورت پڑے گی تو دوزخ میں جانا پڑے گا، اس طرح جنت دوزخ کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔

ایسی تمام باتیں اور یہ تمام حرکتیں غیر اسلامی ہیں، یہ منافقوں، مشرکوں اور کافروں کی حرکات ہیں، جان بوجھ کر اگر کوئی ایسا کرے تو وہ ایمان سے خارج ہوجاتا

ہے، بے شعوری میں ایسا کرنے سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے فاسق و فاجر بن جاتا ہے، اُسے توبہ کرنا چاہئے، اس سے ایمان والے کو سختی سے بچنا چاہئے ایسے ماحول میں جہاں اللہ، رسول، کتاب، آخرت اور فرشتوں اور تقدیر پر ہنسی، مذاق یا تنقید ہو رہی ہو تو وہاں ٹھہر کر سننے سے نفرت کا اظہار کیجئے ایسی گفتگو سن کر ہنسنے سے ہنسنے والے کا ایمان بھی غارت ہو جاتا ہے اس لئے فوراً **لا حول ولا قوۃ** پڑھ کر ہٹ جائیے اور اگر استطاعت ہو تو لوگوں کو ایسی گفتگو کرنے سے روکئے اور ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے پرہیز کیجئے اور انہیں بتلائیے کہ وہ اللہ، رسول اور آخرت کی توہین کر رہے ہیں اور اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں، اگر ایسی محفلوں میں بیٹھ کر ہنسی مذاق کیا گیا تو ایمان سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور دوبارہ کلمہ پڑھنا پڑے گا۔

اس عقیدہ کے صرف زبانی اقرار سے انسان حقیقی مسلمان نہیں بنتا

اگر کوئی انسان صرف دکھاوے کے لئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر اس عقیدے کا زبان سے اقرار کر کے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے اور مسلمانوں جیسے اعمال کرتا رہے مگر دل سے اللہ رسول، کتابوں، تقدیر، فرشتوں اور رآخرت کو نہ مانے اور دل سے تصدیق نہ کرے تو وہ قانون اور فقہی اعتبار سے تو ممکن ہے کہ مسلمان کہلائے اور مرنے تک اسلامی قاعدے اور قانون کے تحت فائدے تو اٹھالے اور اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی سلوک کیا جائے، مگر وہ اللہ کی نظر میں حقیقی ایمان والا نہیں بلکہ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق منافق کہلائے گا، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ لوگ محض اسلام کی قوت سے اور مسلمانوں کی گرفت سے بچنے کے لئے اور حکومت سے صرف دنیوی فائدوں کی خاطر بظاہر اسلامی عقیدۂ ایمان کو زبان سے مانتے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور مسلمانوں میں رہ کر مسلمانوں جیسے کام کرتے، لیکن مسلمانوں کے پیچھے اسلام کے خلاف رہتے، قرآن نے ایسے لوگوں کو منافق کا نام دیا اور ان کو حقیقی

مسلمان نہیں قرار دیا، کلمہ پڑھنے اور عقیدۂ ایمان کا اقرار کرنے کے باوجود ایسے لوگوں کا مقام دوزخ کا آخری حصہ ہوگا۔

اسی طرح یہودی لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح پہنچانتے تھے اور وہ اپنی اولاد سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے تھے، وہ لوگ قرآن مجید کے نزول کے انتظار میں بھی تھے، قرآن مجید کو حق جانتے تھے اور دل ہی دل میں اسلام کے سچا ہونے کو مانتے تھے مگر زُبان سے کبھی اس سچائی کا نہ اظہار کیا اور نہ تائید کی، ایسے تمام لوگوں کو اسلام نے ایمان سے خارج کر دیا اور ان کو صحابہ کی طرح ایمان لانے کی دعوت دی، ہاں اگر کسی مصلحت کی بنیاد پر ایک انسان اپنے ایمان کو چھپائے رکھے، اس کا اظہار نہ کرے تو وہ مومن ہے اور ایمان والا ہوگا، مثلاً حضرت عباسؓ نے مدینے میں اپنے ایمان لانے اور مسلمان ہونے کا اعلان کیا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے ایمان کو چھپائے رکھنے اور ظاہر نہ کرنے کی تاکید کی تا کہ وہ مکہ جائیں اور مشرکوں میں رہیں اور وہاں سے اُن کے تمام حالات کو بھیجتے رہیں، مصلحت اور کسی مجبوری کی بنیاد پر اگر اسلام کو ظاہر نہ کیا جائے تو اسلام اُس کی اجازت دیتا ہے جیسے حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی نے حضرت عمرؓ سے اپنے ایمان واسلام کو چھپائے رکھا تھا، اس لئے اس عقیدہ کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا ضروری ہے تب ہی ایک انسان ایمان والا اور مسلمان بن سکتا ہے صرف مسلمانوں جیسے کام کرنے سے ایک انسان ایمان والا نہیں بن جاتا۔

اسی عقیدہ کو ماننے یا نہ ماننے پر کامیابی وناکامی کا دارومدار ہے

یہ عقیدہ کلمہ طیبہ کا خلاصہ ہے جس کی پوری تفصیل قرآن مجید ہے، چنانچہ اسی بنیادی عقیدہ کے ماننے یا نہ ماننے پر انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے، اگر ایک انسان اسلام کے اس بنیادی عقیدہ کو دل سے مان لے اور پھر اُس سے کوئی گناہ

ہوجائے تو وہ ایمان والا ہی رہے گا اسی عقیدہ کی بنیاد پر وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے توبہ کرسکتا ہے اور توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف فرما دیتا ہے، اگر مرتے وقت تک انسان اسی عقیدہ پر زندہ رہا اور اسی عقیدہ پر دم توڑ دیا تو وہ انشاء اللہ نجات پا جائے گا اور وہ دنیا سے کامیاب گذر جائے گا اور اگر کسی انسان نے اس عقیدے کا انکار کر دیا اور اس عقیدے کو نہ مانا تو وہ چونکہ حالت ایمان میں نہیں ہے اس لئے نہ تو اس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ اس کا گناہ معاف ہوگا، توبہ کے لئے دائرۂ ایمان میں آنا شرط ہے، جو کوئی انسان اس عقیدہ کا انکار کر کے زندگی گذارے گا اور اسی حالت میں دم توڑے گا تو وہ دنیا سے ناکام گیا اور اس کی آخرت برباد ہو جائے گی، اس عقیدہ کو قبول کرنے کی آخری مہلت انسان کی سکرات شروع ہونے سے قبل ہے ورنہ سکرات شروع ہو جانے کے بعد اس ایمانی عقیدہ کو مانا جائے تو وہ قبول نہیں، فرعون نے مرنے سے قبل ایمان قبول کرنے کا اعلان کیا، مگر اس کے ایمان کو نہ مانا گیا۔

اس عقیدہ کا ماننے والا اور انکار کرنے والا دونوں برابر نہیں ہوسکتے

جب ایک انسان اس عقیدہ کو شعور اور ادراک کے ساتھ مان لیتا ہے تو اس میں اور اس عقیدہ کا انکار کرنے والے میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے مثلاً دن اور رات برابر نہیں ہوسکتے، اندھیرا اور اجالا برابر نہیں ہوسکتے، خوشبو اور بدبو برابر نہیں ہوسکتے، اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہوسکتے، عقلمند اور بے عقل (پاگل) برابر نہیں ہوسکتے، اسی طرح ایمان والا اور غیر ایمان والا برابر نہیں ہوسکتے، دونوں کی فکر، سوچ، عقل اور عمل میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔

صحیح عقیدہ کی بنیاد پر ہی اعمالِ صالحہ قبولیت کا درجہ پاتے ہیں

☆ اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف اُنہی لوگوں کے اچھے اعمال، اعمال صالحہ بن سکتے ہیں جنہوں نے حالت ایمان یعنی اس بنیادی عقیدۂ ایمان ہی کے تحت اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کتاب الٰہی کے احکام کے مطابق محبت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اتباع

میں کی ہوٗ ایسے ہی لوگوں کو مرنے کے بعد قیامت کے دن آخرت میں اُن کے اعمال پر اجر وثواب دیا جائے گا۔

☆ اور جو لوگ اس عقیدہ کو نہیں مانتے اور ایمان کے بغیر اچھے کام کرتے ہیں مثلاً اللہ کے بندوں کی خدمت کرتے، زلزلے آجائے تو لوگوں کی مدد کرتے، قحط پڑ جائے تو اناج اور غلہ تقسیم کرتے، بیماریاں آجائیں تو مفت دوا اور علاج کرتے ہیں اور انصاف کرتے ہیں تو یہ تمام امور گرچہ نیکیاں ضرور ہیں لیکن ایمان سے خالی ہیں اس لئے یہ تمام اعمال ضائع و برباد کردیئے جائیں گے اور آخرت میں ان کا جنت کا اجر وثواب نہیں ملے گا، البتہ دنیا کی ان نیکیوں کی وجہ سے عذاب میں ضرور کمی ہوگی، جیسے ابو طالب کا انتقال کفر پر ہوا لیکن حضورؐ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وجہ سے ان کے عذاب میں قیامت کے دن کمی ہوگی۔

☆ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کو کسی نہ کسی نام سے ضرور مانتے عقیدۂ آخرت کو بھی مانتے، رسولوں کو بھی مانتے، کتابوں کو بھی مانتے مگر ویسا نہیں مانتے جیسا قرآن ماننے کی تعلیم دیتا ہے اُن کے بھی تمام اچھے اعمال ضائع وبرباد کردیئے جائیں گے۔

☆ اسی طرح جو لوگ حالت ایمان میں ہونے کے باوجود قرآن وسنت کے مطابق اعمال نہیں کرتے بلکہ اپنے جی کی خواہش کے مطابق بہت سارے کام نیکی سمجھ کر دین میں اضافہ کرکے یا گناہ سمجھ کر کمی کرکے کرتے ہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق وہ بدعتی کہلائیں گے بدعت کے ارتکاب کی وجہ سے ان کو جہنم میں عذاب ہوگا۔

☆ جو لوگ اس عقیدہ کو مان کر حالات ایمان میں کتاب اللہ کے احکام پر اور پیغمبر کی سنتوں پر عمل نہیں کریں گے مثلاً نماز کی پابندی نہیں کرینگے، بے پردہ پھرینگے، شراب، جوا، ریس کھیلیں گے، حرام مال، رشوت، سود جوڑے کی رقم کھائیں گے، زنا کرینگے، ناچ گانا بجانا گالی گلوج کریں گے، تو وہ مسلمان ہوتے ہوئے فاسق اور فاجر کہلائیں گے جہنم میں سزا بھی مل سکتی ہے ایسے انسانوں کو پاکی حاصل کرنے کے لئے جہنم میں سزا بھگتنا پڑے گا۔
مشرکان مکہ ایمان سے دور رہ کر شرک کی حالت میں حج کرتے تھے مگر ان کے حج

کو حج نہیں مانا گیا اور وہ حاجیوں کو پانی پلاتے، کھانا کھلاتے اور اُن کے ٹھہرنے اور سواریوں کا انتظام کرتے، مگر اُن کی یہ ساری خدمتیں اور محنتیں بیکار بتلائی گئیں اور اُن کو یہ دعوت دی گئی کہ وہ صحابہ کی طرح ایمان لائیں اور صحابہ کی طرح اللہ کی اطاعت کریں۔

منافق لوگ نماز بھی پڑھتے، مسلمانوں کو دکھانے کے لئے روزے بھی رکھتے، حج بھی کرتے اور خیر خیرات بھی کرتے اور دین کی مدد کے لئے اللہ کے راستے میں اپنا مال بھی لگاتے مگر ایسے تمام انسانوں کو صحابہ کی طرح دل کے یقین کے ساتھ ایمان لاکر صحابہ کی طرح اعمال صالحہ کرنے کی دعوت دی گئی اور بتلایا گیا کہ بغیر ایمان کے تمام اچھے کام ضائع وبرباد ہوجائیں گے۔

موجودہ زمانے میں دنیا کے کسی علاقے میں زلزلہ آجائے یا طوفان آجائے یا قحط پڑجائے، یا بیماریاں پھیل جائیں یا کوئی آفت اور مصیبت آجائے تو نصاریٰ دوڑ کر اپنا وقت و مال اور محنت لگا کر لوگوں کی خدمت کرتے اور لوگوں کے یتیم بچوں کو سہارا دیتے ہیں، مگر یہ تمام اعمال بیکار اور ضائع ہوجائیں گے اس لئے کہ وہ اس عقیدہ کے مطابق ایمان نہیں رکھتے اور ان کا ایمان صحابہ جیسا نہیں، اسلام نے کھلے طور پر یہ اعلان کیا ہے اور یہ شرط رکھی ہے کہ جن کا ایمان یعنی Base بنیاد صحیح ہوگا اُسی کے اچھے اعمال، اعمال صالحہ کا درجہ پائیں گے اور قبول کئے جائیں اور اجر وثواب کے مستحق بنیں گے، عمل کتنا ہی نیک اور صالح کیوں نہ ہو جب تک کہ صحیح ایمان نہ ہوگا عمل بیکار اور لغو ہوجائے گا، جس طرح پانی پر عمارت بنائی جائے تو ٹھہر نہیں سکتی۔ اِسی طرح ایمان کے بغیر اعمال ٹہر نہیں سکتے۔

غیر مسلم کے اعمال بہرحال ضائع کردیئے جائیں گے

اگر کوئی انسان ایمان سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرلے، اگرچہ کہ وہ بُت پرستی سے چڑتا ہو (بہت سے غیر مسلم اپنے مذہب سے بیزار ہوتے اور بُت پرستی کو پسند نہیں کرتے، وہ بت بنانے اور اس کی پرستش کے مخالف بھی ہوتے ہیں

شراب نہیں پیتے، زنا نہیں کرتے قتل وخون نہیں کرتے، چوری نہیں کرتے، جھوٹ نہیں بولتے، سچ بولتے ہیں، ماں باپ کا ادب واحترام کرتے اور اُن کی خدمت کرتے، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے، گالی گلوج نہیں کرتے، بے حیائی و بے شرمی کے کاموں سے دور رہتے ہیں اور خدا کو کسی نہ کسی نام سے یاد کر کے ایک اور اکیلا مانتے) مگر نہ رسولوں کو مانتا اور نہ کتابوں کو مانتا اور نہ اسلامی تعلیمات کے مطابق آخرت کو مانتا جبکہ اُس تک توحیدٗ رسالت اور آخرت کی بات پہنچ گئی اور وہ قبول کرے بغیر زندگی گذار رہا ہو، ایسے تمام انسانوں کے اچھے اعمال بھی ضائع و برباد کردیئے جائیں گے، اس لئے کہ ان کے پاس Base اور بنیاد نہیں وہ ایمان اور ایمانیات سے خالی ہیں۔

بعض غیر مسلم کہتے ہیں کہ صرف ایک عقیدہ کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے کیوں ایک غیر مسلم کے اعمال رد کردیئے جاتے ہیں جبکہ غیر مسلم بھی غیر ایمان کی حالت میں ایک اچھا عمل کرنے کے لئے اتنی ہی محنت اور مشقت اٹھاتا ہے جتنی ایک ایمان والا اٹھاتا ہےٗ یہ تو بہت تنگ نظری اور ناانصافی ہے

یادرکھئے ہر عمل کا دارومدار انسان کی نیت پر ہے جیسی نیت ہوگی عمل کا رخ اُسی طرف ہوگا، ایمان والا عقیدۂ ایمان کی وجہ سے اپنا ہر کام اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور اُس کے پیغمبر کی اتباع اور آخرت میں جوابدہی کے احساس سے کرتا ہے، جبکہ غیر ایمان والا اپنا ہر کام غیر اللہ کی محبت اور غیر اللہ کی خاطر اور غیر اللہ کی خوشنودی میں کرتا ہے، یا تو وہ نفس کی خاطر یا نام ونمود کی خاطر یا باپ دادا کی اندھی تقلید کی خاطر، یا رسم ورواج کی خاطر یا وطن کی محبت کی خاطر، یا قوم کی اندھی محبت کی خاطر یا دنیوی فائدوں کی خاطر یا ممتا کی خاطر یا بتوں کی خاطر کرتا ہےٗ عقیدۂ ایمان سے دور ہونے کی وجہ سے اُس میں خالص صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی عمل کرنے کا جذبہ ہی پیدا نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے اُس کے ہر عمل کی

نیت کا رُخ غیر اللہ کی طرف ہوتا ہے اس لئے اس کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے' مثلاً ایک انسان ہجرت کرتا ہے اور وہ ہجرت کسی عورت کے عشق میں کرتا ہے تو اب اُس کی ہجرت اللہ کے لئے نہیں بلکہ عورت کے لئے ہوگی، حالانکہ اللہ کے لئے اور عورت کے لئے ہجرت کرنے والوں کی مشقتیں اور تکالیف برابر ہی ہوں گی، مگر ایک کی نیت اللہ کے لئے ہے دوسرے کی نیت عورت کیلئے، غور کیجئے دونوں کے عمل میں کس عمل کو قبولیت کا درجہ ملے گا اور کونسا عمل جاندار ہے اور کونسا عمل بے جان اور مردہ ہے؟

اگر دو انسانوں میں ایک انسان دکھاوے اور نام ونمود اور اپنی فیاضی جتلانے اور انسانوں سے عزت حاصل کرنے کے لئے خیر خیرات کرے اور دوسرا خالص اللہ کو خوش کرنے کے لئے اللہ کے واسطے کرے تو ذرا غور کیجئے دونوں میں کس کا عمل جاندار اور صحیح ہے اور کس کا بے جان اور غلط ہے اور کس کا عمل قبولیت کا درجہ پائے گا اور کس کا رد کردیا جائے گا، کس کی خیر خیرات ضائع وبرباد ہوگی؟ حالانکہ دونوں اپنا مال خرچ کررہے ہیں۔

اسی طرح ایک انسان ماں باپ کی خدمت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کرے اور دوسرا اپنے نفس کی خواہش پر اپنے ماں باپ کا پیسہ اور دولت لوٹنے اور لوگوں میں نام کمانے یا معاشرے کے رسم ورواج' ممتا سے مجبور ہوکر کرے تو ذرا غور کیجئے اور آپ خود فیصلہ کیجئے کہ کس کا عمل قبول کیا جائے گا اور کس کی محنت بیکار کردی جائے گی؟ حالانکہ خدمت اور محنت کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں، یا پھر غیر ایمان والا ایمان والے سے زیادہ خدمت کررہا ہو تب بھی اس کی محنت بیکار جائے گی، اس تشریح سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہےکہ اعمال کی قبولیت کے لئے اسلامی عقیدہ کتنا ضروری اور اہم ہے، ایمانی عقیدہ ہی کی وجہ سے انسان کے اعمال میں جان رہتی ہے اور عقیدہ غلط ہو تو انسانی عمل بے جان اور بے روح اور مردہ ہوتا ہے گویا اسلامی عقیدۂ ایمان روح اور جان ہے جس کے بغیر عمل مردہ اور بے جان رہتا ہے اور انسان چلتی پھرتی لاش کی مانند رہتا ہے، ایمان سے محروم آدمی کو اس کی نیکیوں پر اجر اس

لئے بھی نہیں ملے گا کہ اس نے اللہ سے اجر لینے کا ارادہ ہی نہیں کیا ہے، اللہ تعالیٰ چونکہ بے نیاز ہے اس لئے طلب کے بغیر اجر نہیں دیتا،

اسلامی عقیدۂ ایمان میں اللہ کے ساتھ فرشتوں، کتابوں، رسولوں، تقدیر اور آخرت کو ماننے کی کیوں شرط رکھی گئی؟

اسلامی عقیدۂ ایمان میں صرف اللہ ہی پر ایمان لانے کا مطالبہ کیوں نہیں رکھا گیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ فرشتوں، کتابوں، رسولوں، تقدیر اور آخرت کو ماننے کی شرط کیوں رکھی گئی؟ صرف یہ بھی شرط رکھی جاسکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو مان لو اور اللہ تعالیٰ کو ماننے والے ایمان والے اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے غیر ایمان والے ہوں گے، یہ بڑا اہم سوال ہے ایک ایمان والے کو سمجھنا بہت ضروری ہے اسلام کے اس عقیدہ ایمانی کی وجہ سے ایک مسلمان کا ہر عمل اس عقیدے کے اطراف ہی گھومتا ہے اور اس کی زندگی کے تمام کاروبار اسی عقیدہ سے نسبت اور تعلق رکھتے اور اِسی عقیدہ کے تحت ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان:۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی شرط سے ایمان والوں کے تمام اعمال کی نیت کا رخ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوجاتا ہے اور وہ خالص صرف اللہ تعالیٰ کی محبت، خوشنودی اور رضا کے لئے ہر کام کرتے ہیں کسی دوسرے کے لئے کرنا گناہ عظیم اور شرک سمجھتے ہیں چنانچہ اِس عقیدہ کی وجہ سے پوری دُنیا کے مسلمانوں کے عمل کی نیت ایک اور یکساں ہوجاتی ہے۔

(۲) فرشتوں پر ایمان:۔ فرشتوں پر ایمان کی وجہ سے ایمان والے رات دن زندگی کے تمام کاموں میں یہ عقیدہ اور ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُن کے ساتھ ہیں اور کراماً کاتبین کی شکل میں اُن کے ہر اچھے اور بُرے اعمال کو لکھ رہے ہیں اور اچھے کاموں کے کرنے کی نیت پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن کی مدد کرتے ہیں جب کسی کو یہ احساس ہوجائے کہ حکومت کے جاسوس اُس کے ساتھ ہیں تو وہ نافرمانی نہیں کرتا۔

(۳) کتابوں پر ایمان:۔ کتابوں پر ایمان کی وجہ سے ایک ایمان والا زندگی کے تمام کاروبار میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء پسند وناپسند کو معلوم کرنے کے لئے کتاب الٰہی کی طرف رخ کرتا اور زندگی کے کاروبار کتاب الٰہی کی روشنی میں ادا کرتا ہے اور کتاب الٰہی کے تحت عمل کرنے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری اور نیکی کا عقیدہ رکھتا ہے چنانچہ کتاب الٰہی پر ایمان ہی کی وجہ سے ساری دنیا کے تمام مسلمانوں کے خیالات ،فکر عقیدہ اور عمل ایک ہی ہوتا ہے اور وہ زندگی کے تمام کاموں کو ایک ہی طرح انجام دیتے ہیں، عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، امیر ہوں یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر، سب کے سب ہر روز پانچ وقت کی نماز، سال میں ۳۰/ دن کے روزے، زندگی میں ایک مرتبہ صاحب استطاعت پر حج کو فرض سمجھتے ہیں اور نکاح، طلاق، زکوۃ، وضو، غسل، طہارت، اذان، ملاقات کا طریقہ، میراث کی تقسیم ایک ہی طرح ادا کرتے، اُن کے نزدیک حرام و حلال، پاک وناپاک جائز وناجائز ایک ہی ہوتا ہے اور کتاب الٰہی کی وجہ سے تعزیراتی معاشراتی ، سیاسی قانون سب کچھ ایک ہوتا ہے اور کتاب الٰہی کے احکام کے خلاف عمل کرنے کو وہ اللہ کی نافرمانی، بغاوت، گناہ اور غیر اسلامی حرکت سمجھتے ہیں۔

(۴) پیغمبروں پر ایمان:۔ ایمان بالرسالت کی وجہ سے ہر ایمان والے کے سامنے صرف پیغمبر ہی نمونۂ تقلید اور معلم ہوتا ہے اور وہ کتاب الٰہی کے احکام کو رسول کی تشریح میں سمجھ کر رسول کی اتباع اور نقل میں احکام الٰہی کو ادا کرتا ہے چنانچہ ہر ایمان والا پیغمبر کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت وعبادت سمجھتا ہے چنانچہ رسالت پر ایمان کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمان چاہے وہ کسی ملک اور کسی قوم کے کیوں نہ ہوں چاہے اُن کی زبانیں، اُن کی تہذیب، وتمدن اُن کا کلچر ومعاشرہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، اپنی تہذیب وتمدن اپنا کلچر اور معاشرہ اپنے اخلاق وکردار سب کچھ پیغمبر کی تعلیمات عمل کے مطابق بنالیتے ہیں اور پیغمبر کی اتباع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اس لئے کہ رسالت کی تصدیق کی بغیر اُن کا کوئی عمل نہ نیکی بنتا ہے اور نہ اللہ کی اطاعت وعبادت کہلاتا ہے اس لئے پوری دنیا کے مسلمانوں کا

طریقۂ اطاعت وعبادت یکساں اور ایک ہی ہوتا ہے۔

(۵) آخرت پر ایمان:۔ آخرت پر ایمان کی وجہ سے ایک ایمان والا یہ تصور رکھتا ہے کہ اس کا ہر عمل اگر خالص اللہ کے لئے نہ ہو اور کتاب کے احکام اور رسول کی اتباع میں نہ ہو تو مردود کر دیا جائے گا اور وہ نافرمانی، گناہ میں لکھا جائے گا اور آخرت میں پکڑ اور سزا کا ذریعہ بنے گا اور اگر اُس کا ہر عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کتاب وسنت کی اتباع میں ہو تو نیکی میں لکھا جائے گا اور آخرت میں اُس کا اجر وثواب دیا جائے گا، ایمان بالآخرت کی وجہ سے وہ کتاب اور رسالت کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے اُن سے ہٹ نہیں سکتا۔

(۶) تقدیر پر ایمان:۔ تقدیر پر ایمان کی وجہ سے ایمان والے کو زندگی گذارنے کے لئے ایک بہت بڑا سہارا ملتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان کی جگہ بنایا ہے اور اس امتحان کی وجہ سے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کا امتحان لیا جائے گا اور اُس پر مختلف حالات کامیابی وناکامی کے آئیں گے، چنانچہ وہ زندگی کے تمام کاروبار میں کامیابی اور ناکامی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر بھروسہ کر کے غرور وتکبر سے دور رہے گا اور اللہ تعالیٰ سے نا اُمید نہ ہوگا اور اپنی محنت وکوشش کو ہر حالات میں جاری رکھے گا۔

اگر صرف اکیلے اللہ کو ماننے کی شرط ہوتی تو ہر ایک کی اطاعت و عبادات کا طریقہ الگ الگ ہوتا، اُن میں یکسانیت نہ ہوتی

اگر صرف یہ شرط رکھی جاتی کہ صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کو مان لو تو دنیا کے ہر ملک اور ہر علاقے اور ہر خطہ میں ایمان والوں کی اطاعت، وعبادات کے طریقوں میں فرق ہو جاتا اور یکسانیت باقی نہ رہتی اور اُن کی تہذیب وتمدن بھی الگ الگ ہو جاتا، ہر کوئی اپنی جی اور مرضی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادات کے طریقے بنالیتا اس لئے

کہ اُن کے نزدیک کتاب پر ایمان نہ ہوتا، نمونہ تقلید رسالت پر ایمان نہ ہوتا اور آخرت میں جوابدہی کا احساس نہ ہوتا اور تقدیر و فرشتوں کا تصور نہ ہوتا، چنانچہ کسی ملک اور علاقے والے دو ہی نمازیں پڑھتے، کسی علاقے والے تین پڑھتے اور کوئی چار پڑھتا اور کوئی نماز جیسی عبادت کی جگہ اللہ کو یاد کرنے کا دوسرا طریقہ ایجاد کر لیتا اسی طرح کسی علاقے کے لوگ ۳۰ دن کے، کوئی ۲۰ دن کے اور کوئی ۱۰ دن کے روزے رکھتے کوئی دو گھنٹوں کا، کوئی چار گھنٹوں کا، کوئی چھ گھنٹوں کا روزہ رکھتا، کوئی رمضان میں، کوئی شوال میں اور کوئی محرم میں روزے رکھتا، ہر علاقے اور ملک والا اپنی سہولت سے الگ الگ موسموں میں حج کرتا، اسی طرح نکاح، طلاق، اذان، سلام و ملاقات، زکوۃ، کفن دفن، تجارت، وضو، غسل، طہارت، کھانے پینے، حرام وحلال، پاک و ناپاک کے طریقے اور اُصول سب کچھ مختلف ہوجاتے اور ہر ملک، ہر گاؤں اور ہر علاقے میں مسلمانوں کی تہذیب وتمدن، اُن کی معاشرتی، سیاسی، انفرادی اور اجتماعی زندگی الگ الگ ہوجاتی، اُن کے عمل میں اختلاف ہی اختلاف ہوتا، جس طرح غیر ایمان والوں کے عمل میں اختلاف ہوتا ہے، غیر ایمان والے چاہے وہ ایک ہی مذہب کے کیوں نہ ہوں، اُن کی اطاعت وعبادت کے طریقے جگہ جگہ الگ الگ ہوتے ہیں اُس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُن کے پاس کتاب، رسالت، آخرت، تقدیر اور فرشتوں پر ایمان کی شرط ہی نہیں ہوتی اور نہ ایک خدا کو ماننے کی تعلیم ہوتی ہے، چنانچہ اسی عقیدہ کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی نماز ایک جیسی، روزہ ایک ہی طرح کا، اذان ایک ہی طرح کی، وضو، غسل، طہارت، نکاح، کفن، دفن، سلام، حرام وحلال، پاکی وناپاکی، تجارت، سب کچھ ایک جیسا اور ایک ہی طرح کا، کوئی اختلاف نہیں، جیسے وہ خدا کو ماننے میں اختلاف نہیں کرتے، ویسے ہی خدا کی اطاعت وعبادات میں اختلاف نہیں کرتے اور جن چیزوں میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے وہ کتاب وسنت سے تعلق نہیں رکھتا، جاہل، گمراہ اور فاسق و فاجر لوگوں کی ایجاد کا نتیجہ ہوتا ہے جس کو اسلام میں بدعت کہتے ہیں۔

قرآن کے 70% حصہ میں اِسی عقیدہ کو بار بار مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا ہے

چنانچہ قرآن مجید کے 70% میں Base بنیاد یعنی ایمانیات ہی کو سمجھایا گیا اور جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کا تعارف کروا کر بار بار اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کا تذکرہ کرایا گیا اور اللہ تعالیٰ کو پہنچاننے اور ماننے کی تعلیم دی گئی اور یہ سمجھایا گیا کہ پچھلی قوموں نے کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گندے اور ناپاک عقیدے قائم کئے اور کیسے کیسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں اور پچھلی آسمانی کتابوں میں کس چیز کی دعوت دی گئی اور اس کتاب میں کس چیز کی دعوت دی جارہی ہے، پچھلی آسمانی کتابوں کے ساتھ قوموں کا سلوک کیا تھا اور انہوں نے کتابوں کا انکار کرکے کیسی گمراہی اختیار کی اور جنہوں نے کتابوں کو مانا ان کا ماننا کیسا تھا اور وہ کتاب کے احکام کی کس حد تک اطاعت کرتے اور کیسے خلاف ورزی کرتے اور کتاب کے احکام کو بدلنے اور چھپانے کی حرکتیں کیسے کرتے تھے اور انسانوں کو کتاب سے دور رکھ کر حق بات کو کیسے چھپایا، مختلف پیغمبروں کا تذکرہ کرکے یہ بتلایا گیا کہ ان کی قوموں نے پیغمبروں کا انکار کیسے کیا اور پیغمبر کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کو کیسے ستایا اور قتل کیا اور پیغمبر کو مان کر کن کن چیزوں میں نافرمانیاں بھی کیں اور ہر ایک پیغمبر بار بار اپنی قوموں کو کیسے اللہ تعالیٰ پر، رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہے اور کس طرح پیغمبروں نے اپنے آپ کو نمونہ بنا کر پیش کیا، قرآن مجید میں ایمان بالآخرت کو سمجھانے کے لئے بار بار جنت و دوزخ کے واقعات حشر اور حساب کتاب کے دن کے واقعات اور آخرت کی ہولناکی اور قیامت کے حالات کو پیش کرکے عقیدۂ آخرت کو ماننے کی دعوت دی گئی اور عقیدۂ آخرت پر ایمان لاکر آخرت کی تیاری کرنے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینے کا احساس رکھنے کی تعلیم دی گئی اور پچھلی قوموں مثلاً عاد، وثمود کے واقعات، بنی اسرائیل کے واقعات، فرعون، نمرود، قارون کے واقعات اور اصحاب کہف اور اصحاب اخدودؐ اصحاب فیل کے واقعات بتلا کر انسانوں کو

ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت کو مان کر ایمان لانے کی دعوت دی گئی اور بتلایا کہ ان میں سے جن لوگوں نے اطاعت کی اُن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد کیسے رہی اور جن لوگوں اور قوموں نے اللہ کا آخرت اور رسولوں کا انکار کیا اُن پر کیسے عذاب آیا اور وہ کیسے تباہ وبرباد اور ذلیل ہوئے، پھر فرشتوں کا تذکرہ کر کے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار مخلوق بتلایا گیا اور وہ حکومت الہیہ کے کارندوں کی طرح کس طرح کائنات میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء بجالاتے اور الٰہی جاسوس بن کر انسانوں کا نامہ اعمال کیسے لکھتے رہتے ہیں، تذکرہ کیا گیا اور بار بار اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو سمجھا کر کائنات کے ذرہ ذرہ کا اُس کے علم وقدرت میں رہنے کا تذکرہ کر کے تقدیر کی تعلیم بھی دی گئی، اس طرح قرآن مجید کی تعلیمات میں Base بنیاد یعنی ایمانیات ہی پر زیادہ زور دیا گیا اور ایمانیات کو صحیح طریقے سے سمجھنے اور خالص ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔

اسلام کے اس عقیدہ اور غیر اسلامی عقائد میں فرق

اسلام جس عقیدہ کو ماننے کی دعوت دیتا ہے وہ ایک جاندار، مضبوط اور صحیح عقیدہ ہے اور وہ انسان کی زندگی پر گہرے اثرات ڈالتا اور انسان پر حکومت کرتا ہے اور انسان کو نیکی کرنے اور برائی سے دور رہنے پر مجبور کرتا ہے اور یہ عقیدہ انسان کو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے اور انسان دل کی تصدیق یعنی شعور کے ساتھ اس عقیدہ کو مان بھی سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس عقیدہ کو شعور کے ساتھ یعنی سمجھ کر مانا جائے، صرف طوطے کی طرح رٹ کر یا بے شعوری کے ساتھ اقرار کر کے مانا جائے تو اس عقیدے کے ویسے اثرات مرتب نہیں ہوں گے جیسا کہ فی الواقع ہونا چاہئے۔

اس کے برعکس غیر مذاہب کی بنیاد جن عقائد پر ہے وہ بے جان، کمزور اور غلط عقائد ہیں جن کا انسانی زندگی پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا اور نہ وہ عقائد انسان کی سمجھ میں آسکتے ہیں اور نہ انسان ان کو شعور یعنی دل کے یقین کے ساتھ مان سکتا ہے اور نہ وہ انسان کی

زندگی پر کوئی گرفت قائم کرسکتے ہیں اور نہ وہ انسانوں کو نیکی کرنے اور بُرائی سے روکنے کی طاقت رکھتے ہیں اُن پر عمل کرنے والوں کا عقیدہ ایک ہوتا ہے اور عمل کچھ دوسرا ہی ہوتا ہے عقیدہ اور عمل میں کوئی مناسبت ہی نہیں ہوتی وہ عقائد صرف باپ دادا کی اندھی تقلید، یا قوم کی تائید یا رسم ورواج اور چلن کے اعتبار سے زبردستی مانے جاتے ہیں، چنانچہ ہنود میں ہزاروں لاکھوں لوگ، ایسے ہیں جو اپنے آپ کو ہنود کہنے کے باوجود اپنے مذہب سے بے زار ہیں اور ان کو اپنے مذہب پر یقین نہیں وہ ناستک بن گئے ہیں یہ بھی عجیب بات ہے کہ ناستک ہونے کے باوجود ہنود لوگ انہیں بھی ہنود ہی قرار دیتے ہیں، عیسائیوں میں ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہوئے لامذہبیت پر ہیں اور حق کی تلاش میں پیاسے اور پریشان ہیں سکون اور سچائی کی تلاش میں ملک در ملک پھرتے ہیں ان کو بائبل کی اولڈ ٹیسٹ منٹ اور نیو ٹیسٹ منٹ کی بہت ساری باتوں پر یقین نہیں وہ شک اور انکار کی حالت میں مبتلا ہیں اور نہ ان کے مذہب کے ٹھیکے دار ان کو مطمئن کرسکتے ہیں۔

غیر اسلامی عقائد انسانی سمجھ سے بہت دور ہیں؟

کسی کے پاس یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کا اکلوتا بیٹا ہیں اور خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو زمین پر اس لئے بھیجا کہ وہ تمام انسانوں کے گناہ اپنے سر لے کر صلیب پر چڑھ جائے اور اپنے خون سے انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے، حالانکہ اس کا کوئی ثبوت خود حضرت عیسیٰؑ کے کسی قول سے وہ دے نہیں سکتے، انہوں نے تمام انسانوں سے خدا کے رشتے کو باپ اور بیٹے کے رشتے سے جوڑ دیا، ذرا غور کیجئے کیا یہ بات انسانوں کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ کوئی ذات اپنے پیارے لاڈلے فرمانبردار چہیتے سمجھدار اور عقلمند نیک بیٹے کو گنہگار اور نافرمان بیٹوں کے لئے سولی پر چڑھا دے، عیسائیوں کی کتابوں میں جگہ جگہ انسانوں کو تمہارا باپ کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے اور سارے انسانوں کو خدا کی اولاد بتلایا جاتا ہے، مسیحت میں حضرت عیسیٰؑ کو خداوند کے نام سے پکارا جاتا ہے اور پھر توحید کا

بھی دعویٰ کیا جاتا ہےاور بی بی مریم کے مجسمے کی پرستش بھی کی جاتی ہے عیسائیوں کی رسول پرستی مشرکوں کے عقیدۂ اوتار کا چربہ ہے۔

انسانوں کو ان کی فطرت کے خلاف نن سسٹر برادر بنا کر شادی بیاہ سے دور رکھا جاتا ہےاور رہبانیت کی تعلیم دی جاتی ہے، جو انسانی فطرت اور طبعت کے خلاف ہے جس پر زندگی گذارنا بہت دشوار ہے، جب حضرت عیسیٰؑ انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے سولی پر چڑھا دیئے گئے تو اب انسانوں کے گنہگار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ گناہوں کو معاف کرانے کے لئے ہفتے بھر کے گناہوں کا تذکرہ اپنے مذہبی پیشوا کے سامنے کرنے یا اس کو جرمانے کے طور پر کچھ رقم ادا کردینے یا پانی میں باپ ٹیزم کرنے سے گناہ معاف کیسے ہوجاتے ہیں، اسی طرح تین ایک اور ایک تین کا عقیدہ بھی انسانی سمجھ سے بالاتر ہےاور سمجھ سے باہر ہے یہ عقیدہ نہ سمجھا جاسکتا ہےاور نہ سمجھایا جاسکتا ہے۔

☆ ہنود کے عقائد میں یہ ہے کہ خدا کو بیوی کی خواہش ہوئی تو اس نے اپنے آپ سے اس خواہش کا اظہار کیا اور اتنا بڑا ہوگیا جتنا کہ انسان جوانی کی حالت میں ہوتا ہے، پھر اس نے اپنے دوٹکڑے کرڈالے، آدھے سے بیوی اور آدھے سے مرد بن گیا اور پھر بیوی چھپ گئی اور گائے، گھوڑی، بکری، گدھی، بھیڑ وغیرہ کی شکل میں آتی رہی، خدا بیل، گھوڑا، گدھا، مینڈھا، وغیرہ بنتا رہا اور اس سے جفت کھا کر مخلوقات کے نر اور مادہ بنتے رہے، گویا پیدائش مخلوق کی ابتداء خدا سے بذریعہ تولد وتناسل مانی جارہی ہے جو انسانی سمجھ میں آنے والی نہیں۔

☆ اِسی طرح ہنود قوموں میں اوا گون بار بار پیدا ہونے کا عقیدہ بھی انسانی سمجھ سے باہر کا ہے کہ انسان اپنے گناہ کو دھونے کے لئے بار بار جنم لیتا ہےاور گناہوں کے سبب کہیں وہ کتا، بلی، مرغی، بکری، درخت بنتا رہتا ہے، اگر ایسا ہے تو کیا ایک انسان گنہگار انسانوں کا گوشت انڈے پھل پھلاری اور ترکاریاں کھا رہا ہے؟

اِسی طرح کائنات کا ایک بڑا خدا مانا جاتا ہےاور اس کے تحت چھوٹے چھوٹے لاکھوں

کروڑہا خدا مانے جاتے ہیں جن کی کئی کئی بیویاں اور بچے ہوتے ہیں اور ان میں لڑائیاں بھی ہوتی ہیں، چنانچہ انہی عقائد کی وجہ سے سینکڑوں مشرک لوگ اپنے مذہب سے بیزار ہیں اور ناستک بنے ہوئے ہیں اس لئے کہ یہ عقائد نہ انسان کی سمجھ میں آتے ہیں اور نہ انسان ان پر یقین کرسکتا ہے اور نہ اُن کو ماننے سے انسان کی زندگی پر اس کے کچھ اثرات پڑ سکتے ہیں۔

☆ بدھ مت اور جین مت، جن کی تعلیم میں خدا کا تصور ہی نہیں لیکن ان کے ماننے والوں نے بدھ جی اور مہاویر جی کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد ہی خود ان ہی کی ہی پرستش شروع کردی، جاپان میں بدھا کے مجسمات کے ساتھ ساتھ ان کے استعمال کی چیزیں تلوار، آئینہ کی بھی پرستش کی جاتی ہے۔

☆ کمیونسٹوں میں خدا کا تصور ہی نہیں وہ خدا کا انکار کرکے زندگی گذارتے اور دولت مند سے دولت نوچ کر غریبوں میں دینا چاہتے ہیں اور مساوات انسانی کا غلط تصور دیتے ہیں۔

ہر چیز کو کھولنے کے لئے ایک چابی ہوتی ہے، انسان کی زندگی کے جوہر صحیح طور پر نمایاں ہونے اور پوری طرح کھلنے کی چابی اسلامی عقیدہ ایمان ہے، اسلام انسانوں کو جو عقیدہ ایمان دیا ہے وہ اِنسان کے عین فطرت کے مطابق ہے، انسان یہ چاہتا ہے کہ اُس پر ایک سپریم ہستی جو اُس کا سہارا بن سکے اور اُس کی ہدایت کے لئے کوئی ہدایت نامہ ہو اور زندگی کے ہر عمل کا جزاء اور بدلہ ملے اسلام کا یہ عقیدہ کمی وبیشی کا محتاج نہیں یہ ہر زمانے میں رہا اور یہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں کہ اِنسانی سمجھ سے بالاتر ہو اور اِنسان اُس کی اندھی تقلید کرے، بلکہ یہ عقیدہ دلائل پر مبنی عقیدہ ہے جو ختم دنیا تک کے تمام اِنسانوں کو چیلنج دیتا ہے اور رہنمائی کرتا ہے، وجود باری تعالیٰ اُس کی وحدانیت پر اور قرآن ورسالت اور آخرت کی زبردست تعلیم دیتا ہے اور آفاق اور انفس میں غور وفکر کرواکر اِنسان کو اس عقیدہ کی رہنمائی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ثبوت پیش کرتا ہے، اس عقیدہ کا اِنکار وہی کرسکتا ہے جو اپنی عقل کا استعمال نہ کرے، جو اِنسان عقل کے ذریعے وحی، رسالت،

آخرت، توحید، تقدیر اور فرشتوں کی حقیقت سمجھنے کی تلاش کرتا ہے یہ عقیدہ اُس کی بھرپور رہنمائی کرتا ہے اور اُس کو اعتدال میں رکھ کر افراط وتفریط کا شکار ہونے سے بچاتا ہے، اسلام کے عقیدہ ایمان کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہیکہ اس کا جتنا زیادہ مطالعہ کرتے جایئے اِنسان میں اعتدال ہی اعتدال اور توازن ہی توازن پیدا ہوتا جائے گا اور اِنسان گمراہی سے دور رہے گا، یہ عقیدہ اِنسان کے دل ودماغ تک ہی اپنا اثر نہیں رکھتا بلکہ اِنسان کے ارادے، اختیار، عقل وشعور اور وجدان ہر چیز کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، یہ عقیدہِ ایمان، وحی والہام کی مدد سے انسان پر حقائق کا انکشاف کرتا ہے اور یہ انکشاف بڑھتے بڑھتے علم الیقین، عین الیقین کی کیفیت اختیار کر لیتا ہے اور پھر اس پر کسی قسم کے شک وشبہ کا حملہ بھی نہیں ہو پاتا، عقیدہ ایمان کی بدولت انسان کو جو کامل یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ اللہ کی اطاعت کے لئے بے چین کرتی ہے اور اُس کے غرور وتکبر کی جگہ خشوع وخضوع پیدا کرتی ہے اُس میں سننے اور اطاعت کرنے کی کیفیت پیدا کرتی ہے اس عقیدہ کو ماننے والے کا علم الیقین اِتنا زیادہ کامل یقین میں بدل جاتا ہے کہ لاکھ دلائل دیئے جائیں اور شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور لاکھ دنیا کی لالچ بتلائی جائے مگر وہ یہ اعلان کر دیتا ہے کہ چاہے اُس کے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیا جائے تب بھی وہ اس عقیدہ سے منہ موڑ نہیں سکتا، یہ عقیدہ اُس کے اندر ہڈیوں کا گودا، جسم کا خون اور دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو کر رگوں میں گھومتا ہے اور جب یہ عقیدہ ایمان والے کی جسم وجان میں داخل ہو جاتا ہے تو گھر میں ہر فرد کا قول وعمل اِسی کا نمونہ ہوگا، مدرسہ میں معلم اِسی عقیدہ کے ذریعہ درس دے گا، کالج میں پروفیسر کا لکچر اسی عنوان کے مطابق ہوگا اور ادیب کے افسانہ نویسی اِسی سے بھرے ہوں گے، شاعر کے اشعار اِسی کا درس دیں گے، حکومت کی قانون سازی اِسی کے تحت ہوگی، خطیب کا خطاب اِسی سے لبریز ہوگا ہر فنکار ایمان ہی کے تقاضوں کو پورا کرے گا۔

جب اسلامی عقیدہ ایمان اتنا طاقتور ہے تو موجودہ زمانے میں اکثر مسلمان اعمال صالحہ سے کیوں دور ہیں؟

مسلمان کی کثیر تعداد کے پاس شعوری ایمان کے بجائے تقلیدی اور روایتی انداز کا ایمان ہے اور وہ Base بنیاد (ایمانیات) سے پوری طرح واقف نہیں، وہ عقیدہ ایمان کے اس کلمہ کو بس سمجھے بغیر رٹ لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کو توحید اور شرک کا فرق ہی نہیں معلوم، کثیر تعداد ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود شرک وبدعات میں مبتلا ہے اور شرکیہ عقائد واعمال رکھتے ہوئے اپنے جسم کے نام سے مسلمان بنے ہوئے ہیں، جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں وہ بھی زیادہ سے زیادہ ایک نسل تک صحیح مسلمان بنے رہتے ہیں، پھر اُن کے بعد ان کی اولاد بھی عام مسلمانوں جیسی ہوجاتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے اسلام قبول کرنے والوں کو بھی شعور کے راستے کے بجائے عبادات کے راستے سے اسلام پر کھڑا کیا جاتا ہے اور وہ بھی عبادات کی مشق کر کے مسلمان بنے رہتے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ ایمانیات کی تعلیم کا فقدان ہے اور زیادہ تر مسلمان بنیاد (Base) سے کہیں زیادہ اسٹرکچر ڈھانچہ، وضو‘ غسل‘ طہارت‘ نماز‘ روزہ، زکوۃ‘ حج کے مسائل سے خوب خوب واقف ہیں، اچھی طرح یاد رکھئے کہ مسائل کی تعلیم سے ایمان پیدا نہیں ہوتا۔ ایمان کے لئے باقاعدہ ایمانیات کی تعلیم حاصل کرنا ہوگا اور ایمان باللہ، ایمان بالرسالت، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالکتب کو شعوری انداز میں سمجھ کر ایمان لانا ہوگا صرف اعمال کی تعلیم حاصل کرنے سے ایمان پیدا نہیں ہوتا، اکثر مسلمان چونکہ ایمان باللہ کو تقلیدی اور روایتی طور پر مانتے ہیں اگر وہ شعوری طور پر مان لیں تو کیفیت ہی کچھ اور ہوگی، کتاب الٰہی اور رسالت کو تقلیدی اور روایتی طور پر مانتے ہیں اگر شعوری اور حقیقی طور پر مان لیں تو بات ہی کچھ اور ہوگی اسی طرح عقیدہ آخرت کا اقرار بس رسمی، تقلیدی اور روایتی انداز سے کیا جاتا ہے اور پوری فکر دنیا کی ہوتی ہے اگر حقیقی طور پر مان لیں تو زندگی کی حالت ہی بدل جائے گی۔

اسلامی عقیدہ ایمان انسان کو بے شعور رہنے نہیں دیتا، اس عقیدہ کو ماننے کے بعد ایک انسان باشعور ہوجاتا ہے اور وہ اپنی زندگی کو گھاٹے اور خسارے سے دور رکھتا ہے، اسلامی عقیدہ ایمان انسان کو مخلوق کی بندگی اور غلامی سے نکال کر خالق کی عبدیت و بندگی سے جوڑتا ہے اگر کسی کی حالت کلمہ پڑھنے اور اس عقیدہ کو ماننے کے باوجود، وہ خالق کی بندگی اور عبدیت سے دور ہے تو اس نے گویا شعور کے ساتھ اس عقیدہ ایمان کو قبول نہیں کیا' تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی انسانوں نے اس عقیدہ ایمان کو شعور کے ساتھ قبول کیا وہ ذلت، گمراہی اور ناکامی سے نکل کر عزت، صحیح راہ اور کامیابی پر آگئے اور وہ مختلف ملکوں، مختلف تہذیب وتمدن، الگ الگ رنگ ونسل، فکر وعادات اور زبانوں اور پیشوں کے ہونے کے باوجود ایک ہوگے، اُن میں اتحاد واتفاق، محبت، بھائی چارگی، ایثار وقربانی کے زبردست جذبات پیدا ہوئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے صحیح عبد اور بندے بنے اور اُن کی زندگیاں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ اور مثال بن گئیں اور وہ عزت واحترام کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔

اسلام کو صرف تقلیدی ایمان نہیں، حقیقی وشعوری ایمان چاہئے!

بے شعوری اور روایتی ایمان کی کیفیت:۔ قانونی اور تقلیدی ایمان سے کوئی خاص عمل پیدا نہیں ہوتا، اور نہ انسان کوئی مجاہدہ اور قربانی دے سکتا ہے، قانونی اور تقلیدی ایمان انسان کی زندگی میں ایک بے اثر عقیدہ بنا رہتا ہے اور وہ منجمد پتھر کی طرح اپنے اطراف بُرائی اور خرابی کو دیکھ کر بھی کوئی ہلچل نہیں کرتا اور نہ انسان کی زندگی پر کوئی کنٹرول، حکومت اور گرفت ہی رکھتا ہے، الٹا برائی کا ساتھ دے کر خوش ہوتا ہے اور گناہ ہونے پر توبہ کا احساس ہی نہیں دلاتا، چنانچہ ایسے انسانوں کی زندگی الگ ان کا ایمان الگ ہوتا ہے، ایسے لوگ جب دنیا کا فائدہ اور آخرت کا نقصان، دیکھتے ہیں تو دنیا ہی کے فائدہ پر ٹوٹ پڑتے ہیں جس طرح گدھ مُردار جانور پر ٹوٹ پڑتے ہیں، آخرت کا چاہے کتنا ہی

نقصان کیوں نہ ہو، وہ آخرت کے مقابلے دنیا ہی کو ترجیح دیتے ہیں، تقلیدی اور روایتی ایمان والا اسلام کو اُسی حد تک پسند کرتا ہے جب تک اس کو دینوی فائدہ ملتا رہے اور اگر کوئی آزمائش اور مصیبت کا وقت آجائے تو وہ اپنے عیش و آرام اور دنیا کی بے عزتی اور تکلیف کی خاطر اور دنیا کی چاہت اور محبت میں وہ اسلام کو چھوڑ کر بہت دور رہتا ہے اور خدا، رسول آخرت اور کتاب کی کچھ بھی پروانہیں کرتا، تقلیدی اور روایتی ایمان والا ہمیشہ خوشی خوشی بُرائی کا ساتھ دیتا اور نیکیوں سے دُور بھاگتا ہے۔

شعوری اور حقیقی ایمان کی کیفیت:۔ اس کے برعکس شعوری وحقیقی ایمان سے عمل پیدا ہوتا ہے اور وہ انسانی زندگی کا حاکم اور بادشاہ ہوتا ہے اس کی زندگی اس کے عقیدہ ایمان کے مطابق ہوتی ہے اور وہ انسان کو اللہ کی اطاعت و بندگی کے لئے بے قرار و بے چین کرتا رہتا ہے، شعوری اور حقیقی ایمان والا اپنے اطراف، اندھیرا' گندگی اور بُرائی کو دیکھ کر خاموش نہیں رہتا اور انسان سے بڑے بڑے مجاہدے کروا کر بُرائی کو مٹاتا اور روشنی کو پھیلاتا ہے اور انسان کو تقویٰ اور پرہیزگاری پر ڈالتا ہے اور انسان سے کوئی غلطی ہوجائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرواتا ہے، ایسا انسان جب دنیا کا فائدہ دیکھتا ہے تو پہلے دین کو مقدم رکھ کر، دین کی حفاظت کرتا ہے اور اندھا' بہرا' بن کر دنیا پر ٹوٹ نہیں پڑتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر دُنیا کے بڑے سے بڑے نقصان کو بھی برداشت کرتا ہے اور ہر قسم کی تکالیف و پریشانیوں میں مالک سے راضی رہتے ہوئے صبر اختیار کرکے دین کو نہیں چھوڑتا اور نہ دین سے دور ہوتا ہے، اس کے نزدیک آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی راحت، چین' عزت، آرام اور مزہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے، وہ دنیا داروں کے عیش وعشرت اور آرام وآرائش کو دیکھ کر رال نہیں ٹپکاتا، بلکہ اُن کی ناکامی اور خدا سے دوری کا احساس اور غم رکھتا ہے، وہ ہمیشہ بُرائی سے گھبراتا اور نیکیوں کا ساتھ دے کر خوش ہوتا ہے اور لوگوں کو اچھائی کا حکم کرتا اور بُرائی سے روکتا ہے۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ایمان ایک مجرد عقیدہ کا نام ہے بس مان لیا جائے تو کافی

ہے، ایمان ایک الگ چیز ہے اور عمل ایک الگ چیز، عمل چاہے کریں یا نہ کریں محض ایمان کافی ہے لیکن یہ فکر اور خیال صحیح نہیں ہے، اس سے انسان اعمال صالحہ سے دور ہو جاتا ہے اور ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔

دنیا کی اس زندگی میں انسان کو کوئی بھی اچھا اور نیک عمل کرنے کے لئے مجاہدہ (جدوجہد) کرنا پڑتا ہے اور وہ مجاہدے کے بغیر کوئی بھی اچھا عمل نہیں کر سکتا اور مجاہدہ حقیقی اور شعوری ایمان کے بغیر نہیں کیا جا سکتا، جس انسان کے پاس کمزور، روایتی، بے شعور اور تقلیدی ایمان ہو وہ مجاہدہ نہیں کر سکتا، وہ ایک بے جان کاغذ کی طرح ہوتا ہے، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مجاہدہ حقیقی اور شعوری ایمان سے پیدا ہوتا ہے تو حقیقی اور شعوری ایمان کیسے بنایا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقی اور شعوری ایمان بغیر یقین کامل کے پیدا نہیں ہوتا، لغوی اعتبار سے ایمان دراصل نام ہے یقین کامل کا، ایمان کے اجزاء پر جب تک کامل درجہ کا یقین واعتماد نہ ہو وہ کامل اور حقیقی ایمان نہیں کہلاتا، ذرا سا بھی شک پیدا ہو جائے تو یقین کامل باقی نہیں رہتا اور انسان حقیقی اور کامل ایمان سے محروم ہو جاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ایمان یقین کامل کے بغیر معتبر نہیں، یقین کامل حاصل کرنے کے لئے ہر ایمان والے پر ضروری ہے کہ جن چیزوں پر ایمان لایا ہے ان کے بارے میں بقدر استعداد علم بھی حاصل کرے صرف طوطے کی طرح بغیر سمجھے ایمانی اجزا کو رٹ لینے سے حقیقی ایمان حاصل نہیں ہوتا، انسان کا مجرد طور پر چند باتوں کو زبان سے بغیر سمجھے مان لینے کا نام حقیقی ایمان نہیں اور نہ اسلام کو ایسا ایمان مطلوب ہے۔

یقینِ کامل کائنات میں غور وفکر سے حاصل ہوتا ہے

عقل وفہم رکھنے والا انسان اپنے مشاہدے اور تجربہ سے یہ یقین کامل رکھتا ہے کہ بجلی، آگ جلاتی ہے اور پانی ڈبوتا ہے اس کے برعکس عقل فہم سے خالی چھوٹا بچہ آگ اور پانی کو دیکھتے ہی پکڑنے اور اُس میں کودنے کے لئے دوڑتا ہے اس لئے کہ اس کو پانی اور

آگ کے جلانے اور ڈبونے کا نہ علم ہوتا ہے اور نہ یقین، دوائی کے ڈبے پر کمپنی کی طرف سے زہر لکھا ہوا ہونے پر ایک عقل فہم والا انسان اس دوا کو زہر سمجھتا اور اُس سے نقصان ہونے کا یقین کامل رکھتا ہے، اسی طرح کسی سوراخ میں انسان کی عقل وفہم اس کو ہاتھ ڈالنے سے روکتی ہے اس لئے کہ اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہوتا ہے کہ زہریلے کیڑے سانپ اور بچھو سوراخوں میں چھپ کر بیٹھے رہتے ہیں اسی طرح انسان بہت سے معتبر، سنجیدہ اور فن کے ماہرین کی رائے پر بھرپور یقین واعتماد کر کے مختلف کام انجام دیتا ہے اس تشریح سے معلوم ہوا کہ اگر انسان کو غور وفکر والا علم نہ ملے تو اس کے قلب ودماغ میں یقین واعتماد کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بس ایمان دراصل لغت کے اعتبار سے قلب ودماغ کے یقین واعتماد کی کیفیت کا نام ہے اب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کے پاس دنیا کی چیزوں کے تعلق سے یقین واعتماد حاصل کرنے کی صلاحیت ہے تو کیا وہ روحانی طور پر ایمان میں یقین واعتماد پیدا نہیں کرسکتا؟ کیا وہ ایمان لاکر اپنے دل ودماغ کو طمانیت، یقین واعتماد کی غذا مہیا نہیں کرسکتا؟ بیشک وہ اپنے ایمان کو یقین واعتماد کی غذا دے سکتا ہے قرآن مجید نے ایمان والوں کو یقین واعتماد کی غذا حاصل کرنے کے لئے باربار کائنات کی چیزوں میں غور وفکر، تفکر وتدبر کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ انسان آفاق وانفس میں غور وفکر کرتا چلا جائے اور اپنے ایمان ویقین کی طاقت کو بڑھاتا چلا جائے۔

مولانا ابوالکلام نے لکھا ہے کہ انسان کو ایمان کی غذا حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ آفاق وانفس میں غور وفکر کرتا چلا جائے، اگر ایک انسان دنیا کی سب سے زیادہ معتبر اور قابل احترام ہستیوں اور ماہر روحانیات پیغمبروں کی تعلیمات پر بھرپور اعتماد کر کے کائنات کی چیزوں کا مشاہدہ اور تجربہ کرے اور عقل وفہم کو صحیح رخ میں استعمال کرے تو اس کے ایمان اور یقین کی کیفیت میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور وہ حقیقی اور شعوری ایمان کے ساتھ زندگی گذارے گا اور بڑے سے بڑے مجاہدے کرے گا۔

جس طرح جسمانی ڈاکٹر بننے کے لئے پہلے تھیوری یعنی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں،

پھر اس علم میں شعور بیدار کرنے کی غرض سے عملی مشاہدے کے ذریعہ مردہ انسانی جسم کو چیر پھاڑ کر پورے جسمانی نظام کو سمجھایا جاتا ہے، اُسی طرح قرآن مجید قول الٰہی ہے اور کائنات فعل الٰہی ہے، انسان قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ کی مختلف صفات کو کائنات کی مختلف مخلوقات میں غور وفکر کر کے سمجھے، تب ہی اس میں یقین کی کیفیت بڑھے گی اور حقیقی وشعوری ایمان پیدا ہوگا، اگر انسان کائنات کی چیزوں میں غور وفکر نہیں کرے گا تو وہ یقین کی کیفیت سے دور رہے گا اور جب یقین سے دور رہے گا تو اس کے قلب ودماغ میں یقین کامل پیدا نہیں ہوگا اور اس کا ایمان حقیقی وشعوری نہیں بنے گا، ایک مومن جوں جوں آفاق وانفس میں غور وفکر کرتا جائے گا اس پر حقیقت حال منکشف ہوتی چلی جائے گی اس کا قلب ودماغ یقین واطمینان کی روشنی سے منور ہوجائے گا اور ہر شخص اپنی اپنی استطاعت کے مطابق عرفان الٰہی حاصل کرے گا اور جو انسان اپنے دل ودماغ کو جانوروں کی طرح استعمال کرے گا یا غور وفکر میں استعمال نہیں کرے گا وہ اندھوں، بہروں کی طرح زندگی گذارے گا اور اُس کو ایمان کی حلاوت، ایمان کی چاشنی اور ایمان کا یقین نہیں ملے گا، وہ جامد پتھر کی مانند زندگی گذارے گا۔

ایمان اور غیر ایمان کے تقاضے اور اثرات

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہر چیز کے الگ الگ تقاضے اور الگ الگ اثرات رکھے ہیں بالکل اِسی طرح ایمان اور غیر ایمان کے بھی الگ الگ اثرات اور تقاضے ہیں. برف جب تک برف ہے اس میں سردی اور ٹھنڈک ہوتی ہے، وہ پتھر کے مانند ہوتی ہے، پانی ہی کے رنگ کو ظاہر کرتی ہے اور اپنے اطراف کی ہر چیز کو ٹھنڈا کردیتی ہے، ہوا لگتے ہی پگلنا شروع ہوجاتی ہے، آگ جب تک آگ ہوتی ہے، لال ہوتی ہے، گرم اور تیز ہوتی ہے اپنے اطراف کی ہر چیز کو گرم کردیتی ہے، خود جلتی ہے دوسروں کو جلاتی ہے اس کے برعکس برف ہو اور اگر اس میں سردی اور ٹھنڈک نہ ہو تو وہ برف، برف نہیں بلکہ کاغذی فوٹو ہے اسی طرح آگ ہو اور اس میں گرمی اور حرارت نہ ہو تو وہ آگ، آگ نہیں صرف کاغذی فوٹو ہے بالکل اِسی طرح ایمان جو

اپنے تقاضوں کے لئے انسان کو متحرک یا سرگرم عمل نہ کرے اور اپنا اثر نہ دکھائے تو، وہ یا تو کمزور اور بے حقیقت ایمان ہے یا ایمان نہیں بلکہ ایمان کا فوٹو ہے .اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان نے دل میں جڑ نہیں پکڑا اور ایمان کا بیج دل میں جگہ نہیں پایا۔

☆ ایمان کی مثال پھول کی طرح ہے جس طرح پھول اپنی خوشبو کو روک نہیں سکتا اور اپنی خوبصورتی کو چھپا نہیں سکتا بالکل اُسی طرح خوشبو اور خوبصورتی اس سے پھوٹ کر رہے گی اور ظاہر ہو کر رہے گی اگر ایسا نہیں تو وہ پھول پھول نہیں کاغذ کا پھول ہے بے جان پھول ہے اصلی پھول نہیں ہے، بالکل اسی طرح ایمان عمل صالح اختیار نہ کرے تو مثنوی یا مردہ ایمان سمجھا جائے گا ایمان ایک ایسی بنیاد ہے اسی سے تمام اعمال صالحہ کی شاخیں پھوٹتی ہیں ممکن نہیں کہ اسلامی ایمان بجا بجا، کمزور اور اندر چھپا رہے اور زندہ صورت میں نمودار نہ ہو (ہم یہاں ایمان اور اسلام کی فقہی بحث نہیں کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو جو ایمان مطلوب اور پسند ہے اس کو سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں)۔

☆ جس طرح مشینیں اپنا پروڈکشن دیتی ہیں اُسی طرح اعمال صالحہ ایمان کا پروڈکشن اور سایہ ہوتے ہیں، اعمال صالحہ ایمان ہونے کا ثبوت دیتے ہیں ورنہ اعمال رزیلہ فسق وفجور کا شکار بنا کر ایمان کے بیج کو جلا ڈالیتے ہیں، خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ اعمال صالحہ دراصل ایمان کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں، اعمال ایمان کو پہچاننے کی علامت اور ظاہری شکل ہے، ہر چیز کو پہچاننے کی جس طرح علامتیں ہوتیں ہیں اُسی طرح اعمال صالحہ، ایمان کو پہچاننے کی علامت ہے، جس کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں فلاں شخص مومن ہے ایمان والا ہے اسی لئے شرط رکھی گئی کہ زبان سے مانا جائے اور دل سے اقرار کیا جائے اور اعمال سے اظہار کیا جائے، اِسی لئے قرآن نے بار بار ایمان اور عمل صالح کی ترغیب دی ہے۔

☆ شعوری ایمان اندر سے شروع ہو کر بیرون پر قبضہ جماتا ہے اور اسلام بیرون سے شروع ہو کر اندرون پر قبضہ جماتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ایمان کے اثرات اور ایمان سے محرومی کے نقصانات کو ذہن میں رکھا جائے۔

☆ شعوری ایمان کی وجہ سے ایک انسان کی ذہنی تربیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی فکر، خیالات اور عقائد پاک صاف اور درست ہوجاتے ہیں. ایمان کی محرومی اور دوری کی وجہ سے انسان کی کوئی ذہنی تربیت ہی نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے اس کی فکر، خیالات اور عقائد گندے اور ناپاک رہتے ہیں اور غلط ہوتے ہیں۔

☆ صحیح فکر، صحیح خیالات اور صحیح عقائد کی وجہ سے انسان کے جسم سے اعمال صالحہ یعنی جنتی اعمال نکلتے ہیں، غلط فکر و خیالات اور غلط عقائد سے انسانی جسم سے جہنمی اعمال ہی نکلتے ہیں۔

☆ شعوری ایمان کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کا صحیح تعارف حاصل کرسکتا ہے اور اللہ کو اللہ کا مقام اور مخلوقات کو مخلوقات کا مقام و مرتبہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے جیسا تعلق قائم کرنا ہے ویسا ہی تعلق قائم کرتا ہے۔

شعوری ایمان کی محرومی اور دوری کی وجہ سے انسان اللہ اور مخلوقات کا نہ صحیح تعارف حاصل کرسکتا ہے اور نہ اللہ اور مخلوق میں فرق جانتا ہے اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان نہ ہونے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے جیسا تعلق قائم کرنا ہے ویسا تعلق قائم نہیں کرتا (جتنی زیادہ معرفت اور پہچان بڑھے گی اتنا زیادہ تعلق، محبت اور ربط قائم ہوگا)۔

☆ شعوری ایمان کی وجہ سے انسان سب سے زیادہ اپنے مالک و پروردگار ہی سے محبت کرتا ہے اور اُسی کا سب سے زیادہ ادب واحترام کرتا اور اس کی تعظیم اور شکر اور حمد بجالانے کے لئے اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے اُسی کو یاد کرتا رہتا ہے اس سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

شعوری ایمان کی محرومی کی وجہ سے انسان اپنے مالک سے زیادہ مخلوق سے محبت کرتا اور مالک کے حقوق مخلوق کو دیتا ہے اور مخلوق کا ادب احترام، تعظیم اور شکر بجالانے کے لئے وہ مخلوق سے، خدا سے بڑھ کر محبت کرتا اور مخلوق کو سجدہ کرتا دعائیں مانگتا اور مخلوق سے بھی خوف کھاتا اور ان کے نام کے چڑھاوے چڑھاتا اور ان کے نام کی بھی دوہائی پکارتا ہے۔

☆ شعوری ایمان کی وجہ سے انسان اسباب کا اور نفس کا بندہ نہیں بنتا. وہ خالص اللہ تعالیٰ کا ہوکر رب چاہی زندگی گذارتا ہے اور اللہ ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اس لئے وہ اللہ

تعالیٰ ہی سے بننے اور بگڑنے کا یقین رکھتا ہے۔

شعوری ایمان کی محرومی اور دوری کی وجہ سے انسان اسباب کا اور نفس کا بندہ بن جاتا ہے اور من چاہی زندگی گذارتے ہوئے خواہشات، رسم ورواج اور جاہلانہ طریقوں پر زندگی کو پسند کرتا ہے اور اللہ کو مانتے ہوئے مخلوقات سے بننے بگڑنے کا یقین رکھتا ہے۔

☆ شعوری ایمان کی وجہ سے انسان زندگی کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دینے کا احساس بہت زیادہ رکھتا ہے اور ہر کام پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ، جزا اور سزاء کا یقین رکھتا اور مرنے کے بعد والی زندگی کی تیاری کرتا ہے، دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا۔

شعوری ایمان سے محرومی اور دوری کی وجہ سے انسان زندگی کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ سے غافل اور آخرت سے بے پرواہ ہوکر بے لگام زندگی گذارتا ہے اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور جزا وسزا، نیکی وبدی کے تصور سے بہت دور رہتا ہے، دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔

☆ شعوری ایمان کی وجہ سے انسان اپنا ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کی خاطر اللہ تعالیٰ کی رضاء خوشنودی اور محبت میں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اللہ کے رسولؐ کی دن رات اتباع واطاعت وغلامی کرتا ہے اور پیغمبر کی اطاعت وفرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری مانتا ہے۔

شعوری ایمان سے دوری اور محرومی کی وجہ سے انسان اپنا ہر کام بتوں دیوی دیوتاؤں یا نام ونمود، خواہشات اور گمراہ انسانوں کی تقلید اور ان کے ڈر خوف اور محبت میں کرتا ہے اور خدا کو برائے نام مانتا ہے ہمیشہ مخلوق کی خوشنودی ہی کے لئے ہر کام کرتا ہے۔

☆ شعوری ایمان کی وجہ سے انسان دنیا کی ہر چیز کو چھوٹا، بے حیثیت اور بے اثر مانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو سب سے بڑا مانتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں اپنی حکومت، اپنی عدالتیں، اپنی تجارت اپنی شادی بیاہ، کمانہ اور خرچہ کرنا اپنی انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں کرتا اور ہر عمل سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو ظاہر کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆